الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

اکمل التاریخ

۱۳۴۳ھ

حصہ دوئم

یعنی

سوانح فضل رسول

۱۳ ھ ۳۱

خدا والوں کی پاک زندگی کا روشن مرقع۔ مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کے اکابر کے حالات کا نورانی آئینہ حضرت ذوالنورین کی اولاد و اعقاب کا مطلع گہوارہ حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ معین الحق فضل رسول قادری قرشی عثمانی بدایونی قدس سرہ کی مبارک زندگی کا خلاصہ

مرتبہ

مولوی محمد یعقوب صاحب ضیا قادری بدایونی

حسب فرمایش عالیجناب معلی القاب نواب خواجہ سید غلام محمد حفیظ اللہ خاں صاحب بہادر قادری مجیبی حیدرآبادی مدظلہ

باجازت حضرت مولانا حکیم محمد عبد الماجد صاحب قادری

باہتمام مولوی عبد الصمد صاحب سرور قادری بدایونی

خوشنویس و نقاش عفت علیخان بدایونی

امیر احمد پریس میں بدایونی

قیمت فی جلد ھ

۵ جلد

فہرست مضامین

ولادت اور تعلیم

صفر کا مبارک مہینہ جو دراصل ربیع الاوّل شریف کا نوید رساں اور حضور رحمت عالم کے ولادت باسعادت کے پاک مہینہ کا مقدمۃ الجیش اور خوشخبری کا پہونچانے والا ہے۔ سن ہجری کی بارہ صدیاں گزار کر تیرہویں برس مدینہ کے سدا بہار وادیوں سے گزر کر نخلستان مدینہ کی سرد سرد ہواؤں کے آغوش میں راحت گزیں ہو کر اس دھوم دھام اور تزک و احتشام سے دیار ہند میں جلوہ افروز ہوا کہ بدر منی چاند کی تجلیاں مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کی گلیوں میں بے حجاب نظر آنے لگیں انوار رسالت اور برکات نبوت نے حرم سرائے عین حق کو اپنے سایہ میں لیا۔ بغداد کی سنہری بدلیاں کاشانہ قادری پر لہرانے لگیں۔ نیک ساعت مبارک گھڑی قریب آئی۔ محل قدس منزل سے مژدہ رساں خوشخبریاں لائیں کہ آج حضور اچھے صاحب کی بشارت سرکار قادریت کی نوید پوری ہوئی۔ یعنی عین عرفان الٰہی حضرت عین حق کے قرۃ العین وجود میں تشریف لائے۔ مولانا عبدالحمید قدس سرہٗ الوحید نے پوتے کی ولادت کی مسرت افزا خبر سن کر سجدہ شکر ادا فرمایا۔ عید بنے مبارک باد وہی کہ ظہور محمدی ہوا۔ آئینہ جمال محمدی بے نقاب ہو کر اپنے محبوب کے وجود سراپا جود کے فروغ کا باعث ٹھہرا۔ ماں کی مرادیں بر آئیں مدتوں سے فرزند دلبند کو گودیوں میں کھلانے کی آرزو تھی۔ سعادت مند بیٹیاں اگرچہ دل کی ڈھارس کا ساز و سامان پیشتر سے موجود تھیں لیکن تمنائیں ہمیشہ اس پر مچل مچل کر رہتی تھیں کہ کاش کوئی بیٹا چراغ کاشانہ دولت ہو۔ اور آغوش مادر کی زیب و زینت کا سبب ٹھہرے۔ اس ارمان کا احساس حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہٗ المجید کو بخوبی تھا۔ اہلیہ محترمہ کی اس پاک آرزو کو حضور اچھے میاں کی بارگاہ قدس منزل میں پہونچانے کا تقاضا بھی بکمال اصرار ہو چکا تھا۔ لیکن جوش ادب مہر خاموشی

بنا ہوا تھا۔ یہ تقاضائے ادب اوس سرکار کے روشن قلب میں پہلے ہی عکس افگن ہوچکا تھا۔ اور فرزند نرینہ کی بشارت سمع اقدس تک پہونچ چکی تھی۔ چنانچہ قبل اس کے کہ مکان سے اس مولود مسعود کی خبر مارہرہ مطہرہ میں پہونچے حضرت سید الاولیا حضور اچھے صاحب نے مبارکباد کے طور پر خوشخبری ولادت حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب کے گوش گذار کر دی تھی۔ نہ صرف خوشخبری بلکہ آیندہ اس نونہال کے فضل وکمال اور حسن مآل کی بشارت بھی دیدی تھی

چنانچہ بعد ولادت خود حضور پر نور نے اس تصویر فضل وکمال کا نام فضل رسول رکھا۔ اور معنوی طور پر اپنا فرزند قرار دیا جس بچہ پر حضور اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ جیسے قطب وقت اور غوث زماں کی نظر شفقت ہو حضرت مولانا شاہ عین الحق قدس سرہ جیسے ولی الاولیا باپ کی محبت آمیز نگاہیں پڑتی ہوں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قدس سرہ الوحید جیسے مقدس خدا رسیدہ دادا کی تربیت کی ہو۔ جس کی ماں خود رابعہ عصر ولیہ روزگار ہو۔ اوس کی آیندہ ترقی مدارج خود بخود آئینہ ہوتی جاتی ہے۔ ایام رضاعت بزرگ ماں کی گود میں بسر ہوئے۔ نہ دادا نانا کے پاک وجود موجود تھے۔ بزرگ گھرانوں میں جیسی کامل اور پاک تربیت ہوتی ہے وہ ہوئی۔ بزرگی کے آثار بچپن ہی میں غازہ رخسار بنے ہوئے تھے۔ چار برس کی عمر ہوتے ہی مکتب کی رسم ادا ہوئی۔ مقدس دادا نے بسم اللہ کیا شروع کرائی کہ پوتے کی زبان کو خزائن علوم کی کلید بنا دیا۔ تاجدار مارہرہ کی باطنی توجہ اور بزرگ دادا کی ظاہری تربیت سونے پر سہاگے کا کام کر گئی۔ بزرگ باپ کو اول تو حضوری شیخ کی لذت نے دنیا ومافیہا سے بے تعلق کر دیا تھا۔ اچھے صاحب کی اچھی صورت تھی اور یا اوس پاک وجود کا شوق دیدار۔ دوسرے مقدس دادا کی موجودگی میں باپ کی توجہ خاص بھی ضروری نہیں۔ اسی سبب سے ابتدائی تعلیم وتربیت حضرت مولانا کی قبلہ ارباب حقیقت واقف اسرار توحید حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قدس سرہ الوحید نے فرمائی۔

آپ کا فیض تعلیم خداداد برکتوں کا سرچشمہ تھا جو اس بحر کرم کا موج آشنا ہوا اور مالامال ہوگیا۔ جس نے شرف تلمذ حاصل کیا دولت علم سے دامن بھر لیے۔ حضرت اقدس خود فرماتے ہیں کہ

"دو خاکسار اکثرے از کتب صرف و نحو بہ آں حضرت خواندہ است عجب برکتے۔ و حسن تربیتے بود کہ من بعد مشاہدہ نگردید انچہ بہ اہچمداں مرحمت فرمودہ اندہمہ اثر آں برکت و تربیت آں حضرت است"

گیارہ برس تک دادا کا آغوش محبت دامن گیر رہا۔ شفقت و پیار نے نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ بارھویں سال گرہ ہوتے ہی تحصیل علم کے ولولے امنگیں، لینے لگے۔ جذبات نے ابھرنا شروع کیا۔ شوق تعلیم نے طلب العلم فریضۃ کا نورانی صحیفہ پیش نظر کیا۔ حضرت علم کے حسن شباب نے قیامت کی ادائیں غضب کے انداز دکھائے کہ ایک دوازدہ سالہ بندہ عشق کو خود رفتہ و بیخود بنا کر چھوڑا۔ جوش
سفر لکھنؤ | اضطراب و شوق حصول علم نبے اجازت کی بھی مہلت نہ دی۔ بیتابانہ پیادہ پا قصد سفر فرما دیا۔ اس پر طرہ یہ کہ محض توکل پر بے سر و سامانی کے ساتھ گھر سے چل دیئے اُس زمانہ کا سفر کوئی معمولی سفر نہ تھا بدایوں سے براہ داتا گنج شاہجہانپور ہوکر لکھنؤ کو لوگ جایا کرتے تھے۔ آپ بھی اسی راستہ پر ہولیے۔ محلہ شہباز پور میں جس وقت آپ پہونچے اتفاق سے شیخ نظام الدین عرف شیخ چھدو صاحب فاروقی فریدی رئیس محلہ کی نظر آپ پر جا پڑی خلاف عادت تنہا دیکھ کر دوڑے ہوئے آئے۔ دریافت کیا صاحبزادہ صاحب کہاں کا قصد ہے۔ فرمایا لکھنو تحصیل علم کا شوق لئے جا رہا ہے۔ شیخ صاحب نے متعجب ہوکر پوچھا کہ نہ آپ کے ہمراہ کوئی شخص ہے۔ نہ کچھ ساز و سامان ہے۔ اتنا طویل سفر پیدل کیونکر طے ہوگا۔ فرمایا ع

خدا اقو و میر سامانست ارباب توکل را

شیخ صاحب نے قرینہ سے معلوم کرلیا کہ آپ کے پاس زاد راہ کچھ نہیں ہے۔ فوراً عقیدت سے دو روپیہ نذر پیش کی اور عرض کیا کہ حضور کے والد ماجد کا کفش بردار

ہوں اس حقیر نذر کو رد نہ فرمایا جائے۔ آپ نے بہت منع فرمایا لیکن ارادتمندانہ اصرار نے مجبور کر دیا۔ نذر قبول فرمائی اور تعجیل کے ساتھ آگے کو قدم بڑھایا۔ شاہ راہ پر شاہ عبد الحق صاحب سے جو حضرت آقائے نعمت اچھے صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اور مارہرہ مطہرہ میں آپ کے والد ماجد کے فیض صحبت سے شرف یاب رہا کرتے تھے۔ ملاقات ہوئی وہ بھی یکہ و تنہا ساتھ ہوئے حضور نے جس شان اور توکل کے ساتھ ذات الہی پر تکیہ کیا۔ ویسے ہی شان عطا کا ادھر سے ظہور ہوا۔ پہلے دن شام کے وقت جب آفتاب غروب ہو گیا اور منزل پوری ہوئی صحرا میں دور تک آبادی کا نشان نظر نہ آیا۔ مجبوراً لب راہ ایک مقبرہ میں قصد قیام فرمایا شاہ صاحب بار بار دل ہی دل میں آپ کی اس کم عمری پر خیال کرتے اور مصائب سفر پر غور فرماتے کبھی منزل اول میں بے آب و طعام رہنے سے غمگین و ملول ہوتے۔ چہرہ تفکرات کے ہجوم سے متغیر ہو جاتا۔ اور اسی و پریشانی میں مبتلا تھے۔ یہاں تک وقت نماز عشاء قریب آگیا۔ شاہ صاحب کو اس درجہ متردد و ملول پا کر آپ نے سبب دریافت کیا پھر خود ہی فرمایا کہ شاہ صاحب خداوند عالم مسبب الاسباب اور رزاق مطلق ہے۔ سفر میں اکثر ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں زیادہ فکر و ہراس خدا کی رحمتوں سے ناامیدی کا سبب نہ ہو جائے۔ دیکھئے پردۂ غیب سے کوئی سامان ہو جائے گا۔

باہم یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک جانب سے کسی سواری کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی شاہ صاحب نے مقبرہ سے باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سامنے سے ایک رتھ تیزی کے ساتھ آ رہا ہے۔ مقبرہ کے قریب آ کر رتھ رک گیا۔ ایک شخص اندر خوان کش تھے اور گاڑیبان سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اندر جو بزرگ بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے باآواز بلند خادم یعنی گاڑی بان کو حکم دیا کہ یہ خوان اس روضہ کے اندر پہونچا دے۔ تاکہ مہمان نو وارد اس کو تناول فرمالیں۔ خادم خوان سر پر رکھ کر مقبرہ کے اندر گیا اور جہاں یہ دونوں بزرگوار تشریف رکھتے تھے خوان رکھ کر واپس ہو گیا

سواری بعجلت تمام جدھر سے آئی تھی اسی طرف کو روانہ ہوگئی۔ شاہ صاحب نے
یہ ماجرا دیکھ کر اور سواری نشین بزرگ کی گفتگو سن کر شکریہ حق سبحانہ
تعالےٰ ادا کیا۔ جس وقت خوان پوش اٹھایا دیکھا کہ ایک قاب میں نہایت
لطیف اور گرم حلوا موجود ہے۔ دوسری طرف ایک صراحی آب سرد سے لبریز
رکھی ہوئی ہے۔ یہ عطیہ الٰہی آب و حلوا من و سلویٰ سمجھ کر دونوں حضرات نے
خوب آسودہ ہو کر کھایا۔ طبیعت میں تازگی آئی تعب تکان دور ہوئی۔ فریضہ
الٰہی ادا کیا۔ رات وہیں گذاری صبح کو وہاں سے آگے کو روانہ ہوئے جب تک
کسیقدر ٹھنڈک رہی اطمینان سے سفر طے کیا۔ دوپہر کو جب تمازت آفتاب نے
پوری ترقی کی زمین بھی تپنے لگی گرمی کی شدت سے سفر کی حرارت اوس پر
بھوک پیاس کا غلبہ۔ دو قدم چلنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ ان مصائب و تواہب
نے قریب ہلاکت پہونچایا۔ شاہ صاحب اگرچہ سن رسیدہ مستقل مزاج
بزرگ تھے۔ لیکن حضرت مولانا کی یہ حالت دیکھ کر بے انتہا پریشان ہوئے۔ اکثر
اس راہ سے آمد و رفت کا اتفاق ہوچکا تھا۔ کوئی جائے امن راستہ میں کبھی
پہلے نہ دیکھی تھی اس وجہ سے اور بھی سخت مایوس تھے کہ کیا کیا جائے۔ مگر خدائے
قدوس کی قدرت کے قربان جائے کہ تھوڑی دیر کے بعد ہی سر راہ ایک باغ
پُر تکلف نظر آیا شاہ صاحب اول تو یہ سمجھے کہ شاید راستہ بھٹک گئے دوسرے
راستہ پر آگئے پیشتر کبھی اس راہ میں باغ کا نشان نہ دیکھا تھا۔ مگر
فوراً ہی خیال آیا کہ یہ نعمت بھی نعمہائے الٰہیہ میں سے حضرت مولانا کی برکت
سے رونما ہوئی ہے۔ دونوں صاحب باغ کے اندر پہونچے۔ حوض پر جاکر ہاتھ
منھ دھویا وضو کیا باغ کے فرحت افزا منظر سے غنچۂ خاطر شگفتہ ہوا۔ درختوں کی
سرسبزی و شادابی طائر خیال کو مدینے کے سبز گنبد تک پہونچانے کے لیے خضر راہ
بنی لب حوض گنجان درختوں کے سایہ میں ہوائے سرد کے ٹھنڈے ٹھنڈے
جھونکوں نے استراحت کرنے پر مجبور کیا۔ قسمت خوابیدہ کی قسمت جاگی دونوں

بزرگوں نے آرام فرمایا۔ زوال کا وقت گذر گیا۔ مگر کوئی باغبان یا محافظ نظر نہ آیا۔
تمام درخت پرانے برگ و بار۔ تمام اشجار میوہ دار۔ مگر نہ کوئی محافظ نہ چوکیدار جو اجازت
دے۔ شاہ صاحب نے روشوں پر نظر دوڑانا شروع کی دور دور تک جا کر دیکھا
جب کوئی معلوم نہ ہوا تو مجبور ہو کر قیمت سے زیادہ دام ایک چارپائی پر جو وسط باغ
میں بچھی ہوئی تھی رکھ کر افتادہ پھل اٹھائے اور مولانا کی خدمت میں پیش کیے۔
لیکن حقیقت واقعہ اور اس باغ کی اصل کیفیت اس وقت ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھی۔
اثمار لذیذ نے کچھ عجیب حلاوت بخشی کہ دنیا کے سارے میوے ذائقہ کے اعتبار
سے نظروں سے گر گئے۔ دراصل یہ باغ باغبان ازل کی رحمت خاص سے اپنے
خاص متوکل بندے کی خاطر صورت آشکار ہوا تھا۔ یہاں سے پھر کوچ کیا راستہ
میں جہاں کوئی ایسی منزل پیش آئی کہ کوئی رسد کوئی سامان پردہ غیب سے ظہور پذیر ہو گیا
اور روپیہ جو نذر میں ملے تھے راستہ بھر فقراء اور مساکین کو تقسیم ہوتے رہے۔
یہاں تک کہ چوتھے دن حوالی لکھنؤ میں پہونچے۔ شب گذاری کے بعد صبح کو سلطان العلماء
حضرت مولانا نور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں حاضر ہوئے دیکھا
کہ مولانا خود چشم براہ کسی کی آمد کے منتظر ہیں جس وقت آپ پر نظر پڑی بکمال
تکریم و محبت بڑھ کر سینہ سے لگایا پیشانی کو بوسہ دیا اور نہایت فخر و مباہات
کے ساتھ اظہار مسرت فرمایا۔ اکابر علمائے فرنگی محل نے یہ سن کر کہ حضرت مولانا
شاہ عین الحق عبد المجید صاحب بدایونی کے صاحبزادہ بارہ برس کی عمر میں اس
سج دھج سے تحصیل علم کے لیے تشریف لائے ہیں جوق جوق آنا شروع کیا۔ اور
ہر طرف سے شفقت و پیار کی نظریں آپ پر پڑنا شروع ہو گئیں۔ ہر بزرگ آپکی
جبین روشن کو دیکھتا اور فرماتا کہ یہ بچہ خدا جانے آیندہ کس مرتبہ فضل و کمال کو
پہونچیگا۔ مختصر یہ کہ آپ نے تین برس فرنگی محل میں رہکر شفیق اوستاد کی مخصوص
عنایت کے باعث جملہ علوم معقول و منقول سے فراغ تام حاصل کیا۔ بزرگ
اوستاد کو اپنے گرامی قدر شاگرد سے کمال درجہ اُنس تھا اور ہمیشہ نہایت فخر

کے ساتھ آپ سے ملکہ قدسیہ کا تذکرہ فرماتے اور خوش ہوتے۔ خدا داد ذہانت کی تعریف فرماتے۔ اور جدید طلبہ جو حلقہ درس میں آکر شریک ہوتے وہ مولانا کے سپرد کیے جاتے۔ جماعت سے جداگانہ مخصوص اوقات میں بکہ تنہا آپکو سبق پڑھاتے اور اپنے سامنے تکرار کراتے۔ جدید طلبہ سے کسی خاص مسئلہ میں تقریری مناظرہ کراتے اور مولانا کے زورِ تقریر اور قوتِ استدلال سے بے انتہا مسرور ہوتے۔ آپ کی قوت حافظہ اتنی زبردست تھی کہ ایک مرتبہ جو مطالب اوستاد کی زبان سے سُن لیتے کبھی فراموش نہ ہوتے۔ جس فن کی کتاب شروع کرتے بہت قلیل عرصہ میں اوس کے دقائق وغوامض پر عبور ہو جاتا۔ پندرہ برس کی عمر میں اگر ایک جانب معقول کے معراج کمال پر آپ کا قدم تھا تو دوسرے طرف دینیات کی انتہائی منزل میں آپ کی رسائی ہو چکی تھی اوستاد کی دلی مسرتوں کی کوئی انتہا نہ رہی تھی شاگرد کی قابلیت کے سکے بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے فلسفی و معقولی نگاہیں بچا کر چلتے تھے۔ یہاں تک کہ جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ کا مہینہ آیا یہ وہ مہینہ ہے کہ حضرت قطب الآفاق مخدوم شاہ عبد الحق ردولوی رحمتہ اللہ علیہ کا عرس مبارک پندرہ سے ترہویں تاریخ تک ردولی شریف میں ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں خدا والوں کے غول علماء کرام کے مجمع اعراس کی زیب و زینت کا سبب ہوتے تھے۔ اوستاد وطالق حضرت سلطان العلماء مولینا نور الحق رحمتہ اللہ نے اپنے پیارے شاگرد کو حکم دیا کہ ردولی شریف ہماری ہمرکابی میں چلنے کے لیئے تیار رہو۔ خاندان کے معزز اراکین خدام اور طلبہ کی جماعت بھی ہمراہ ہوئی۔ عرس شریف کی برکتوں سے یہ قافلہ مستفیض ہوا۔ سترھویں تاریخ جو خاص قل کی تاریخ تھی فرنگی محل کے اس نورانی وجود نے صبح کو مواجہہ مزار شریف میں ایک مجلس ترتیب دی تمام اکابر وقت اور علماء مشائخ عصر۔ حاضرین عرس خاص مجلس کی شرکت کے لیئے تشریف لائے جب مجمع کافی ہوگیا اور مجلس حاضرین کی کثرت و ہجوم سے بخوبی بھر گئی۔ حضرت

سلطان العلماء نے کھڑے ہو کر اوّل صاحب آستانہ سے استغاثت فرمائی اور مولانا کو اپنے پیش نظر بلا کر کھڑا کیا اسکے بعد مولانا عبد الواسع صاحب[1] - مولانا عبد الواحد صاحب خیر آبادی[2] - مولانا ظہور اللہ صاحب[3] فرنگی محلی و دیگر اکابر موجودہ مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج یہ مجلس صرف اس لئے منعقد کی گئی ہے کہ آپ حضرات کے سامنے ان صاحبزادہ کا امتحان ہو جائے۔ جملہ علوم و فنون میں جو بزرگ چاہیں بلا تکلف جانچ پڑتال کر سکتے ہیں۔ اوس کے بعد علماء کرام سے اصرار فرمایا کہ آپ حضرات سوال کریں۔ بعض اصحاب نے اشارتاً۔ بعض نے امتحاناً۔ مسائل دقیقہ باتوں باتوں میں دریافت بھی کئے۔ اور جودت طبع کو نگاہوں میں جانچ لیا۔ بھری محفل میں احسنت و آفرین کے ساتھ آپ پر نگاہیں پڑنے لگیں ہر شخص کی زبان سے کلمات استعجاب جاری تھے۔ اس کے بعد حضرت مکرم سلطان العلماء نے آپ کی رسم دستار بندی ادا فرمائی۔ سند خاص میں اجازت درس جملہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی تحریر فرمائی۔ اور دست دعا بلند کئے صاحب مزار کا روحانی تصرف ان سراپا برکت دعاؤں کو باب اجابت تک لے اڑا۔ مشائخ

---

[1] مولانا عبد الواسع صاحب لکھنوی۔ آپ علوم عقلیہ کے جید فاضل اپنے زمانہ کے نامور اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ در اصل سیدن پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن لکھنؤ میں سلسلہ درس جاری کر رکھا تھا۔ مولانا بحر العلوم سے استفاضہ کر کے علوم ظاہری کے خزانہ میں سے مشاہیر علماء کو مالا مال کیا۔ سلسلہ خاندان برکاتیہ میں حضرت سیدی شاہ آل رسول صاحب قادری مارہروی علیہ الرحمہ نے بھی آپ سے استفاضہ علمیہ کیا ہے۔

[2] مولانا عبد الاحد صاحب خیر آبادی۔ آپ مولوی محمد اعلم فاروقی سندیلوی کے (جو ملا حمد اللہ سندیلوی سر دفتر علماء معقول کے ارشد تلامذہ میں ہیں) ہمشیرہ زادہ یعنی بھانجہ ہیں اور استاذ الانام مولانا فضل امام خیر آبادی کے تلامذہ میں اپنے زمانہ میں فرد یکتا تھے مولوی امام العالم خیر آبادی جنہوں نے قصیدہ بردہ شریف کی شرح لکھی ہے آپ ہی کی اولاد سے تھے۔

[3] مولانا ظہور اللہ صاحب لکھنوی۔ آپ مولوی محمد ولی ابن مفتی غلام مصطفیٰ کے فرزند اور ملا محمد حسن لکھنوی کے

وسجادہ نشینان محفل نے آمین کہی - اس شان کی دستار بندی بھی شاید کسی فرد کامل کی ہوئی ہو تو ہو ورنہ حقیقتاً یہ ادا بھی سب سے انوکھی اور جداگانہ تھی - عرس شریف کے اختتام کے بعد مجلس علم کا یہ سراپا نور قافلہ سالار معہ خدم وحشم اپنے جائے اقامت یعنی لکھنؤ تشریف فرما ہوا - وہاں اس نونہال چمن بغداد کو تجلیات قادس کی قدآدم شبیہہ یعنی حضرت مولانا احمد انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ کی رونمائی کے لیے پیش کیا نورنظر کی آبیاری فیض کا ثمرہ جس وقت قبلہ حاجات باپ کے سامنے آیا فرط مسرت سے چہرہ کا نورانی رنگ ارغوانی ہو گیا - مولانا کو قریب بلا کر خیر و برکت کی دعائیں دیں - فرمایا صاحب زادہ ایک دن آنے والا ہے کہ حفاظت دین کا سہرا تمہارے سر پر سجایا جائے گا - مسند فقر وعرفاں کو تمہارے دم سے فروغ ہوگا - رحمت الٰہی کا دامن تمہارے سر پر ہوگا - فرزند ارجمند مولانا نور کا نور علم تمہارے جلوۂ فیض سے تجلی بخش عالم ہوگا - ان کلمات سراسر حسنات کو والد کی زبان سے سن کر مولینا نورالحق صاحب کے ہنستے ہوئے چہرہ پر تبسم کی لہر دوڑ گئی اور نہایت فرحت و انبساط کے ساتھ مولانا کو جانب وطن رخصت فرمایا - آپ شادان وفرحاں - بدایوں تشریف لائے - جد امجد کی قدمبوسی حاصل کی - تین سال کی محنت کا نتیجہ یعنی سند تکمیل پیش کی - مربیانہ شفقت کے ساتھ کمال مسرت کا اظہار ہوا - لیکن جوش محبت کے ساتھ ہی فن طب کی تحصیل کا بھی سوال ہوا جس نے فوراً ہی خرمن دل پر برق شرربار کا کام کیا اور چند روزہ قیام کے بعد پھر سفر کر دیا - اس مرتبہ دھول پور کی جانب عزم روانگی فرمایا - مکان آنے پر جب والد بزرگوار

سفر دھولپور برائے تحصیل علم طب

بقیہ حاشیہ ص ۳

بھتیجہ ہیں سنہ [illegible]ھ میں پیدا ہوئے والد بزرگوار اور عم ذی وقار سے اکتساب علوم کیا - نواب سعادت علی خاں والی لکھنؤ کے عہد میں عہدہ افتا پر فائز ہوئے لیکن بچند وجوہ کچھ دنوں کے لیے معزول کر دیے گئے - مگر پھر نواب غازی الدین حیدر کے عہد میں اسی عہدہ پر بحال کیے گئے اکثر کتب معقول پر حواشی

کی زیارت کے لیئے جب مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور حضور اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ کی قدمبوسی اور حضوری نصیب ہوئی وہاں سے بھی تحصیل طب کا حکم ہوا۔

لکھنؤ کے طویل قیام میں مشاہیر اودھ کے حالات سے مولانا کو بخوبی واقفیت ہو گئی تھی۔ ہر فن کے صاحب کمال کا ذکر اہل کمال کی علمی مجلسوں میں ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ علاقہ اودھ میں اون ایام میں امام الاطبار حکیم سید ببر علی خاں موہانی کا آوازۂ کمال زبان زد خلائق تھا۔ حکیم صاحب کی اسی حقیقی شہرت نے اودھ سے آپ کو دھول پور کی ریاست میں پہنچایا اور قدردانی کے ہاتھوں آپ کی کماحقہ عزت افزائی کی گئی۔ حضرت مولانا کی ترنگ اشتیاق کب نچلی بیٹھنے والی تھی۔ آپ بھی بدایوں سے دھول پور پہونچے۔ اور حکیم صاحب سے کتب طب کا آغاز کیا۔ حکیم صاحب نہایت نازک دماغ اور قلیل الدرس تھے۔ اول تو آپ خود تا وقتیکہ طلبار کی قابلیت کا اطمینان نہو اور مزاج کے موافق روشن دماغ شاگرد نملے سبق دینے سے انکار رد عار کرتے تھے۔ دوسرے آپ کی نازک دماغی سے طالب علم مایوس ہو کر تہی دامن واپس ہوتے تھے۔ لیکن مولانا کی جدت فکر اور جودت طبع نے حکیم صاحبکو بھی اپنا گرویدہ کر لیا اور اپنی ساری توجہ علماً اور عملاً آپ پر مبذول فرمائی۔ ایک دن سبق میں تشخیص نبض کی بحث آگئی۔ بہت دیر تک حکیم صاحب سمجھاتے رہے۔ مگر مولانا کی تشکین خاطر نہ ہوئی۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ نبض کی تحقیق و تشخیص کے لیئے ضرورت ہے کہ طبیب کی انگلیاں کم سے کم ستار کے پردوں کی شناخت رکھتی ہوں۔ حکیم صاحب کی زبان سے یہ فقرہ سنتے ہی مولانا نے کتاب بند کی اور مطب سے اٹھ آئے۔ اسی وقت سے فن موسیقی کے کسی باکمال شخص کی جستجو شروع کر دی۔ اسی تلاش میں دھول پور سے آپ سفر گوالیار۔

بقیہ حاشیہ صہ ۹

تحریر فرمائے۔ درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھا بہت سے مشاہیر علما آپ کے شاگرد ہوئے

گوالیار رہے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ راجہ کے ندیموں میں اس فن کا ایک ماہر موجود ہے آپ نے تبدیل وضع فرما کر اول اوس شخص پر اپنا پورا اعتماد قائم کر لیا۔ اوس کے بعد کئی مہینے کی متواتر کوشش سے اس فن میں مہارت تامہ حاصل کی دن کو اکثر آپ گوالیار کی پہاڑیوں میں تشریف لیجاتے اور نباتات کے خواص کی تحقیق فرماتے۔ شب کو وقت مقررہ پر جب آمد و رفت بند ہو جاتی اور سونے کا وقت آجاتا اوس صاحب فن کے پاس پہونچتے اور اوس سے اخذ فن کرتے۔

غرض جب تقویت خاطر ہو چکی گوالیار سے واپس ریاست دھولپور آئے مطلب سے اس قدر عرصہ تک علیحدگی میں علم نباتات اور فن موسیقی کی تحصیل کے علاوہ ریاضت و نفس کشی کی عادت بھی آپ کا جوہر ذاتی ہو گیا تھا۔

حکیم صاحب مولانا کو دیکھ کر اول تو اس طویل غیر حاضری کے باعث ناراض ہوئے مگر جب واقعات کا علم ہوا تو پہلے سے زیادہ شفقت فرمانے لگے اور پھر سلسلۂ اسباق شروع کر دیا۔ غرض دو سال کی محنت اور تجربہ مطب نے آپ کو مشاق طبیب بنا دیا۔ اس فن شریف کے لیئے بھی حکیم علی الاطلاق نے آپ کو وہ دماغ عطا فرمایا تھا کہ اگر ارسطو آج دنیا میں موجود ہوتا تو آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کرتا۔ بقراط و سقراط کے دماغ آپ کے دماغ کے ایک گوشہ میں پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اطباء عصر کو تو ہرگز آپ سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ تشخیص امراض کی ایسی مثالیں جو ہم نے کسی دوسری جگہہ لکھی ہیں طب کی تاریخ کے صفحے کے صفحے اولٹ جائیے کہیں نظر نہ آئیں گی۔ دست حق پرست میں جو ہر شفا کا وہ جان بخش مادّہ شافی مطلق نے ودیعت رکھا تھا کہ جس مریض پر ہاتھ رکھ دیا صحت یاب ہو گیا۔ جس کو خاک اوٹھا کر اپنے پاک ہاتھوں سے دیدی اکسیر بن گئی۔ اب تک آپ کی طبّی کمالات اہل بدایون کی زبانوں پر ہیں بعض واقعات بطور مشتے نمونہ از خروارے ہم دوسرے موقعہ پر ناظرین کے پیش نظر کرینگے۔ یہاں صرف تعلیمی حالت کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ حکیم صاحب نے بھی نہایت خندہ پیشانی اور کمال افتخار سے

ساتھ آپ کو سند عطا فرمائی اور وطن کی واپسی کی اجازت دی۔ آپ گلہائے مراد دامان آرزو میں چن کر اور عروس مدعا کو آغوش تمنا میں لے کر رونق افروز وطن ہوئے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ کے جد امجد خاندان بھر میں سب سے بزرگ سب کے سروں پر سایہ گستر دنیا میں موجود ہیں۔ چھتر سال سے عمر تجاوز کر چکی ہے والد بزرگوار (فنا فی الشیخ کی منزل آخر کو پہنچا نہ عشق سمجھ کر) الفقر فخری کے نشہ اول میں مست و مدہوش محو طواف ہیں۔ مارہرہ کی مقدس خانقاہ ہے اور اس پاک نفس کو شب و روز آستانہ بوسی کی ہوس۔ پیر کا جلوۂ جمال ہے اور اس طرف نظارہ پرست نگاہیں۔ نہ اپنی خبر نہ اپنے متعلقین کا ہوش۔ بیٹے نے کیا کمال حاصل کیا کیا دولت پائی۔ اگرچہ روشن ضمیر قلب سے پوشیدہ نہیں لیکن بظاہر کچھ خیال بھی نہیں شیخ کا فرمودہ کہ فضل رسول ان شاء اللہ امام الافاضل خواہد بود۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود	گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

آیت حدیث سے یقین واثق ہے کہ ترقیوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ انا مدینۃ العلم و علی بابہا کے صاحب فرمان کا لخت جگر جو کہہ چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ہاں اگر کبھی کبھی خلوت و جلوت میں خود حضور اچھے صاحب رح اپنی زبان مبارک سے فرزند ارجمند کا کچھ تذکرہ فرماتے ہیں یا حال دریافت کرتے ہیں تو کچھ یاد آجاتی ہے وہاں طب کی تکمیل بیٹے نے کی یہاں مژدہ پہونچایا گیا کہ مولانا مبارک ہو ہمارے فضل رسول کو جہاں خدا نے طبیب بنایا وہاں دست شفا بھی عطا فرمایا۔ مولی تعالی ہزاروں بندگان خاص کی اس ذریعہ سے بھی حاجت براری فرمائے گا۔ یہ دل خوش کن نوید سن کر معلوم ہو گیا کہ صاحبزادے اس فن میں بھی کامل ہو آئے۔

حالت درس و تدریس

مولانا وطن آکر اپنے آبائی قدیمی مدرسہ کو جو اس وقت تک حضرت بحر العلوم مولانا محمد علی صاحب قدس سرہ کے نام کی رعایت سے مدرسہ محمدیہ کہلاتا تھا۔ ترقی کا ایک جدید خلعت پہنایا۔ مسند درس آراستہ کی خود بہ نفس نفیس سلسلہ درس و تدریس شروع کیا۔ مدرسہ قادریہ کے نام سے مدرسہ قدیم موسوم ہوا اعلی گھرانوں

میں طلب و تحصیل علوم کا ذوق و شوق ترقی کرنے لگا۔ ہر طرف سے طلبہ کے گروہ شائقین کے غول آنا شروع ہوئے۔ شہر کے معزز مشتاق علم جو اس وقت تک آرزومند تھے۔ مراد نصیب ہوئے یہاں راقم الحروف کی وقوف اضطراب تمنا میں بیخودانہ دل میں چٹکیاں لے رہی ہیں کہ میں اپنے حضور اقدس حضرت سیّدی تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ کی روح پرور عبارت درج کرکے ناظرین کو بھی لذت تحریر سے محظوظ کروں۔ تحفہ فیض میں سلسلۂ درس کی افتتاحی حالت کے متعلق فرماتے ہیں۔

ہمینکہ بر مسند افادہ واستفادہ قدم نہادند و باب درس و تدریس برروئے طالبان کشادند جوش طلب علم در دل ہمگنان از اہل بلدہ ولواح آں سر زدہ کہ ہر یکے از اصاغر و اکابر محلات بلدہ بذابرائے تحصیل علوم از غلبۂ شوق تام بمدرسہ علیہ حاضر آمدہ از حضور اقدس رضی اللہ تعالٰی عنہ استفادہ خواستند و برائے اجابت مامول خود ہا برخاستند۔ حضور اقدس ابی و مرشدی رضی اللہ تعالٰی عنہ باجرائے افاضات درس تدریس طلبہ را فخر تمام بخشیدند تا آنکہ آوازۂ کمال بتحر علمیہ حضور اقدس رضی اللہ عنہ باطراف و اکناف رسید و از ہر جانب جوق جوق جماعت طلبہ علوم از بلاد و امصار حاضر مدرسہ علیہ گردید۔ گویا دریائے فیوض علمیہ منبسط شدہ و چشمہ آب حیات برائے تشنگان فضل و کمال رواں گشتہ کہ صدہا مردمان تکمیل علوم ساختند و بحصول فراغ پرداختند۔

ابھی آپ کا حلقۂ درس صرف ابتدائی حالت میں تھا کہ آپ کی عالمگیر شہرت نے دنیائے علم میں دھوم مچادی طلبہ کی کثرت سے شہر میں عجیب علمی چہل پہل نظر آنے لگی۔ مساجد طالبعلموں سے معمور ہوگئیں۔ طلبہ کے قیام وطعام کی فکر نے طبع اقدس میں خلش پیدا کردی۔ خود آپ جہاں تک متکفل ہوسکتے تھے ہوئے مگر غنی ابن غنی کے تونگر دل فرزند تھے۔ کسی طالب علم کی ذرا سی تکلیف سنی اور

روح بےچین ہوگئی۔ جہاں کسی کو آب و خورش کا شاکی پایا فوراً دل بھر آیا۔ آخر جب ان ناقابل برداشت تفکرات نے بہت مجبور کیا۔ بغرض نفع رسانی خلق وصلۂ رحم آپ نے تعلق ظاہری کسی جگہ پیدا کرنے کا قصد کیا جس کا ذکر بعد کو ہوگا۔ اس حالت میں بھی آپ جہاں رہے سلسلہ درس ترقی پذیر رہا۔ اوس کے بعد جب باطنی دولت کے مختار ہوئے اور صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغہ کی چوکھی رنگت آپ پر پورے طور پر چڑھی۔ جذب کی مدہوش کن پھلواریوں سے گذر کر سلوک کے مرصع تخت پر آپ نے قدم رکھا اور حرمین شریفین کی ازلی ابدی نعمتوں سے مالامال ہو چکے۔ مدینہ منورہ کے علمی تاجدار علماء عالم کے سرتاج حضرت مولانا شیخ عابد مدنی انصاری اور مکہ مکرمہ کے روشن چراغ امام الائمہ سراج الامہ کے مسند کے وارث حضرت مولانا شیخ عبداللہ سراج مکی قدس سرہما دا باوجودیکہ جملہ علوم و فنون میں سلسلۂ درس جاری تھا حصول برکت کے لیئے جدید اسانید حاصل فرماکر وطن میں مسند درس پر جلوہ آرا ہوئے۔ اُس وقت کی فیض بخشی احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ہندوستان کے ہر گوشہ کے طالب علم بدایوں میں نظر آنے لگے اس سے قبل صرف ظاہری علوم کا فیض جاری تھا۔ اب باطنی کمالات کے سرچشمے بھی اُبلنا شروع ہوگئے اور آپ کی ذات سراپا برکات مجمع البحرین بن کر ظاہر و باطن کی نعمتوں کی قاسم بن گئی۔ بڑے بڑے جید علماء و فقہا جن کے شجرۂ فضل و کمال کی شاخیں ایک عالم پر محیط ہیں آپ کے کاشانہ علم سے فراغ حاصل کرکے اساتذہ عصر بنے۔ قبل اس کے کہ ہم آپ کے مخصوص و مشاہیر تلامذہ سے اپنے ناظرین کو روشناس کرائیں اوّل آپ کے باکمال اساتذہ کے مختصر حالات گوش گزار کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان بزرگوں کی یاد بھی ازسرنو تازہ ہوجائے۔

تذکرۂ اساتذۂ کرام

(۱) سلطان العلما راوستاد مطلق حضرت مولانا نور الحق علیہ الرحمۃ - آپ فرنگی محل کے حرم خانہ علم کے سراج منیر ہیں - آپ کا نورانی شجرہ حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے - آپ ملک العلما حضرت مولانا قطب الدین شہید سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ دویم مولانا محمد سعید قدس سرہ کے پرپوتے ہیں - آپ نے فیض ظاہرو باطن اور مختصرات والد ماجد سے اور کسی قدر ملا محمد مبین سے تحصیل علم کی لیکن خرقہ خلافت اپنے والد ماجد مولانا احمد انوار الحق ابن ملا احمد عبد الحق ابن مولانا محمد سعید قدس اسرارہم سے حاصل تھا - تکمیل علوم منقول و معقول حضرت مولانا بحر العلوم اوستاذ الآفاق حملا عبد العلی مرحوم سے فرماکر ہمیشہ سلسلہ درس و تدریس کو بکمال فروغ جاری رکھا - آپ کے اوقات شبانہ روز جو یاد الٰہی سے باعتبار ظاہر خالی ہوتے وہ طلبہ کی خدمت میں بسر ہوتے - آپ کے مزاج میں حد درجہ انکساری کی شان جلوہ افروز تھی - آپ کی ادائے حلم و تواضع مشہور انام ہو گئی تھی - بیعت سلسلہ قادریہ رزاقیہ میں اپنے والد ماجد سے حاصل تھی - بعد وفات پدر بزرگوار ہر چند مریدین نے مسند خلافت پر بیٹھنے کا اصرار کیا لیکن آپ نے قبول نہ کیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو مسند ارشاد پر بٹھا کر خود نذر پیش کی - حضرت سیف اللہ المسلول سے کمال درجہ انس تھا - اکثر احباب و اقارب سے آپ کی ذکاوت و ذہانت کی تعریف فرماتے اور نہایت فخر و مباہات کے ساتھ خوش ہو ہو کر آپ کا تذکرہ کرتے اور ادھر سے حضرت مولانا بھی جب تک آپ زندہ رہے برابر لکھنؤ آتے جاتے رہے

ملک العلما مولانا قطب الدین شہید سہالوی - آپ علما فرنگی محل کے مورث اعلیٰ ہیں یہ عطاء الٰہی آپ کے خاندان کے ساتھ

۲۳ ربیع الاوّل شریف شب یکشنبہ ۱۲۸۳ھ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔

بسمل شاعر نے تاریخ وصال اس طرح موزوں کی ؎

پے تاریخ ترحیلش چو بسمل ۔۔۔ در معنی بہ کلک فکری سفت
سروش غیب ناگہ با دل زار ۔۔۔ بسوئے حق برفتہ نور حق گفت
۱۲ ۔ ۸۳

از شاعرے دیگر

آں نور کہ بود نور انوار ۔۔۔ در نور چو آں ظہور پیوست
دل کرد خبر ز نور پاکش ۔۔۔ در جلوہ نور نور پیوست

از شاعرے دیگر

علامۂ عصر مولوی نور الحق ۔۔۔ جا زاجل سپرد بہات ابوالے
تاریخ وفات او بنود مرقوم ۔۔۔ نور الانوار مرد بہات ابولے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵

مخصوص ہے کہ آپ کی اولاد میں اس وقت تک نسلاً بعد نسلاً علم و فضل چلا آتا ہے۔ سلسلۂ تلمذ اکثر علماء ہند کا آپ تک پہونچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں شیخ علاء الدین انصاری ہرات سے نواح دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ وہاں سے ملا نظام الدین نے قصبہ سہالی میں آکر اقامت کی۔ آپنے ملا دانیال شاگرد عبد السلام ساکن دیوہ اور شیخ لکھاسی شاگرد شیخ محب اللہ الہ آبادی سے اکتساب علم فرمایا۔ قصبہ سہالی میں آپ کے خاندان اور شیوخ عثمانی کے درمیان شرکت زمینداری کے باعث رنجش تھی جسکا اثر یہ ہوا کہ ایک شب شیوخ عثمانی نے موقع پا کر آپ کے مکان پر چڑھائی کی اور آپ کو قتل کر کے مکان کو جلا دیا۔ آپ نے چار فرزند ملا اسعد۔ ملا محمد سعید۔ ملا محمد رضا ملا نظام الدین صاحب فضل و کمال اپنی یادگار چھوڑے۔ جن کی اولاد اب تک وارث علم و دانش موجود ہے۔ آپ کی شہادت ۱۹ رجب روز دوشنبہ ۱۱۰۳ھ میں ہوئی۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے تاریخ وصال آخر فرمائی ہے۔

امام الاطبا حکیم سید بیر علی موہانی - آپ اپنے زمانہ میں یکتائے عصر سمجھے جاتے تھے موہان کے سادات سے تھے، ہمیں فخر خاندان تھے - آپ کی شہرت کمال نے آپ کو ہمیشہ اعزاز و وقار کے ساتھ رکھا - والی ریاست دھول پور کو جب آپ کے طبی کمالات کا علم ہوا - نہایت توقیر و تکریم کے ساتھ آپ کو اپنی ریاست میں بلایا - اور

بقیہ حاشیہ صہ ا

علامہ مجسمہ ذات فضل وہنر — در دامن ارباب طلب ریخت گہر

دل خوں شدہ تاریخ وفاتش فرمود — قطب عالم شدہ شہید اکبر

ملا محمد سعید[2] لکھنوی - آپ اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد ایک محضر تیار کیا ، دکن پہونچکر حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر خلد مکانی کے حضور بطور استغاثہ پیش کیا دربار سلطانی سے فرمان معافی فرنگی محل عطا ہوا بعد واپسی فرنگی محل پر قابض و دخیل ہوکر جملہ فرزندان شہید مرحوم کو وہیں بلا کر بسایا دوسری مرتبہ پھر حضور بادشاہ میں حاضر ہوکر استنا د عطیات شہنشاہی سے سرفرازی حاصل کی جملہ اسنا دکو وطن روانہ کیا - خود مکہ معظمہ روانہ ہوئے وہیں انتقال فرمایا -

ملا شاہ احمد انوار الحق[3] ابن ملا احمد عبد الحق لکھنوی - آپ کم سنی سے ہی ورع و تقویٰ کے لازث آشنا تھے والد کی صحبت سراپا برکت کے اثر سے فقر کی طرف مائل ہو گئے تھے یہی سبب ہوا کہ مولوی احمد حسین و ملا محمد حسن[4] سے پڑھکر اور مولانا بحر العلوم سے تکمیل علوم کرنیکے بعد معقولات سے بالکل احتراز کر لیا البتہ دینیات مقبول و محبوب رہی - درس و تدریس سے زیادہ رغبت نہ تھی - تمام عمر ذکر و شغل اور یاد الٰہی میں بسر فرمائی - چھ شعبان ۱۲۳۶ ہجری روز سہ شنبہ آپ کا وصال ہوا -

رحمت حق بروح انور باد — مصرعۂ تاریخ ہے

۱۲ ھ ۳۶

ملا احمد عبد الحق[5] لکھنوی آپنے تکمیل علوم اپنے عم مکرم ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی سے کی - تمام عمر درس و تدریس میں بسر فرمائی تمام ارباب لکھنؤ آپ پر اعتماد کلی رکھتے تھے - آپ کی تصانیف سے شرح سلم و حواشی زواہدیہ یادگار رہیں -

بہت جلد آپ نے راجہ کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ ریاست کے سیاسی امور میں آپ کی رائے پر عمل ہوتا۔ باوجود اس عزت و ثروت کے غریب مریضوں پر بے انتہا نظر توجہ رہتی۔ غربا کو اجازت تھی کہ جس وقت چاہیں عرض حال کریں۔ لیکن امرار کے ساتھ ادنیٰ نازک دماغی کے ساتھ کام لیا جاتا جو آپ کے مزاج میں قدرت نے ودیعت کر دی تھی۔ حضرت مولانا کے ساتھ ہمیشہ بزرگانہ شفقت کا برتاؤ رہا اور مثل اپنی اولاد کے آپ کو عزیز سمجھتے تھے۔ اگرچہ مذہباً کئی پشت سے شیعہ تھے لیکن مولانا کی محبت اور دربار نبوت کے فیض نے آپ کو اپنی طرف کھینچا۔ آپ معمولات کے علاوہ درود شریف کی کثرت ایک عجیب ذوق و شوق کی حالت میں فرماتے تھے۔ آخر ایک دن یہ مبارک شغل رنگ لایا۔ بخت خوابیدہ رنگ لایا۔ خواب میں دیدار پر انوار حضور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سرافراز ہوئے کہ تخت مرصع پر حضور جلوہ افروز ہیں۔ چاروں گوشوں پر آسمان نبوت کے چار چاند یعنی چاروں خلفائے راشدین مستغرق تجلی جمال ہیں اور لذت ہمنشینی سے بہرہ اندوز ہیں۔ صبح کو جب بیدار ہوئے جلوۂ حق نے قلب کو روشن کر دیا۔ عقیدۂ باطل جو حضرات شیخین کی جانب سے دل کو تاریکی میں ڈالے ہوئے تھا حرف غلط کی طرح دور ہوا۔ فوراً عقائد باطلہ سے تائب ہو کر مذہب حنفیہ اہل سنت قبول کیا۔ اکبرآباد میں آپ کی وفات ہوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵

بحر العلوم حضرت مولانا عبد العلی لکھنوی۔ آپ ملا نظام الدین کے آخر عمر کی یادگار رہیں سترہ سال کی عمر میں والد ماجد سے جملہ علوم کی تکمیل فرمائی اسی سال والد کا انتقال ہو گیا۔ بعض کتب معقول و منقول کے مسائل دقیقہ ملا کمال الدین سہالوی سے جو بہلے بزرگوار کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اخذ کیے۔ بچند وجوہ لکھنؤ سے جدا ہو کر حافظ الملک نواب رحمت خاں کی کمال قدردانی کے باعث شاہجہاں پور میں مدرس رہے اوسکے بعد فیض اللہ خاں والی رامپور کے رامپور لے آئے۔ یہاں سے قلت معاش کے باعث بہار میں منشی صدر الدین کے یہاں

اور وہیں مدفون ہیں۔ صحیح انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔

رئیس العلماء مولانا الشیخ محمد عابد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سیف اللہ المسلول

نے پہلی بار سفر حج میں جب زیارت حضور سید البشر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے عزت حضوری حاصل کی آپ سے سند حدیث لی۔ آپ مولانا احمد علی بن الشیخ یعقوب سندھی کے فرزند فقیہ و محدث جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ نواح حیدر آباد سندھ میں شہر سیہون میں پیدا ہوئے۔ علماء زبید ملک یمن سے اکتساب علوم فرمایا۔ وہاں سے صنعاء میں تشریف لائے۔ وزیر یمن نے آپ کو یکتائے عصر اور علامہ دہر سمجھ کر اپنی لڑکی کی شادی آپ سے کر دی اور آپ امام صنعا کی جانب سے مصر کی سفارت پر مامور ہوئے مصر سے جب وطن کا جوش آپ کو سندھ میں لایا اور قصبہ نوارٹی میں کچھ دنوں قیام کرکے دلولہ باطنی کی ترقیوں سے مضطرب ہو کر مدینۃ الرسول میں ہجرت کرکے آ گئے۔ خدیو مصر کی جانب سے رئیس العلماء مدینہ منورہ مقرر ہوئے آپ مذہب حنفیہ کے دلدادہ و جاں نثار اور حضرت سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شیدائی تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں کتاب مواہب اللطیفہ علی مسند الامام ابی حنیفہ طوالع الانوار علی الدر المختار و شرح تیسیر الوصول الی احادیث الرسول و شرح بلوغ المرام۔ علمی کتب خانوں کی زیب و زینت کا سبب ہیں آپ نے مدینہ منورہ میں بروز دوشنبہ ماہ ربیع الاوّل ۱۲۵۷ھ میں متاع جان کو جان آفریں کی جناب میں پیش فرمایا۔ جنت البقیع میں محو استراحت ہوئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵

سلسلہ درس جاری فرمایا۔ یہاں جب کچھ ان بن ہو گئی تو نواب علی محمد خاں والی کرناٹک نے آپ کو نہایت عزت و تکریم سے مدراس بلا لیا اور مدرسہ جاری کیا۔ بحر العلوم کا خطاب دیا۔ تمام عمر مولانا نے یہیں بسر فرمائی۔ تمام ہند میں کوئی ذی علم نہیں جو آپ کے فضائل علمیہ کا قائل نہ ہو۔ ۱۲ رجب ۱۲۳۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی مشہور تصانیف کثیرہ آپکی یادگار ہیں

حضرت سراج العلما ر مولانا عبد اللہ سراج مکی علیہ الرحمہ کعبہ شریف کی نورانی حریم کے اندر آپ محو تجلیات قدس ہو کر تفسیر و حدیث کا درس دیتے تھے علمار مکہ آپ کی نوازش علم و فضل سے نورانیت حاصل کرتے آپ کی درسگاہ کا فیض حجاز سے گزر کر شام و عراق تک جاری و ساری تھا۔ ہند میں بھی روشنائی کلک حضرت فضل رسول سے سراج مکہ کی جلوہ ریزی ہو رہی تھی۔ ایام حج میں اکثر حضرت مولانا آپ کے حلقۂ درس کے مزے لیتے۔ بعض اوقات سماعت حدیث کی لذت حاصل فرماتے۔ یہاں تک کہ حضرت سراج العلمار نے آپکی جبین روشن میں فضل و کمال کی چمک دیکھ کر سند خاص عطا فرمائی۔ آپ بھی حضرت امام الائمہ سراج الامۃ رضی اللہ تعالے عنہ کی مجلس علمی کے روشن چراغ تھے۔ آپ کا وصال مکہ معظمہ میں ہوا۔ تاریخ وصال تحقیق نہ ہو سکی۔

حضرت مولانا کے اساتذہ کرام میں صرف ان حضرات کا مختصر حال درج کر دیا ہے جن سے اپنے گھر کے علاوہ آپ نے استفاضہ کیا ہے اوستاد اول آپ کے آپ کے جد بزرگوار ہیں۔ جن کا سلسلۂ درس دور تک اپنے ہی آبا و اجداد کے احاطہ کے اندر محدود چلا گیا ہے۔ آپ کے جد امجد کا تذکرہ سلسلۂ انساب میں ہم لکھ آئے ہیں۔ اس کے علاوہ جب عرفان الٰہی کی خلوت قدس میں آپ نے قدم رکھا تو والد بزرگوار کے باران فیض سے دل سیر ہو کر حصہ لیا۔ باطنی دولت ظاہری علم کے ذریعہ سے بھی اس طرح تحصیل کی کہ فصوص الحکم اور مثنوی مولانا روم کو بالاستیعاب والد ماجد سے پڑھنا شروع کیا اور یوں رشتہ تلمذ کو والد بزرگوار کے دامن دولت سے وابستہ کیا۔ والد ماجد کا سلسلہ درس بوساطت حضرت بحر العلوم مولانا محمد علی جن کا ذکر پیشتر ہو چکا علامہ جلال الدین دوانی تک پہونچتا ہے۔ تمام سلاسل کا ذکر حضرت اقدس سیدی تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر الاسانید میں جسکو آپ نے اپنے مستفید رشید جناب مولوی محمد حسن سنبھلی کی خاطر مرتب فرمایا تھا جو بی

لکھ رہا ہے۔ یہ تذکرہ رسالہ کی صورت میں مطبع مجتبائی دہلی میں مولوی معین الدین کیفی میرٹھی نے مطبوع کرادیا ہے۔ رسالہ عربی زبان میں ہے۔

حلقۂ درس

آپ کے تلامذہ کا ذکر ایک مشکل اور دشوار کام ہے۔ جس ذات ستودہ صفات نے ساٹھ برس کے قریب سلسلۂ درس کو سفر و حضر ہر حالت میں جاری رکھا ہو۔ جس کی شہرت کا آفتاب مشرق سے مغرب تک شعاع بار ہو اوس کے تلامذہ کا حصر حیطۂ تسطیر اور احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ حالت سفر میں خصوصاً ہندوستان سے باہر جو صدہا بزرگ آپ کے علمی فیضان سے فیضیاب ہوئے اون کا ذکر ہی کیا۔ خاص ہند کی سرزمین میں بزمانہ سیاحت و قیام بیرونجات جو لوگ مستفیض ہوئے اون کے اسماء گرامی بھی معلوم نہو سکے آپ کے پہلو میں ایک خدا پرست اور خدا ترس دل تھا جو ہر وقت عجز اور انکسار کا خوگر۔ کبر و غرور کا قاطع تھا۔ نہ آپ کے لیے کسی ایک یا ہزاروں کی شاگردی مایۂ ناز تھی نہ آپ یا آپ کے خاندان کو اپنے علو کا کبھی خیال ہوا۔ آجکل کیسے جاہ پرست مولویوں کا وہ زمانہ نہ تھا جو مسجد کے ممبروں وعظ کی مجلسوں میں بیٹھ بیٹھ کر اپنی تعریفوں کے خطبے خود اپنی زبان سے کرتے ہیں یا اجرتی مناووں کے ذریعہ سے اپنے مناقب طشت از بام کراتے ہیں۔ اوس زمانہ کے پاک نفوس بالخصوص ہمارے حضرت اقدس کی ذات گرامی صفات ان تخیلات سے ہمیشہ نفور رہی آپ سے ہزاروں نے استفادہ و استفاضہ کیا مگر کبھی آپ نے اپنے مستفیدین کی نام تو کیا اس قسم کا تذکرہ بھی نہ فرمایا۔

البتہ مدرسہ عالیہ تاوریہ میں جو طلبہ بیرونجات کے آئے اور نعمت علم سے جھولیاں بھر بھر کر گھروں کو واپس ہوئے اور پھر اون کی شہرت کمال نے دنیا میں ایک

اور ہم میں جا دی اون کے دیکھنے والے اون کے حالات کے واقف کار اب بھی موجود ہیں۔ اِن معمر حضرات کی امداد سے جن اکابر کے حالات معلوم ہوسکے اون میں سے بعض مشاہیر کا مختصر تذکرہ ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ آپ کے تلامذہ جملہ علوم وفنون میں آپ سے مستفیض ہوئے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جنھوں نے محض فن طب کو عملاً وعلماً اخذ کیا ہے۔ بعض وہ ہیں جنھوں نے صرف قرات حدیث کرکے سند حدیث حاصل کی ہے۔ بعض فراغ تام حاصل کرکے اپنے گھروں کو شاد کام واپس ہوئے ہیں۔ اگر فرداً فرداً ہر ایک شخص کا حال لکھا جائے تو اوس کے لیئے اوّل تو وقت کی ضرورت دوسرے ایک جداگانہ کتاب کی ترتیب کی حاجت ہوگی۔ اسی طرح اگر ذی علم احباب وطن کا تذکرہ لکھا جائے جنھوں نے جوش ارادت اور فرط عقیدت سے مدرسہ عالیہ قادریہ میں ناقص یا کامل تعلیم پائی اور بعد کو کسب معاش کے افکار نے انکو مشاغل علمی کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا تو بھی ایک دفتر بے پایاں مرتب ہو جائے اور پھر یہ لطف مزید براں ہو کہ ہر شخص کو ہم سے شکایت کا موقع ملے کہ ہمارے اکابر میں سے فلاں بزرگ کا حال کیوں نہ لکھا اس لیئے کہ وہ بھی تو زمرۂ مستفیضین میں شامل تھے۔ کیونکہ راقم کے علم میں اوس زمانہ کے شرفا بدایوں میں کوئی ایسا شخص نہ نکلے گا جس کے گلو نے ارادت میں آپ کے گلشن فیضان کے ظاہری وباطنی پھولوں کا ہار نہ ہو۔ اس لیئے ہمارے ناظرین خصوصاً ہمارے برادران وطن معاف فرمائیں گے اور ہمیں اختصار تحریر کے باعث معذور سمجھینگے۔ صرف اسی خیال سے صرف چند اکابر شہر کے نہایت مختصر حالات تحریر کیئے گئے بعض تذکرات میں بھی جو مشہور ومطبوع ہیں۔ صرف چند نام جو مصنفین کتب کو معلوم ہوسکے ہیں درج ہیں۔ بوارق محمدیہ کے آخر میں بھی تلامذہ کا ذکر ہے۔ انھیں تذکروں سے بطور اختصار پیشکش ناظرین ہیں۔

احوال بعض علما مشاہیر کہ تلامذۂ جناب ہیں

قاضی القضاۃ جناب مولانا مفتی اسد اللہ خاں صاحب الہ آبادی۔ آپ اکابر علماء ہند سے گذرے ہیں۔ نہایت زبردست فقیہ تھے۔ تکمیل و تحصیل علوم حضرت اقدس قدس سرہ سے فرمائی۔ اوّل فتحپور میں مفتی عدالت ہوئے اس کے بعد صدر آگرہ میں بعہدۂ قاضی القضاۃ فائز ہوئے۔ بعدہٗ جون پور میں صدر الصدور ہو کر تشریف لے گئے۔ آخر عمر تک وہیں مقیم رہے۔ آخر میں تمام تعلقات ظاہری کو قطع کرکے گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ حرمین الشریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یکم جمادی الاول سنہ ۱۳۰۰ھ بروز دوشنبہ انتقال فرمایا۔ صاحب تذکرہ علماء ہند نے جو کچھ آپ کی نسبت لکھا ہے صرف اسی کو بجنسہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی ابن مفتی کریم قلی۔ بزرگی خاندان ایشاں ہمگناں ظاہر و ہویدا است۔ دانشمند ذکی و متقی باوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ آراستہ و پیراستہ بودہ۔ نسبت تلمذ بمولانا فضل رسول بدایونی داشت ہنگامیکہ در فتحپور مفتی عدالت بودہ فقیر جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) شرح عقائد نسفی و مشکوٰۃ شریف در خدمت بابرکت شان سبقاً خواندہ باز قاضی القضاۃ صدر آگرہ و در اخیر صدر الصدور جون پور شدہ بتاریخ یکم جمادی الاول یوم دوشنبہ سال سیزدہ صد ہجری لاالہ انت گویاں جاں بجاں آفریں سپردہ بمحلہ چہار ساری محلات جون پور مدفون شد طاب اللہ ثراہ۔

مولانا مفتی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی۔ آپ علماء ہند میں آسمان شہرت کے آفتاب ہیں۔ علماء چڑیا کوٹ سے علمی دنیا کا ہر فرد بشر بخوبی واقف ہے۔ آپ قاضی عطا رسول کے پوتے مولانا قاضی علی اکبر کے صاحبزادہ ہیں

سنہ ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ عباسی النسل ہیں۔ ابتدائی صرف و نحو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ بعدہ مولانا احمد علی صاحب چریاکوٹی سے فیض تلمذ حاصل کیا حدیث شریف مولوی حیدر علی ٹونکی سے اخذ کی۔ علم ادب و ہیئت وغیرہ علوم عقلیہ کی تکمیل حضرت اقدس قدس سرہ سے فرمائی۔ بعد حصول فراغ تمام جانب وطن مراجعت کی اور عرصہ تک سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا اسی اثنا میں عبری زبان کی تحصیل کا شوق ہوا۔ کلکتہ جاکر فضلا یہود سے اس زبان کو حاصل کیا آپ خاص طور پر منتخب طلبہ کو تعلیم دیتے۔ ہجوم طلبہ کو پسند نہ فرماتے آخر عمر میں اس سلسلہ کو بھی ترک فرما کر عزلت گزیں ہو گئے۔ مولانا محمد فاروق مرحوم آپ کے برادر خورد اور ارشد تلامذہ سے تھے جن کے شاگرد مولوی شبلی نعمانی اعظم گڈھی سابق مہتمم دار العلوم ندوہ وغیرہ بقید حیات ہیں۔ ابھی ہم اپنی کتاب کو صاف کر رہے تھے کہ ۲۰ نومبر ۱۹۱۴ع کی اخبار زمیندار میں مولوی شبلی کے انتقال کی خبر شائع ہوئی کہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ع بروز چہار شنبہ بوقت صبح فوت ہو گئے۔

یہ ایک آزاد خیال جدید روش کے صاحب تصانیف کثیرہ قومی مولوی تھے اور باعتبار شہرت و قبول زمرۂ اہل علم جدیدہ میں نامور اور مسلم مانے جاتے تھے۔ قاضی القضاۃ مولانا مولوی سید عبد الفتاح عرف اشرف علی حسنی حسینی نقوی گلشن آبادی۔ ابن سید عبد اللہ حسینی نواح ناسک خاندیش ہیں آپ فاضل اجل عالم باعمل مشاہیر علما میں شمار کیے جاتے ہیں۔ متعدد علما سے اکتساب علم کیا کتب متداولہ کی تکمیل ملا محمد اکبر شاہ کشمیری خلیفہ حضرت اقدس قدس سرہ و معلم ابراہیم بالمکلطہ بمبئی وغیرہ میں کی تصوف و حدیث وغیرہ کی تکمیل حضرت حضرت اقدس سے فرمائی اولاً عدالت ضلع خاندیش میں مفتی مقرر ہوئے بعدہ مدرسہ الفنسٹن واقع بمبئی میں مدرس عربی و فارسی مقرر ہوئے۔ ترک ملازمت کے بعد سرکار انگلیشیہ کے عرصہ تک پنشن خوار رہے۔ گورنمنٹ میں

آپ کا بہت کچھ اعزاز و وقار رہا۔ آپ کی علمی خدمات اور خاندانی وجاہت کے لحاظ سے گورنمنٹ نے آپ کو جسٹس آف دی پیس اور خان بہادر کے معزز خطاب عطا کئے درس و تدریس کے شغل کے سوا تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا واعظ بھی اعلیٰ پایہ کے تھے۔ اکثر تصانیف مثل تحفۂ محمدیہ فی ردّ وہابیہ۔ تائید الحق۔ جامع الفتاوی چار جلد میں۔ خزینۃ العلوم۔ تاریخ الاولیا وغیرہ مطبوع ہو کر مشہور ہو چکی ہیں۔ مولوی سید نظام الدین مولوی شیخ قطب الدین۔ سید بچو میاں وغیرہ علمائے خاندیس آپ کے شاگرد ہیں۔ سید امام الدین احمد۔ سید سراج الدین دو صاحبزادہ اپنی یادگار چھوڑے۔

مولوی خرم علی صاحب بلہوری حضرت اقدس سے جملہ علوم کی تکمیل کے بعد دہلی پہونچے۔ خاندان شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی سے سند حدیث حاصل کی۔ مولوی اسمٰعیل و مولوی اسحٰق دہلوی مقتدایان فرقہ وہابیہ کی صحبت کا اثر دل میں گھر کر گیا سادہ لوح سیدھے سادھے آدمی تھے۔ سید احمد صاحب رائے بریلوی کے جو پیر مقتدائے وہابیہ تھے مرید ہو گئے۔ بہت سی کتابیں فرقہ اسمٰعیلیہ کی تائید میں لکھیں اکثر عربی کتب کا ترجمہ اہل مطابع کی فرمایش سے کیا۔ کچھ دنوں نواب ذو الفقار علی خاں رئیس باندا کی ملازمت اختیار کی اور حسب فرمایش درمختار کا اردو میں ترجمہ کیا۔ کتاب النکاح کی تکمیل کے بعد کتاب الحج کا ترجمہ ختم کر چکے تھے کہ وقت آخر گیا باوجود اس کے کہ مذہب میں اختلاف تھا مگر حضرت اقدس کی خدمت میں جب حاضر ہوتے نہایت ادب و تکریم کے ساتھ پیش آتے شرم سے کبھی سر اوپر نہ اوٹھاتے۔ جب کچھ گفتگو عقائد کے متعلق چھڑ جاتی اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرتے کہا جاتا ہے آخر العمر میں مذہب حقہ اہلسنت کی طرف رجوع ہو گئے تھے۔ بہت سی کتب آپ کی مولفہ مترجمہ ہیں۔ درس و تدریس کا شغل بھی جاری تھا۔ آداب الحرمین ترجمہ مشارق الانوار۔ نصیحۃ المسلمین رسالہ منع قرات فاتحہ خلف الامام وغیرہ رسائل آپ کی تصنیف سے ہیں ۱۲۷۱ھ میں انتقال ہوا۔

مولانا سخاوت علی عمری جونپوری مہاجر مکی۔ آپ بھی اکابر علما و فضلا سے ہیں۔ اکثر علما عصر سے کتب متداولہ کی تحصیل کی بغرض تکمیل و حصول سند حضور اقدس کی خدمت میں باریابی حاصل کی۔ اس سے پیشتر بھی بنارس و لکھنؤ میں حاضر خدمت رہ کر شرف تلمذ سے مشرف ہو چکے تھے ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے درس و تدریس کا حد درجہ شوق تھا۔ اصل وطن آپ کا قصبہ منڈیاہوں ضلع جونپور تھا لیکن بعد فراغ جامع مسجد شاہی جونپور میں جو اہل تشیع کے تصرف میں عرصہ سے تھی مدرسہ ربانیہ قائم کیا اور مسجد کو اغیار کے دخل سے پاک کیا۔ کچھ عرصہ تک باندا میں نواب ذوالفقار علی خاں بہادر کے یہاں مدرس رہے۔ مفتی مولانا اسد اللہ خاں صاحب مرحوم الہ آبادی سے آپ کے مراسم اتحاد زیادہ تھے۔ اکثر آمدورفت کا سلسلہ بھی رہتا تھا۔ آپ بھی صاحب تصنیف کثیرہ ہوئے۔ رسالۃ القویم۔ عقاید نامہ۔ رسالہ کلمات کفر رسالہ اسلم وغیرہ آپ کی تصانیف سے ہیں شیعوں کے رد میں آپ کو زیادہ توغل تھا۔ اکثر مولوی آپ کے شاگرد ہیں۔ جن میں مولوی کرامت علی جونپوری۔ مولوی محمد عمر غازی پوری مولوی سید خواجہ احمد نصیر آبادی۔ مولوی شیخ محمد مچھلی شہری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آخر عمر میں بارادہ ہجرت مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے اور وہیں ۶ شوال ۱۲۷۴ھ میں انتقال فرمایا چار صاحبزادہ یادگار چھوڑے۔ مولوی محمد مولوی حکیم محمد جنید۔ مولوی محمد شبلی مولوی حافظ ابوالخیر محمد مکی انھوں نے ابتداً وہابیت کے رنگ میں رنگ کر رسائل تصنیف کئے بعدہٗ تائب ہو گئے

حضرت مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

نہایت مشہور و معروف مشائخ مجددیہ ہند سے ہیں۔ آپ کے متوسلین اور مریدین کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اب بھی آپ کے سلسلہ کے مرید و معتقد کثرت سے ہندوستان میں موجود ہیں۔ علاوہ کتب دینیہ کے رسائل تصوف بکمال تحقیق و تدقیق حضرت اقدس سے اخذ فرمائے۔ قطع نظر شاگردی کے حضرت

اقدس سے نہایت عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ بعض اعمال و اذکار کی خاص طور پر اجازت بھی حاصل کی تھی اکثر تصانیف حضرت اقدس پر تقریظات بھی لکھی ہیں۔ آپ مولانا شاہ ابو سعید عمری دہلوی کے فرزند ہیں۔ غرۂ ربیع الاوّل ۱۲۱۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مظہر زیر داں آپ کا تاریخی نام رکھا گیا۔ بیعت و خلافت سلسلۂ نقشبندیہ میں سید شاہ غلام علی علوی دہلوی سے (جو مظہر جان جاناں کے مشہور خلیفہ تھے) حاصل تھی آخر عمر میں مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ وہیں آپکا ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو وصال ہوا جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ تصوف اور ردّ وہابیہ میں آپ کے رسائل مشہور و معروف ہیں۔ مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب مرحوم رام پوری جن کے بکثرت شاگرد اس زمانہ میں خاص رام پور و دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ آپ کے ارشد تلامذہ اور صاحب مجاز خلفاء میں تھے۔

حضرت سید شاہ محمد صادق میاں صاحب برکاتی مارہروی قدس سرہ

آپ مارہرہ مطہرہ کے سدا بہار باغ کے ایک مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ آپ کی سنہری صورت اچھی سیرت۔ اچھے ستھرے جلووں سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ آپ حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ کے بڑے صاحبزادہ ہیں ۷۔ رمضان المبارک ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم دینیہ کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ بیعت خلافت اپنے عم مکرم حضرت سید شاہ محی الدین قدس سرہ سے حاصل تھی اس کے سوا اپنے والد اور اپنے عمّ اعظم سید شاہ حضرت آل رسول قدس سرہ کی جانب سے بھی صاحب مجاز تھے۔ آپ کے دامن کرم میں دولت فقر اور دولت دنیا دونوں موجود تھیں۔ سیتاپور میں آپ مدت العمر بسلسلہ وکالت مقیم رہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے آنریری مجسٹریٹ بنا دیے گئے تھے۔ باوجود اس عزت و حکومت کے درویشانہ گزر فرماتے تھے۔ طبیب اعلیٰ درجہ کے تھے اور فن طب کو علماً عملاً حضرت اقدس سے حاصل کیا تھا۔ ۲۰ ر شوال ۱۳۲۶ھ ہجری بمقام سیتاپور آپ کا وصال ہوا اور اپنے ہی باغ میں مدفون ہوئے۔

ع باوصل خدا شد محمد صادق (۱۳۲۶ھ) مصرعہ تاریخ وصال ہے۔

مولانا سید اولاد حسن صاحب موہانی۔ آپ مولانا سید آل حسن صاحب موہانی کے خلف الصدق ہیں جنکی تصنیف کتاب استفسار رد نصاریٰ ہیں مشہور ومعروف ہے۔ آپ نہایت ذکی عالم باعمل اور صاحب زہد و اتقا تھے جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل وتکمیل حضرت اقدس سے فرمائی تھی اوائل عمر سے ہی فقر کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ریاضت وعبادت میں زیادہ وقت صرف ہوتا تھا۔ کثرت اشغال سے حالت جذب طاری ہوگئی۔ بیخودانہ مستی کے عالم میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا۔ حضوری سرکار رسالت سے دیدہ ودل منور کرکے واپس ہوئے۔ بمبئی آکر مبتلائے امراض ہوگئے اور بمبئی ہی میں وصال ہوا۔

مولوی سید اشفاق حسین سہسوانی۔ آپ قصبہ سہسوان ضلع بدایوں کے سادات کرام سے ہیں علوم درسیہ اور فنون طب کی تحصیل وتکمیل بکمال تحقیق حضرت اقدس سے حاضر آستانہ ہوکر فرمائی تھی اور تکمیل طب اور نعمت بیعت حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید سے پائی تھی آپ کے سچے خلوص اور حقیقی ارادت نے شیخ کی چشم کرم کو اپنی طرف متوجہ کرلیا انعامات خاص سے دامان طلب بھرکر گھر واپس ہوئے۔ سرکاری ملازمت میں مراتب جلیلہ سے سرافرازی حاصل ہوئی ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ سے پنشن پائی اسی عہدہ پر آپ کے صاحبزادے سید غلام جیلانی مرحوم بھی فائز ہوکر پنشن یاب ہوئے۔ آپ نے حالت حکومت میں بھی پیر کی آستانہ بوسی اور پیرزادوں کی خدمت کو سرمایہ افتخار جانا۔ آخر عمر میں جب بریلی میں ندوۃ العلماء کا جلسہ ہوا اور آپ کے احباب نے آپ پر زور ڈالا تو ندوہ کے مخلصین میں آپ بھی داخل ہوئے۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ کا مفاوضہ شریفہ مطبوعہ متعلق ندوہ آپ ہی کے نام تھا۔ اگرچہ اوس وقت دوستوں کی دلشکنی کی وجہ سے ندوہ سے آپ علیحدہ نہ ہوسکے لیکن بعد کو پھر کسی جلسہ میں شریک نہ ہوئے

حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ بریلی میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں انتقال ہوا۔

مولوی کرامت علی جون پوری۔ ابتدا میں جب مولانا سخاوت علی عمری جون پوری کے ہمراہ بدایوں آئے۔ جب تک حضرت اقدس کی حضوری رہی سیدھے سادے طریق حقہ اہل سنت پر قائم رہے گر حصول علم میں سعی بلیغ کرتے رہے جب سند فراغ پائی اور تکمیل کے بعد گھر کو واپس ہوئے بدعقیدگی نے آنکھوں پر پردہ ڈالا صراط مستقیم کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اعتقادات فرقہ وہابیہ کی طرف مائل ہوگئے اور تقلید ائمہ کا ٹپکا کمر سے نکالا۔ درس وتدریس کے مشاغل کے ساتھ وعظ گوئی کا ملکہ بھی حاصل ہوا۔ اس ذریعہ سے باشندگان ڈھاکہ اور بنگال کو اپنا ارادت مند بنالیا۔ آخر عمر میں اوستاد کی باطنی کشش نے پھر اپنی طرف کھینچا اور صحیح العقیدہ سنی بن کر بمقام رنگپور ۳ ربیع الاخر سنہ ۱۲۹۰ھ میں وفات پائی۔ مفتاح الجنت وغیرہ بہت سے رسالے آپ کی تصنیف سے ہیں۔ اور نواح بنگال میں ہزارہا آدمی آپ کر معتقد ومستفید ہیں۔

مولوی قاضی تجمل حسین عباسی۔ آپ سروئی ضلع مرادآباد کے روسار باوقار میں سے تھے۔ سلسلہ نسب حضرت عباسؓ عمّ رسول اکرم صلعم تک پہنچتا ہے آباؤ اجداد قاضی کہلاتے تھے آپ تحصیل علم کا شوق دل میں رکھتے تھے۔ اسی پرزور شوق نے مسند ریاست سے اوٹھاکر بدایوں طالبعلمانہ زندگی بسر کرنے کے لیے پہونچایا۔ اگرچہ ثروت وامارت نے دامن کھینچا لیکن استقلال وہمت نے پائے طلب کو لغزش سے روکے رکھا۔ اکثر کتب دینیہ حضرت اقدس سے بکمال ارادت پڑھیں۔ دست ہمت حاجتمندوں پر ہمیشہ کشادہ رکھا۔ امیرانہ صورت میں فقیرانہ سیرت کے رنگ موجود تھے۔

تاجدار مسند غوثیہ جلوہ آرائے سجادۂ قادریہ نقیب الاشراف حضرت سیدی

مولانا پیر سید سلیمان صاحب بغدادی قدس سرہٗ - آپ حضرت مولانا پیر سید علی صاحبؒ کے صاحبزادہ حضور غوث اعظمؓ کے نورِ نظر سیدنا عبدالوہاب صاحبؓ کی اولاد امجاد سے ہیں بزمانہ حاضری دربار مقدس حضرت بغداد حسب الارشاد اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کے حضرت اقدس سے آپ نے تلمذ و اجازت سلسلہ حاصل فرمائی - آپ کی شان اوس سے ارفع و اعلیٰ ہے جو ایک قادری آستانہ کے خادم بے ریا کے قلم سے احاطۂ تحریر میں آسکے - حضور غوث الثقلینؓ کے دربار سراپا انوار کے تاجدار کے مناقب و محامد کے اظہار سے زبانِ قلم عاجز ہے حضرت سیدی تاج الفحول سید شاہ فقیر نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ جب حاضر بغداد شریف ہوئے اس وقت آپ ہی نقیب الاشراف تھے - نگاہ اوّل میں ہی زبان مبارک سے فرمایا انت ابن فضل رسول اللہ اور مسند مبارک سے تکلیف فرما کر تقدیم فرمائی اور توقیر و تکریم کر کے اپنی مسند پر اپنے پہلو میں جگہ دی اور برابر اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا پیر سید مصطفےٰ صاحب کے یہاں حضرت تاج الفحول کو مہمان رکھا - اور جس طرح آپ نے حضرت اقدس سے تلمذ و اجازت حاصل فرمائی تھی اوسی طرح اپنے صاحبزادہ صاحب کو حضرت تاج الفحول کے سلسلہ تلامذہ میں داخل فرما کر اجازت دلوائی پیر سید مصطفےٰ صاحب کے صاحبزادہ جناب پیر سید ابراہیم صاحب ۱۳۳۲ھ ہجری قدسی میں ہندوستان میں بغداد شریف سے رونق افروز ہوئے - مسلمانان ہند نے نہایت تجمل و احترام کے ساتھ ہر شہر میں آپ کا خیر مقدم کیا - فی الحال بمبئی میں آپ تشریف فرما ہیں اسکے سوا تلامذہ میں حکیم قاضی محمد مشتاق علی صاحب - بدایونی ثم البریلوی - مولوی سید بنیاد شاہ صاحب سنبھلی - حکیم محمد ابراہیم صاحب مولانا احمد علی صاحب رامپوری - مولانا سید برہان الدین خاں صاحب حیدرآبادی مہاجر مدنی - اوستاد میر نواب رضا علی خاں صاحب حیدرآبادی مولوی سید ارجمند علی صاحب نقوی قنائی - آپ سادات قنائی محلہ

سید بارہ سے تھے حضرت مولانا سید علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ نے (جو استاد حضور محبوب الٰہی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہیں) آپ کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ آپ بدایوں کے باکمال لوگوں میں سے ہیں فن تحریر کے مختلف صنائع بدائع کے موجد تھے۔ خوشنویسی کے استاد کامل تصور کئے جاتے ہیں۔ تحصیل و تکمیل علوم دینیہ کی حضرت اقدس سے فرمائی نعمت بیعت آپ کو اور آپ کے برادران و ہمشیرگان کو حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید سے حاصل تھی۔ آپ ریاست گوالیار میں عرصہ تک عہدہ ہائے جلیلہ پر مامور رہ کر ۱۲۷۵ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔

مولوی شیخ جلال الدین صاحب متولی۔ حضرت شیخ عبداللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے) کی اولاد بدایوں میں متولیوں کے لقب سے نامزد ہے۔ آپ بھی اسی خاندان کے مایۂ ناز بزرگ ہیں۔ آپ کا زہد و تقویٰ مشہور انام اور آپ کا فیض غربا پر عام تھا۔ فن تجوید میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ لذت شعر و سخن بھی لطف زندگی کا باعث تھا۔ باقر تخلص فرماتے تھے۔ شعراء وطن آپ سے استفادہ سخن حاصل کرتے تھے۔ آپ کے بھائی شیخ جمال الدین حسن المتخلص بہ حسن اور شیخ وصف اللہ وغیرہ آپ کے شاگرد تھے ۱۲۶۹ھ میں انتقال ہوا۔

ع[1] حضرت مولانا سید علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ آپ حضرت شرف الدین اعلیٰ علیہ الرحمۃ کے فرزند مولانا جلال الدین تبریزی کے مرید حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے استاد بدایوں کے متقدمین اولیاء اللہ سے ہیں۔ آپ کے حالات فوائد الفواد شریف میں حضرت محبوب الٰہیؒ کی زبان مبارک سے بیان ہوئے ہیں اس کے سوا اور کتب سیر بھی آپ کی ثنا سے حال ہیں۔ علامہ قاسم نے تاریخ فرشتہ میں بزمانہ کبرسنی آپ کا دہلی پہونچ کر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا اور خرقہ حاصل کرنا بھی لکھا ہے۔ مزار شریف بدایوں میں متصل

شیخ رسول بخش صاحب نے آپ کی تاریخ وفات عجیب صنعت کے ساتھ لکھی ہے

جلال الدین باقر صاحب علم	ز دنیا راہی ملک بقا شد
سرنامش سہ چنداں بہر آحاد	پے عشرات تضعیفش روا شد
تا لش یا تم ور چار گونہ	بدیں ترکیب تاریخش ادا شد

حکیم وجیہہ الدین صاحب۔ آپ قاضی محلہ کے رؤسا میں سے ہیں نسباً صدیقی ہیں اور فن طب اور علم دین کی تعلیم خاص طور پر حضرت اقدس سے پائی تھی باوجود تعلقات دنیوی بڑے دین دار اور احکام دین کی سختی سے پابندی کرنے والے تھے۔

آپ کے ہاتھ میں شافی مطلق نے برکت و شفا کا خاص اثر رکھا تھا۔ مایوس العلاج مریض آپ کی حسن توجہ سے شفایاب ہوتے تھے۔ آپ مرید باخلاص حضرت سیدی شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کے تھے۔ شعر و سخن سے بھی ذوق تھا۔ وجیہہ تخلص کرتے تھے۔ آپ نے ایک سلام اپنے شیخ کی مدح میں نظم کیا تھا جس کا مطلع و مقطع یہ ہے۔

اسلام ای عاشق رب حمید	ہادی دیں عین حق عبدالمجید
بر وجیہہ خویشتن از فضل و کرم	یک نظر فرما کہ مستغنی شوم

ماہ رمضان المبارک ۱۲۹۱ھ میں انتقال ہوا۔ حسب وصیت آستانہ قادریہ میں مدفون ہوئے۔ اولاد آپ کی بدایوں میں موجود ہے۔

حکیم شیخ تفضل حسین صاحب۔ آپ روسائے مولوی محلہ سے ہیں۔ علم طب میں حضرت اقدس سے تعلیم پاکر مہارت کامل حاصل کی تھی خصوصاً تشخیص امراض اور ملکہ نبض شناسی میں صاحب کمال تھے۔ لیکن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱

آستانہ حضرت سلطان جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانب شرق و جنوب بن میں ہے۔

بسبب احتیاط اکثر حاجت سے احتراز فرماتے تھے - نہایت وسیع الاخلاق متدین متورع تھے اوس کے ساتھ ہی صاحب ثروت بھی تھے سنہ ۱۲۹۶ ہجری میں انتقال ہوا

مولوی امانت حسین صاحب دانشمند - آپ شاہ محبوب عالم صاحب کے صاحبزادہ ہیں آپ کا خاندان کئی پشتوں سے دانشمند کہا جاتا ہے شرافت و امارت کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے - مولوی محلہ میں اقامت پذیر ہے - آپ نے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ طلب علم کی جانب توجہ کی حضرت قدس سے تکمیل علوم دینیہ فرما کر تبحر حاصل کیا - منجانب سرکار مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور منصفی درجہ اول کا عہدہ حاصل کیا - کتب بینی اور کتب جمع کرنے کا نہایت شوق تھا - استادوں کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے -

آپ کے صاحبزادے مولوی انوار حسین صاحب مرحوم صدر اعلی (سب جج) تھے - آپ کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی - اگرچہ آپ کے خاندان کی تاریخ بھی شائع ہوئی مگر یہ نقص رہ گیا کہ کسی بزرگ کی تاریخ پیدائش و انتقال کا اندراج سہواً نظر انداز ہو گیا - طوالع الانوار میں سن وفات سنہ ۱۳۱۸ھ درج ہے -

میاں بہادر شاہ صاحب دانشمند - آپ بھی خاندان دانشمنداں کی رکن رکین ہیں - آپ بدایوں کے مشائخ کرام اور روسا ذو الاحترام میں شمار کیے جاتے ہیں - آپ کی ذات مجسم برکات تھی آپ سرائے نفیر میں جو حضرت شاہ اوجیالے صاحب علیہ الرحمۃ کی نگاہ کرم کی بدولت وراثتاً آپ کو پہونچی تھی سکونت رکھتے تھے - اب بھی آپ کے اعقاب وہیں سکونت پذیر ہیں - آپ بھی حضرت اقدس کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت شاہ اوجیالے صاحب کی انوار گاہ کے مدت العمر جلوہ افروز رہے -

---

حضرت شاہ اوجیالے صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ بدایوں کے متاخرین اولیاء اللہ سے ہیں - بفیض باطنی شیخ عبد الجلیل الہ آبادی سے اور اون کے خلیفہ حضرت جان جاناں سے

مولوی شیخ فصاحت اللہ صاحب متولی بدایونی۔ آپ بدایوں کے اکابر رؤسا میں سے تھے مجسم کمال اور سراپا اخلاق تھے۔ مجالس میلاد شریف کے عاشق تھے اور مشتاقانہ اہتمام کے ساتھ ربیع الاول شریف میں بارہ دن تک متواتر محافل کیا کرتے تھے اور اکثر روزانہ ہجوم شوق میں ادب و تکریم کے ساتھ خود ذکر شریف پڑھا کرتے تھے آپ کی زبان میں خداوند کریم نے یہ تاثیر و برکت مرحمت فرمائی تھی کہ روزانہ اہل شہر آپ کا بیان سننے کی تمنا میں آپ کے یہاں شریک محفل ہوا کرتے تھے ۱۲۷۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ لوح مزار پر (ذاکر جناب رسول) کندہ ہے۔

مولوی محمد رضی اللہ صاحب ۱۲۸۰ھ۔ آپ قاضی محلہ کے عمائد سے ہیں نسباً آپ شیخ صدیقی ہیں۔ آپ اپنے زمانہ میں شرافت و نجابت کی زندہ تصویر محاسن و اخلاق کی مجسمہ تنویر تھے ۱۲۸۰ھ میں انتقال فرمایا۔

مولوی غلام حیدر صاحب۔ آپ صدیقی شیوخ میں سے ہیں نواح بلند شہر میں آپ کا بہت بڑا علاقہ زمینداری تھا۔ آپ حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں تھے شرف بیعت و تلمذ حضرت اقدس سے حاصل تھا۔ مروت محبت۔ ثروت۔ سخاوت نے آپ کے اوصاف کو عطر مجموعہ بنا رکھا تھا۔ عرصہ دراز تک مناصب جلیلہ پر فائز رہے۔ ایام غدر میں دولت انگلیشیہ کی خیر خواہی نے آپ کے اعزاز کو اور چمکا دیا۔ سکونت و قرابت بدایوں میں زیادہ تر محلہ عباسیان

آپکو حاصل تھا۔ آپ محلہ قبول پورہ بدایوں کے پٹھانوں میں سے تھے آپ کے رنگ کی سیاہی نے آپکے روشن ضمیر شیخ کی زبان مبارک سے کالے کی بجائے اوجیالے کا لقب دلایا شیخ کے وصال بعد آپ الہ آباد سے بدایوں آ گئے اور حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ باطنی کے مشتاق ہوئے سرائے فقیر میں سجادہ مشیخت آراستہ کیا اور یہیں وصال فرمایا۔ آپ کے حالات روضۃ الصفا میں مفصل درج ہیں آپ کے وصال کے بعد حسب بشارت آپ کے سجادہ نشین شاہ ولی اللہ صاحب دانشمند بدایونی ہوئے۔

میں اب تک قائم ہے۔ آپ کی ذات نہایت فیض رساں تھی خصوصاً اہل محلہ سے بکمال شفقت و احسان مسلوک ہوتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے پر اپنی زمینداری واقعہ موضع بھنڈولی ضلع بلند شہر میں سکونت پذیر ہوکر راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ کی اولاد بدایوں میں متوطن ہے۔

مولوی سید خادم علی صاحب۔ آپ سادات کرام بخاری سے ہیں آپ اپنے خاندان بھر میں جو سوتھ محلہ بدایوں میں سکونت پذیر ہے منتخب اور باعث افتخار سمجھے جاتے تھے۔ آپ علم و فضل زہد و اتقا میں یکتائے روزگار تھے صاحب باطن اور نسبت قوی رکھنے والے بزرگ تھے۔ حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے محبوب و مخصوص مریدوں میں تھے اور اپنے شیخ کے عاشق جاں نثار تھے ۱۲۵۶ھ ہجری میں جب آپ کے پیر مرشد حجاج کی برات کے دولہ بن کر روحانی سج دھج کے ساتھ عروس حجلۂ تقدیس کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ آپ بھی شرف ہمرکابی سے معزز و ممتاز ہوکر راستہ بھر مستانہ بیخودی کے ساتھ خدمات انجام دے کر خصوصی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے ایک دن جہاز میں بیٹھے ہوئے شیخ کی قمیص پاک کر رہے تھے۔ سمندر کے تیز و تند ہوائی جھونکے موجوں کی چادر آب کو اوڑاتے ہوئے بار بار جہاز سے ٹکراتے۔ دامان قمیص ہوا میں لہراتے۔ اس وقت آپ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ اتفاق سے کپڑا ہاتھ سے چھوٹ کر ہوا میں اڑتا ہوا سمندر میں گر پڑا۔ پیر صاحب غائت غلبہ حال میں یا شیخ کہکر سمندر میں بلا تکلف کود پڑے۔ دامن آب سے ہمکنار ہوکر دامن قمیص پکڑ لیا۔ تمام جہاز میں ایک شور عظیم برپا ہوگیا۔ لوگ جہاز کے کناروں پر مجتمع ہوکر آپ کو افسوس و یاس کی نظر سے دیکھتے اور آپ کی زندگی سے مایوس ہو ہو جاتے۔ مگر آپ کو گر بھی کوئی خوف و ہراس تھا افسر جہاز نے حلقے اور رسیاں سمندر میں ڈلوانا شروع کیں۔ آپ نے ایک رسّی کو مضبوط پکڑ لیا اور اوسی رسّی کے ذریعہ سے مع قمیص

شاداں و فرحاں جہاز پر چڑھ آئے۔ لوگوں میں دوبارہ غوغا مچ گیا اور چاروں طرف سے لوگ آپ کے پاس جمع ہونا شروع ہوئے۔ ہر شخص نے کہنا شروع کیا کہ آپ کو اپنے ڈوبنے اور جان جانے کا ذرا اندیشہ نہ ہوا۔ پھر لطف یہ کہ پانی میں غوطہ بھی نہ لگا۔ آپ نے جواب دیا کہ پیر و مرشد کا پیرا میرے ہاتھ سے سمندر میں گرے اور میں جان کے خوف سے دیکھتا رہوں۔ اسی طرح میں پانی میں گروں اور شیخ وقت تا خدائی نہ کرے یہ کیونکر ممکن ہے جس وقت میں پانی میں گرا ہوں شیخ کا دست تصرف میری کمر میں حائل تھا۔ جس نے مجھ کو یہ بھی تمیز نہ ہونے دیا کہ میں پانی میں ہوں یا خشکی میں تمام جہاز میں اس معرکہ عظیمہ سے مرشد برحق کے تصرف خاص اور مرید صادق کے اخلاص کی دھوم مچ گئی۔ افسر جہاز بھی انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا۔ ایسے آپ کے خلوص کے اور واقعات بھی ہیں جو بسبب طوالت درج نہیں کیے جاتے۔ آخر میں آپ کسی ضرورت سے فتحگڈھ ضلع فرخ آباد میں تشریف لے گئے اور مولوی سید نذر علی صاحب مرحوم بدایونی کے یہاں مقیم ہوئے۔ وہیں بعارضہ فالج ۱۲۸۵ھ میں وصال ہوا مزار آبادی سے جانب جنوب فتحگڈھ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

قطع تاریخ وصال

چوں ز دنیا بدار البقا شد رواں — صاحب ہر کمال خفی و جلی
ملہم غیب سال وصالش بگفت — طالب عین حق میر خادم علی

۱۲۸۵

اسی طرح بہت سے احباب وطن کے اکابر فیضیاب ہوئے۔ خاندان کے اعزا و اقارب جو شرف تلمذ سے بہرہ یاب ہوئے اون کا ذکر سلسلہ انساب میں آچکا ہے۔ یوں تو آپ کا دریائے فیض ہر طالب کی تشنگی علم کے لیے چشمۂ آب حیات تھا اور تمام طلبا پر محبت کم یکساں اور برابر تھا۔

سفر بیانہ

مگر آپ نے جس خلوص اور خصوص کے ساتھ علامہ اوحد جناب مولانا فیض احمد قدس سرہ الصمد کو تعلیم دی ہے۔ یہ انداز فیض رسانی سب سے انوکھا اور جداگانہ تھا۔ جس کا ظاہری کرشمہ مولانا موصوف کے حلقہ درس کی وسعت تھی کہ ایک جہان بھر کو احاطہ کئے ہوئے تھی جو آپ کے کثیر التعداد شاگردوں کی فہرست سے ظاہر ہے۔ جن کا مفصل تذکرہ رسالہ تحفہ فیض میں ہے۔

مشاغل طبیہ

اگرچہ حضور اقدس کے کمالات ظاہری و باطنی کے بے انتہا مناظر کی موجودگی میں فن طب کا تذکرہ نہ کچھ دقیع ہے نہ کچھ مناسب مگر چونکہ ذات والا کا تعلق کچھ دنوں اس فن شریعت سے بھی رہا اور ہزارہا بندگان خدا کو اس ذریعہ سے بھی فیض پہونچا ہے۔ لہذا اون کثیر التعداد واقعات میں سے جو شہرت عامہ کے ہاتھوں مسموع خلایق ہو چکے ہیں چند واقعات کا اظہار کچھ بیجا نہ ہوگا۔ تکمیل طب کے بعد جب وطن پورسے آپ وطن واپس آئے اور مدرسہ قادریہ میں بساط علم پر جلوہ افروز ہوئے۔ شہرت درس نے طلبہ کا ہجوم آپ کے آستانہ فیض کاشانہ پر روز افزوں ترقیوں کے ساتھ کرنا شروع کیا۔ اون کے قیام و طعام کا انتظام۔ کتب و مطالعہ اور دیگر ضروریات کا سرانجام ایک حد تک آپنے برداشت کیا۔ آخر کہاں تک اس بار کو آپ اوٹھا سکتے تھے۔ کوئی تعلقدار یا والی ملک تو آپ تھے ہی نہیں جو ہر شخص کی ضروریات کو آپ پورا کر سکتے گر دل یہی چاہتا تھا کہ کچھ بھی ہو کوئی شخص محروم نہ جائے۔ اسی بڑھتی ہوئی ہمت اور چڑھتے ہوئے ولولے نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی جانب سے فارغ البالی ہو۔ آخر اسی جستجو میں بارادہ ریاست الوار گھر سے بقصد سفر کر دیا۔ گوالیار کے چند ماہ کے قیام میں

پیشتر سے اثر قائم ہو چکا تھا اور وہاں کامیابی زیادہ دشوار نہ معلوم ہوتی تھی۔ اسی سبب سے وہاں کا ارادہ فرمایا تھا۔ مگر مشیت الٰہی دوسرے طریقہ سے منزل وقار اور کرسی اعزاز پر پہونچانا چاہتی تھی۔ گھر سے روانہ ہو کر آپ متھرا پہونچے۔ شب کو سرائے میں قیام کیا۔ بعد نماز عشا جب مسجد سے سرائے میں واپس آئے سرائے کی ایک کوٹھری میں سے کسی شخص کی مضطربانہ چیخ پکار کی آواز سنائی دی دریافت سے معلوم ہوا کہ ایک مسافر شدت درد سے سخت بیچین ہے خصلت کرم نے اس کے حال زار کی طرف متوجہ کیا۔ اوس کے حجرے میں جا کر حالت ملاحظہ فرمائی۔ علاج کیا دوا عطا فرمائی۔ دست شفا نے اثر دکھایا۔ مریض کا درد جاتا رہا۔ چین سے سویا آپ اپنی فرودگاہ میں آرام فرما ہوئے صبح کو جب نماز کے لیے مسجد میں آپ تشریف لے گئے۔ رات کے مریض مسافر نے آپ کو دیکھ لیا۔ یہ اطمینان کر کے کہ آپ زیادہ دیر تک مسجد میں مقیم رہیں گے۔ اپنی ضروریات رفع کرنے کے لیے سرائے سے باہر چلا گیا۔ طلوع آفتاب کے بعد چشم براہ ہو کر آپ کی آمد کا منتظر رہا۔ جس وقت آپ اوراد معمولہ کے بعد مسجد سے باہر تشریف لائے وہ شخص فوراً حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا حضور میں وہی شخص ہوں جس پر رات حضور نے اس درجہ کرم فرمایا تھا کہ مہلک تکلیف سے نجات ملی۔ میں راجہ بنارس کی طرف سے اس امر پر مامور کیا گیا ہوں کہ کسی طبیب حاذق کو تلاش کر کے راجہ کی لڑکی کے علاج کے لیے اپنے ہمراہ لے جاؤں۔ اسی جستجو میں یہاں آکر شب باش ہوا تھا۔ میری خوش نصیبی ہے یا دختر راجہ کی زندگی میں شامل ہونے والا ہے کہ خدا نے حضور کی زیارت کرائی جہاں حضور نے میرے حال پر رحم فرما کر مجھے اس جانکاہ تکلیف سے بچایا! وہاں میری عرضداشت کو شرف قبولیت بخشا جاوے اور میرے ہمراہ بنارس تک زحمت سفر برداشت کی جائے یہ کہہ کر ایک خلعت جو راجہ نے اپنے

اس معتمد خاص کو صرف اس لیئے دیا تھا کہ جب کوئی حکیم حاذق مل جائے
تو بطور رشناخت طلب یہ طلعت پیش کر دیا جائے۔ آپ کو نذر گزرانا
آپ نے معتمد ریاست کی اس سچی ارادت کو دیکھ کر اوس کی دعوت
قبول فرمائی اور قصد بنارس کر دیا۔ راستہ میں تمام حال علالت مریضہ
کا معتمد کی زبانی معلوم ہوا۔ یہاں تک کہ بنارس پہونچے۔ ہمراہی نے نہایت
تکریم و اعزاز سے اول اپنے یہاں آپ کو مقیم کیا۔ اس کے بعد راجہ سے آپکی
حذاقت طب کا حال اس موثر پیرایہ میں بیان کیا کہ والی ریاست بنارس
کی عقیدت کامل و پختہ ہوگئی۔ فوراً ایک مکان جداگانہ معہ خدم و حشم
کے آپ کے قیام کے لیئے منتخب کیا گیا دوسرے دن والی ریاست معہ
چند امراء و مصاحب کے آپ کی فرودگاہ پر بغرض ملاقات آیا اور لڑکی کی
تمام حالت بیان کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے اطبّا اور ڈاکٹر موجود
ہیں۔ ہر شخص لڑکی کی زندگی سے مایوس ہو چکا ہے۔ ان واقعات نے
آپ کو اول تو سخت متفکر کیا۔ مگر پھر راجہ کا خلوص اور اصرار دیکھ کر حکیم مطلق
کی رحمت کے بھروسہ پر آپ نے لڑکی کے دیکھنے کا ارادہ فرمایا۔ اور
ہمراہی راجہ و دیگر عمائد مریضہ کے مکان میں داخل ہوئے۔ لڑکی کی والدہ
جو نہایت ضعیف اور لڑکی کی محبت میں سخت پریشان اور غمزدہ تھی لڑکی
کے پاس موجود تھی۔ آپنے مریضہ کی نبض پر ہاتھ رکھکر تشخیص کامل نے مرض کی
حالت پر غور کیا۔ ضمیر نے دل میں چٹکی لی کہ اب مریضہ کا کام تمام ہو چکا دوا اثر پذیر نہ ہوگی
علاج کرنا فضول ہے۔ آپکو بھی اسکی زندگی سے مایوسی ہوئی۔ مگر لڑکی کے والدین
کی تسلّی و تشفی کے لیئے اون سے کہا کہ حالت اسقدر نازک ہے کہ اب کوئی دوا جو
روزانہ دیجاتی ہے ہرگز سودمند نہ ہوگی البتہ ذرا سی خاک میرے پاس ہے
انشاء اللہ اُس سے آرام ہو جاویگا لیکن اگر آپکو نقصان پہونچنے کا احتمال ہو تو ہرگز استعمال نہ کریں ضعیفہ ماں
محبت کے جوش میں فوراً دوائی کی کہ خواہ کچھ ہو آپ وہ خاک ہی دیدیجیئے اسکے بعد آپ قیامگاہ کو واپس آئے اور اس معتمد خاص

جو پیشتر سے بندۂ عقیدت تھا ایک چٹکی بھر خاک کا غذ کی پوڑیہ میں دیدی
اور دربار الٰہی میں جبین نیاز رکھ کر منو کلانہ حصول عزت کی التجا کی۔ ناکامی کے
تخیلات دامنگیر ہوئے کہ فوراً یہاں سے رخصت ہونا چاہیئے ورنہ ندامت مآل کار
گریباں گیر ہوگی۔ اسی تحیر میں موقع تنہائی کو غنیمت جان کر آپنے سامان سفر
درست کیا۔ استخارہ کی نیت کی شبیہہ مثالی اکابر طریقت کی پیش نظر
ہوگئی۔ قلب میں طمانیت و تقویت کے آثار ظہور پذیر ہوئے وہاں وہ مستمد
ریاست اس خاک کو اس خیال سے کہ اگر محض اسی حیثیت سے یہ پوڑیہ دی
جائے گی تو والی ریاست کی نگاہوں میں کیا قدر و منزلت ہوگی۔ ایک
مکلف صندوقچہ میں نہایت احتیاط کے ساتھ بند کر کے لیگیا۔ تیمار دار بلا
بلا تامل فرط عقیدت سے مریضہ کو وہ خاک پلا دی۔ حلق سے اترتے ہی خاک
نے اکسیر کا رنگ دکھایا شافی مطلق کی شان جان بخشی نے جلوہ نمائی کی۔
آثار صحت ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ مریضہ کو استفراغ کی آمد ہوئی نرگس
بیمار چشم نیم باز کی صورت کشادہ ہوئی۔ فوراً خدام ریاست اطلاع کیلئے
آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مریضہ کے روبہ صحت ہونے کی خبر
دی۔ آپ دوبارہ پھر تشریف لے گئے حالت میں کچھ عجیب و غریب تغیر
دیکھکر شکر باری ادا کیا۔ ادویات سے علاج شروع کر دیا۔ ایک ہفتہ میں
مریضہ نے مرض سخت سے نجات پائی۔ تمام ریاست میں دھوم مچگئی۔
اطبا و معالج اس عجیب و غریب علاج سے غرق تحیر تھے۔ اراکین و عمائد
ریاست نیاز مندانہ عقیدتمندی کے ساتھ آپ کے حسن معالجہ پر فریفتہ ہوگئے
والی ریاست نے خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور
آپ کی خدمات کو ریاست کے لیے خود آپ سے طلب کیا آپنے اس
شرط پر کہ موجودہ اطبا جو ریاست کے ملازم تھے بدستور رکھے جائیں۔
قیام منظور فرمایا۔ راجہ نے علاوہ مصارف مصاحبت ساڑھے تین سو

روپیہ ماہوار آپ کے ضروری اخراجات کے لیئے مقرر کیئے۔ اس سلسلہ میں ایک سال کے قریب آپ بنارس میں مقیم رہے اور صدہا بندگان خدا کو اس حیلہ جمیلہ سے فیض عظیم پہونچا۔ صبح کے وقت حاجتمندوں کی مرادبراری اور تشخیص امراض میں آپ مشغول رہتے اوس کے بعد وہاں بھی سلسلہ درس کا اجرا فرماکر طلبہ کو تعلیم دیتے۔ بنارس سے ترک تعلق کے بعد اس فن سے بھی قطع تعلق کرلیا۔ لیکن نہ اس طرح کہ کوئی مایوس العلاج آپ کے آستانہ شفا منزل پر آکر محروم چلا گیا ہو۔ بلکہ صرف طبیب کی حیثیت سے اس کے بعد کوئی علاج نہیں کیا۔ آپ جو علاج ہوتے تھے وہ درویشانہ رنگ میں ہوتے تھے اور جو چیز ہاتھ لگ گئی وہ ہی مریض کو بتادی۔ جس زمانہ میں آستانہ معلی یعنی درگاہ مجیدیہ کی تعمیر جاری تھی اور آپ زیادہ تر وہیں رہتے تھے روزانہ مریض متلاشی پہونچ جاتے۔ آپ کسی کو چونہ۔ کسی کو اینٹوں کی کترن اوٹھا دیتے۔ دست شفا سے قدرت الٰہی کی نیرنگیاں ظاہر ہوتیں۔ مریض شفایاب ہوتے جناب مولانا حکیم سراج الحق صاحب جو وہیں حاضر خدمت رہ کر علوم ظاہری حاصل کرتے تھے اور فن طب میں بھی دستگاہ کامل حاصل کرچکے تھے یہ کرشمہ سازیاں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے آخر آپ نے بھی ایک دن یہ سوچکر کہ اگر اس پاک درگاہ کی اینٹوں اور مٹی میں مادہ شفاء دربار ایزدی سے ودیعت رکھا گیا ہے تو میں بھی اس ترکیب کو استعمال کروں اتفاق سے فوراً ہی ایک مریض پہونچ گیا۔ اس وقت حضرت اقدس کسی گوشہ درگاہ میں مشغول وظائف تھے۔ چونہ اوٹھا کر مریض کو دیا اور اسی طریقہ سے جیساکہ دیکھ چکے تھے ترکیب استعمال بتادی۔ مریض کو اس علاج سے سخت ضرر پہونچا۔ دوسرے روز پھر مضطربانہ حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس سے حکیم صاحب کی شکایت کی حکیم

صاحب نے جو حاضر خدمت تھے عرض کیا کہ جس طرح حضور کو دیکھا تھا اوسی طرح میں نے بھی عمل کیا۔ آپ نے فرمایا حکیم صاحب آپ نے نسخہ تو صحیح تجویز کیا لیکن ترکیب بتانے میں غلطی کی اور خود مریض کو اپنے ہاتھ سے وہی چونہ اوٹھا کر دیا اور فرمایا کہ آج اسی کو اس طرح استعمال کرنا۔ مریض تو اچھا ہو گیا۔ مگر حکیم صاحب کو آپ نے ہدایت فرمائی کہ میاں تم اپنے کتابی نسخے مریضوں کو لکھا کرو۔ میں تمہاری کتابوں کا پابند نہیں ہوں۔
یہ ایک انعام الٰہی ہے صحت و شفا خدا کی طرف سے ہے۔ جس کی قسمت میں شفا ہوتی ہے۔ خدا میرے ذریعہ سے اسکو شفا عطا کر دیتا ہے۔
ایک مرتبہ مرض وبائی کی کثرت شہر میں ہوئی۔ ہزاروں جانیں ہیضہ سے تلف ہو گئیں۔ اکثر اطبار شہر جو آپ کے ہی زلہ ربا تھے۔ دوا کرتے کرتے عاجز آ گئے اور خود بدولت بھی مریضوں کے ہجوم سے پریشان ہونے لگے تو حاضرین سے فرمایا۔ جمعہ کے دن جب ہم درگاہ شریف جائیں راستہ میں یاد دلایا جاوے چنانچہ حسب معمول جمعہ کو جب ختم کلام مجید کے لیئے آپ آستانہ مجیدیہ کو مدرسہ عالیہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں تمام درختوں اور نباتات پر نظر فرماتے جا رہے تھے۔ قریب درگاہ معلی ایک باغ میں جہاں امرود سفری کے بہت سے درخت تھے۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ شہر میں اطلاع کر دیجائے۔ جو شخص ہیضہ میں مبتلا ہو وہ صرف اس درخت کے پتے لے جائے اور اوس کا جوشاندہ مریض پر استعمال کرے سیکڑوں مریضوں نے اس طرح شفا پائی کثرت سے لوگ اس واقعہ کے چشم دید شاہد اس وقت بھی بدایوں میں موجود ہیں اور آپ کا یہ علاج مشہور انام ہے۔ بالکل ایسا ہی ایک واقعہ کی شہادت ایک شخص جو معززین بلند شہر سے ہیں دیتے ہیں کہ وہاں بھی ایک مرتبہ ہیضہ کی شدت تھی آپ دہلی کے قصد سے

بلند شہر میں دو چار روز کو مقیم ہوئے تھے اور آپ کی اطلاع شہر میں ہوتے ہی لوگ دعا و دوا کی خاطر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے جنگل میں جاکر ایک درخت کے پتوں کے استعمال کا حکم دیا۔ اور وہاں بھی سیکڑوں نے اس مرض سے نجات پائی۔

ایک مرتبہ آپ مع خدام تشریف لئے جا رہے تھے۔ جس وقت شفاخانہ کے سامنے گذر ہوا۔ خلاف معمول لوگوں کا اژدحام کثیر دیکھا دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ایک شخص کی ران میں درد ہے۔ کئی ہفتہ سے اذیت میں مبتلا ہے۔ کسی علاج سے کچھ افاقہ نہیں ہوتا۔ آج بمشورہ ڈاکٹر مریض کا پیر کاٹا جائے گا۔ مریض کے اعزا و اقارب یہ سن کر کہ خود بدولت دریافت حال فرمارہے ہیں غمگین و ملول حاضر خدمت ہوئے۔ سر نیاز پائے اقدس پر رکھ کر بہ کمال تضرع عرض کیا کہ مریض کی تکلیف شبانہ روز دیکھی نہیں جاتی آج مجبور ہو کر پیر قطع کرانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ لوگ تماشائی جمع ہیں۔ آپ نے کلمات تسکین ارشاد فرمائے اور ہمراہیوں سے کہا کہ آخر ایسا کیا مرض ہے کہ خواہ مخواہ پیر کاٹا جاتا ہے۔ جس وقت آپ مریض کے بالیں پر پہونچے ڈاکٹر کو موجود پایا۔

بیمار کی بے چینی و اضطراب دیکھ کر خود بھی بے چین ہوگئے۔ ڈاکٹر سے فرمایا کہ کیوں غریب کو زندگی میں اس درجہ سخت تکلیف میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ سول سرجن نے کہا بغیر ٹانگ کاٹے ہوئے یہ درد نہیں جا سکتا۔ آپ نے فرمایا اگر بغیر پیر قطع کئے آرام ہو جائے تو آپ ہماری طب کے قائل ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر نے ہنس کر کہا کہ طب یونانی کو اس علاج میں کیا دخل اگر آپ کی دعا جیسا کہ مشہور ہے کچھ اثر دکھائے تو یہ دوسری بات ہے۔ آپ نے فرمایا

اچھا ہم جہاں بتائیں آپ ہڈی میں سوراخ کر دیں۔ ڈاکٹر نے آپ کا
کہنا قبول کیا۔ آپ نے ایک مقام پر انگلی سے نشان کیا کہ اس جگہ ہڈی میں
سوراخ کر دیا جائے ڈاکٹر نے فوراً انگریزی برمے سے عمل کیا وہیں احاطہ شفاخانہ میں سے ایک
گھاس اکھیڑی اور اپنے ہاتھ میں گھاس کو دبا کر اور نچوڑ کر عرق نکالا اسکے بعد ڈاکٹر سے کہا کہ اس
عرق کو سوراخ کے اندر پہنچاؤ۔ جسوقت عرق اندر پہنچا دو منٹ نہ گذرے تھے کہ سوراخ کے اندر سے سیکڑوں
بھنگے نکلنا شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر متعجبانہ نگاہوں
سے بار بار آپ کے چہرے پر نظر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جناب یہ ہرگز
انسانی عقل اور طب کا کام نہیں۔ تمام لوگ بھی غرق حیرت تھے۔ تھوڑی
عرصہ میں ہزار ہا بھنگے سوراخ کی راہ سے نکل گئے مریض جو شدت
درد سے تڑپ تڑپ کر کروٹیں بدل رہا تھا یک بیک محو خواب ہو گیا۔
دوبارہ آپ نے ایک اور گھاس کا عرق جب بالکل بھنگوں کا نکلنا بند
ہو گیا سوراخ میں ڈلوایا۔ سوراخ مندمل ہو گیا اور مریض چند دن میں
شفاخانہ سے صحت پا کر اپنے گھر کو واپس گیا۔

ایک مرتبہ ایک بابول کے رئیس نصرت خاں نامی نہایت
پریشانی اور ناکامی کے عالم میں حاضر در ہوئے اون کی اہلیہ عرصہ
سے سخت بیمار تھی خاں صاحب کو اپنی بیوی سے حد درجہ انس و محبت
تھی جس وقت حضرت اقدس کی صورت دیکھی قدمبوسی کو جھکے قدموں
گرتے ہی ضبط گریہ نہ ہو سکا زار زار رونا شروع کیا۔ آپ نے بدقت
اون کو اوٹھایا۔ سبب گریہ دیکا دریافت کیا۔ عرض کیا حضور خاکسار کی
زوجہ عرصہ سے بیمار تھی۔ آج اون کی نزع کی سی حالت ہے۔ اگر
حضور ایسے وقت پر غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف گوارا فرمائیں
تو ہر طرح موجب برکت ہو گا۔ آپ بکمال شفقت و کرم خاں صاحب کے
مکان پر تشریف لے گئے۔ جس وقت مکان پر پہونچے پاس اندر سے

عورتوں کے نوحہ و بکا کی آوازیں آ رہی تھیں۔ معلوم ہوا کہ مریضہ کا کام تمام ہوگیا۔ خانصاحب تو یہ سنتے ہی چیخ مار کر قریب تھا کہ زمین پر گر پڑیں۔ لیکن اوس جان کرم کے تلطف آمیز ہاتھ دستگیری کے لیے بڑھے زبان سے ارشاد ہوا کہ خاں صاحب مرد کو ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ صبر و استقلال سے کام لینا چاہیئے۔ کلمات تلقین کے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ ممکن ہے اس وقت غشی یا سکتہ کا عالم ہو مجھے بلا کر لائے ہو تو پردہ کرا کر مریضہ کا حال تو دکھا دو۔ خاں صاحب نے پردہ کرایا عورتوں نے شور مچایا کہ مردہ عورت کو کوئی بھی طبیب کو دکھاتا ہے۔ مگر خاں صاحب کے حسن اعتقاد نے سبکو خاموش کیا۔ آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ مریضہ کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہی فرمایا کہ خاں صاحب یہ تو بفضلہ تعالےٰ زندہ ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ تھوڑے عرصہ میں افاقہ ہو جائے گا۔ یہ کہکر باہر تشریف لائے اور چند خذف ریزے منگائے خاں صاحب سے فرمایا کہ اونکو جوش کرکے پانی جس طرح ممکن ہو فوراً مریضہ کے منہ میں ڈال دو۔ اور بعد کو جو حالت ہو اوس کی اطلاع ابھی مجھے کرو۔ خاں صاحب تو دوا میں مشغول ہوئے اور آپ وہیں ایک خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ صاحب مزار کی فاتحہ پڑھی مراقب ہو کر خدا معلوم خدا سے لو لگائی یا دربار رسالت تک دعائے اجابت طلب پہونچائی۔ اس عرصہ میں خانصاحب شاداں و فرحاں چہرہ سے مسرت کا رنگ نمایاں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور مریضہ کے ہوش و حواس بالکل درست ہیں۔ آپ دولت سرا کو واپس ہوئے۔ خاں صاحب نے دامن دولت سے رشتہ ارادت مضبوط باندھا داخل سلسلہ ہوئے۔

جناب نواب محمد ظہور علی خاں صاحب مرحوم رئیس دھرمپور رجہلان خانپور میں خاندانی رئیس اور نہایت باوقار شخص تھے بعارضہ جذام مبتلا ہوئے۔

ہر قسم کا علاج کیا۔ ہزاروں روپیہ صرف کیے مگر از الہ مرض نہ ہونا تھا نہ ہوا
آخر مایوس ہوکر علاج سے دست کش ہو گئے۔ لیکن آپ کے بڑے بھائی
جناب نواب محمد وزیر علی خاں صاحب مرحوم رئیس اعظم دان پور بھائی کو
اس حال میں دیکھ کر بہت ہی مضطرب الحال تھے اور جہاں تک ممکن ہوتا
کوشش کیے جاتے تھے۔ آپ کو حضرت اقدس سے بے انتہا عقیدت
تھی۔ جب کسی جگہ سے مراد برآری نہ ہوئی تو بدایوں آئے۔ چونکہ مخلصان
خاص اور محبان سراپا اخلاص سے تھے نہایت منت و اصرار سے حضرت اقدس کو
دھرم پور لے گئے اور بھائی کی حالت زار دکھلائی آپ نے اون کی تسلی
و تسکین فرمائی۔ دونوں بھائی ذی حوصلہ رئیس تھے سمجھے کہ نہ معلوم کیسی
بیش قیمت ادویات سے علاج ہوگا۔ عرض کیا کہ حضور ادویات کا خیال
نہ فرمائیں جو دوا جہاں سے ملیگی وہاں سے فوراً طلب کی جائے گی۔ آپنے
فرمایا کہ میں جو دوا تجویز کروں گا آپ خود دیکھ لیں گے۔ نواب صاحب
کے مکانات کے نزدیک ہی کھیت تھے آپ نے ایک کھیت میں جو
کپاس کا تھا۔ بہت سے درخت اکھڑوائے اور فرمایا کہ بس یہی گھاس
یعنی کپاس آپ کے علاج کے لیے کافی ہے اور فوراً شربت اور عرق
وغیرہ طیار کرایا۔ اس علاج سے بعطائے ذوالجلال مرض کا زوال اور
استیصال ہوا۔ اور تمام عمائد و روسا بلند شہر میں آپ کے کمال فیض
رسانی کی شہرت ہوگئی اس وقت سے برابر روسا دان پور اور دھرم پور
کو آپ کے خاندان کے ساتھ عقیدت رہی اور جناب مولانا حکیم سراج الحق
صاحب مرحوم کو مدت العمران عالی ہمت روسا نے اپنے دارالریاست سے
جدا ہونے نہ دیا۔

ایک مرتبہ مولوی سدید الدین صاحب شایق عباسی مرحوم نے کسی
غلطی سے دبقول اون کے بعض احباب جلسہ کے) سنکھیا کھالی۔ فوری اثر نے

طبیعت کا رنگ وگرگوں کرنا شروع کیا۔ احباب نے دریافت کیا جب اصل حالت معلوم ہوئی جلدی سے مدرسہ عالیہ قادریہ میں لے کر آئے۔ گیارہ بجے دن کا وقت تھا۔ آپ ایک چارپائی پر استراحت فرما تھے۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ رومال سے مگس رانی فرما رہے تھے۔ شایق مرحوم نے آگے بڑھ کر لڑکھڑاتی زبان سے آداب عرض کیا جس وقت کان میں سلام کی آواز پہونچی فوراً گلابی چہرہ دمکنے لگا۔ اور کسی قدر غصہ کے ساتھ جلال انگیز لہجہ میں سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ ہیں یہ کیا حرکت۔ آپکے سامنے کسی کو جرات کلام تو کبھی ہوتی ہی نہ تھی۔ خاصکر جلال کی حالت میں کون جواب دیتا۔ شایق مرحوم تو کانپ گئے پسینہ آگیا تھوڑی دیر سکوت کا عالم رہا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا کوئی ہے۔ حضرت تاج الفحول نے معمول کے موافق فوراً عرض کیا (عبدالقادر) ارشاد ہوا دیکھو دروازہ کے باہر دیوار کے قریب ایک فلاں صورت و شباہت کی گھاس ہوگی اس کو توڑ لاؤ۔ حضرت مولانا بھی حیران ہیں کہ آج نمعلوم شایق سے کیا بے عنوانی ہوئی ہے نہ انھوں نے کچھ عرض کیا نہ خود بدولت نے کچھ دریافت فرمایا ہے جس گھاس کا پتہ دیا تھا لاکر حاضر خدمت کی یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت اقدس کی ظاہری روشنی چشم ظاہر میں نگاہوں سے غائب ہوچکی تھی۔ گھاس ہاتھ میں لیکر کچھ حصہ پھینکدیا باقی کا ہاتھ سے دبا کر عرق نکالا اور شایق مرحوم کو قریب بلا کر عرق منہ میں چوایا۔ ذرا دیر نہ گذری تھی کہ وہیں مدرسہ میں استفراغ ہونا شروع ہوا۔ دو تین دست بھی آئے فوراً زہر کا اثر جاتا رہا دوبارہ زندگی پائی۔ عرصہ تک عروس زیست سے ہمکنار رہے۔ عرصہ دراز کے بعد پیک اجل نے خلوت قرار میں گوارہ استراحت درست کیا۔ عرصہ تک علیل رہ کر انتقال فرمایا درگاہ علی میں مدفون ہوگئے۔ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ سال وفات ہے۔ ایک مرتبہ چند شاگرد چارپائی کی ڈولی بنا کر ایک مریضہ عورت کو لائے ٹھر کے یہ مدرسہ عالیہ سے باہر ڈولی کو رکھدیا مریضہ کیحالت یہ تھی کہ تمام

جسم سوکھ کر کانٹا سا ہو گیا تھا۔ بجز استخواں گوشت بدن پر باقی نہ تھا۔ لہٰذا ہر امید زیست منقطع ہو چکی تھی۔ مگر ذات گرامی صفات تو غریبوں کا سہارا نا امیدوں کا ملجا و ماویٰ تھے۔ ہر شخص یہ جانتا تھا کہ اس ابن غنی کے در سے کوئی خالی ہاتھ پھرتا ہی نہیں ہے۔ اس ذیل طبقہ کے بیکس غریب خاکروب صرف اسی امید پر کہ شاید نگاہ کرم ہو جائے قریب المرگ عورت کو لیے کر حاضر ہو گئے۔ جس وقت آپ حرم سرا سے برآمد ہوئے غریب بھنگی دور سے گڑگڑا کر زمین پر گر پڑے۔ آپ کو ان کے حال زار پر نہایت ترس آیا۔ قریب آکر مریضہ کی حالت کو دیر تک بغور ملاحظہ فرماتے رہے۔ یکایک لب جاں بخش پر تبسم کی جھلک جلوہ ریز ہوئی۔ فرمایا اچھا کل مریضہ کو قبل طلوع آفتاب لے کر آنا لیکن فلاں راستے سے شہر کے باہر باہر لانا اور ڈولی پر پردہ نہ ڈالنا دوسرے روز علی الصباح خاکروب حسب الارشاد مریضہ کو لے کر حاضر ہو گئے دوسرے دن آپ نے پھر بغور حالت کو دیکھا اور فرمایا کہ آج تو اور کچھ نسخہ نہیں لکھتے کل پھر اسی راستے سے اسی طرح لے کر آنا۔ تیسرے دن بھی حسب ارشاد عورت کو لے کر حاضر آستانہ ہوئے تیسرے روز بھی کوئی دوا تجویز نہ فرمائی اور کہا کہ روز آئندہ بھی اسی طریقہ سے لے کر آنا۔ غرض ایک ہفتہ تک یوں ہی روزانہ عمل کرایا۔ اس ہفتہ بھر میں مریضہ کی حالت اس قدر درست ہو چلی تھی کہ بلا سہارے چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ جاتی تھی۔ آٹھویں روز ارشاد ہوا کہ کل جب آؤ تو راستہ میں دو چار قدم مریضہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر چلانا۔ خاکروب روزانہ تعمیل حکم کرتے رہے اور اسی امید میں رہے کہ شاید کچھ دوا بتا دی جائے۔ پندرہویں دن مریضہ میں اتنی سکت آگئی تھی کہ خود آہستہ آہستہ چل کر مدرسہ شریف تک آگئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اچھا اب تمہیں صحت ہو گئی۔ یہاں آنے کی ضرورت نہیں روزمرہ شہر سے باہر صبح کو تھوڑی دور ٹہلا کرو۔

مریضہ کا یوں خود بخود بغیر کسی علاج کے صحت یاب ہو جانا۔ ہر شخص کو متعجب کرنیوالی بات تھی بعض خدام نے جرات کر کے عرض کر ہی دیا کہ حضور نے اس قدر عرصہ تک روزانہ حاضری کا حکم مریضہ کو دیا لیکن کوئی دوا تجویز نہ فرمائی۔ نہ بظاہر زبان مبارک سے دعائیہ کلمات کا اظہار ہوا۔ آخر خود بخود نیم مردہ کا تندرست ہو جانا کوئی راز ضرور ہے۔ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ دراصل یہ عورت کسی انگریز کی ملازمہ تھی اور کھلے میدانوں میں ہوا کھانے اور ٹہلنے کی عادی تھی اپنے مکان پر آ کر بیمار ہو گئی اور وہ عادت ترک ہو گئی جس کے سبب سے مرض نے اور بھی ترقی کی ہم نے دیکھا کوئی مرض سخت اس کو لاحق نہیں یہی عمل سمجھ میں آیا۔ خدا نے اس کو اچھا کر دیا۔

ایک مرتبہ مولوی سعید بخش صاحب قادری مرحوم جو روسا محلہ سوتھہ بدایوں سے تھے اور خاندان حضرت اقدس کے آخر دم تک شیفتہ و فریفتہ رہے اون کی اہلیہ محترمہ حالت حمل میں سخت علیل ہو گئیں۔ مدت حمل پوری ہو چکی تھی لیکن بچہ پیدا نہ ہوتا تھا تمام خاندان سخت پریشان تھا۔ اطبا علاج سے جواب دے چکے تھے۔ ڈاکٹر نے قطعی فیصلہ کر دیا تھا کہ بچہ رحم کے اندر مر چکا ہے بغیر عمل جراحی (نشگاف) کے بچہ کا باہر آنا غیر ممکن ہے۔ ایسی حالت میں مریضہ کی جان جانے کا بھی سخت اندیشہ تھا۔ ان مصائب جانکاہ سے مولوی سعید بخش صاحب مرحوم کو انتہا درجہ کی پریشانی تھی۔ جب تمام تدابیر ظاہری سے قطع امید ہو گئی تو حاضر خدمت ہوئے تمام حالت عرض کی فرمایا ہم مریضہ کی نبض دیکھنا چاہتے ہیں اور مولوی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ مولانا حکیم سراج الحق صاحب بھی ہمرکابی میں حاضر تھے۔ حکیم صاحب بھی جو پہلے سے معالج تھے یہ قیاس قائم کر چکے تھے کہ شاید بچہ رحم مادر میں فوت ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر کو بھی بلوا گیا۔ ڈاکٹر نے آپکے سامنے بھی اپنی وہی رائے ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں کی رائے

صحیح نہیں ہے۔ بچہ بفضلہ زندہ ہے۔ رحم کے اندر پھوڑا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے باہر آنے میں دشواری ہے یہ فرما کر حکیم صاحب سے کہا کہ آپ نے غالباً اب فلاں فلاں ادویات تجویز کی ہونگی۔ گویا حکیم صاحب کی طرف سے خود ہی ادویات تجویز فرمائیں اور اپنے سامنے دوا پلا کر مولوی سعید بخش صاحب اور حکیم صاحب سے فرمایا کہ فوراً باہر چلو اور جلدی سے مکان سے باہر آئے۔ ہنوز دروازہ سے باہر تشریف نہ لائے تھے کہ جیتا جاگتا بچہ پیدا ہو گیا اور پھوڑے سے مواد فاسد بھی خارج ہوا۔ وہ بچہ خدا کے فضل سے اب بوڑھا ہونے کو آیا اور بہت سے اپنے بچوں کو اور اپنی اولاد کی اولاد کو گہوارہ ریاست میں کھلا چکا۔ یہ سارا واقعہ میرے عم طریق جناب مولوی ستار بخش صاحب قادری کی ولادت کا ہے۔

غرض اسی طرح اگر آپ کے روزانہ کے واقعات پر نظر ڈالی جائے تو ہزاروں ایسے واقعات معلوم ہوں گے جس سے عقل انسانی عاجز ہے۔ اور سیکڑوں عجیب و غریب قصے صرف آپ کے کمالات طبیہ کے متعلق مشہور رہیں در اصل آپ صاحب تاثیر تھے جو زبان سے کہدیا وہ ہو کر رہا۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمتہ نے ایسے ہی با کمال حضرات کی نسبت مثنوی شریف میں فرمایا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

مردوں کو زندہ کرنا۔ مردہ دلوں کو حیات جاوید عطا کرنا۔ خاصانِ خدا کے دست تصرف میں شان قدوسی کی طرف سے دیدیا گیا ہے۔

علائق دنیوی

بنارس سے سلسلۂ تعلق ترک کرکے جب پھر آپ وطن تشریف لائے اور آپ کی خداداد قابلیت نے وطن کی چار دیواری سے نکل کر شہرت و ناموری کو علمی سبزہ زاروں کی گلگشت شروع کی۔ حکام وقت اور والیان ملک نے قدر دانی اور مرتبہ شناسی کے اظہار کے لیئے دست طلب بڑھانا شروع کردیئے اور آپکی خدمات کو سرکاری کاموں کی انجام رسی کے لیئے مانگنا چاہا۔ آپ نے کچھ دنوں محکمہ افتا (جو اوس وقت گورنمنٹ میں قائم تھا اور بطور مفتی کے علما کو عہدہ دیئے جاتے تھے) کو اپنے کلک انصاف جو کی روشنائی سے فروغ بخشا۔ اسی دوران میں ریاست دکن سے محکمہ قضا کی صدارت کا حکم آیا آپ نے اول الذکر صیغہ سے دست بردار ہوکر ریاست کو روانگی کا تہیہ کر لیا مگر بعد مسافت کے لحاظ سے وہاں بھی جانا پسند نہ فرمایا اور حاکم ضلع کو اپنی کچہری میں عہدہ جلیلہ سر رشتہ داری کے لیئے کسی معزز و ممتاز فائق الاقران دالعلم کی تلاش ہوئی۔ ضلع بھر میں اس قابلیت کا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ پھر پھر کر آپ پر ہی نظر پڑتی تھی۔ آخر بکمال اصرار آپ کو رضامند کیا گیا۔ اس وقت ضلع کا صدر مقام سہسوان تھا۔ جہاں اب تحصیل و منصفی کی دو کچہریاں موجود ہیں۔ آپ بدایوں سے سہسوان تشریف لے گئے۔ اور غالباً ساڑھے تین سال تک آپ نے جوہر ذاتی سے حکام وقت کو اپنا گرویدہ لیاقت بنائے رکھا۔ شیخ محمد افضل بدایونی آپ کی نیابت میں کام کرتے تھے۔ جب تک آپ سہسوان اس سلسلہ میں قیام پذیر رہے۔ خوان کرم ہمیشہ کشادہ رہا۔ صبح سے شام تک باورچیخانہ گرم رہتا تھا۔ مطبخی کو حکم تھا کہ جس وقت کوئی اہل وطن صادر و وارد ہو اوس کو فوراً کھانا کھلایا جائے۔

اہل معاملہ اہل قرابت کو جو کثرت سے روزمرہ تصفیہ مقدمات کے لیے سہسوان جاتے آتے رہتے تھے بلا تکلف آپ کے یہاں مقیم رہتے اور مہمان ہوتے۔ پوری تنخواہ مصارف مہمان نوازی میں صرف ہو جاتی۔ بعض اوقات خرچ کیلیے مکان سے بھی کچھ طلب کر لیا جاتا۔ درس و تدریس کا سلسلہ وہاں بھی برابر جاری رہتا اکثر سہسوان کے علم دوست شرفا کو آپسے اور آپ کے تلامذہ سے شرف تلمذ حاصل تھا اور جب آپنے اس سلسلہ سے بھی قطع تعلق کیا۔ مدرسہ عالیہ میں مستقل طور پر حلقہ استفادہ کا اجرا فرمایا۔ برابر اہل سہسوان تحصیل علم کی دھن میں بدایوں آتے رہتے اور حضرت تاج الفحول اور مولانا فیض احمد صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔ مشائخانہ سیاحی میں جب زیادہ قیام حیدرآباد دکن میں (جہاں کی باطنی خدمت سرکار غوثیت مآب کی جانب سے آپکے سپرد تھی) ہوا۔ نواب آصف جاہ خلد مکانی اور تمام امراء و اراکین ریاست کو آپسے عقیدت و ارادت ہوئی آپ کے مصارف کے لیے عالیجناب نواب محی الدولہ بہادر خاص خاص حضور نظام سابق جنت آشیانی نے کوشش کر کے ستر روپیہ یومیہ مقرر کرائے۔ لیکن اوسی زمانہ میں چند مریدین حضرت زبدۃ العرفا حافظ محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب سجادہ خانقاہ خیرآباد تقرر یومیہ کی کوشش اور فکر میں تھے۔ اکثر قائز خدمت ہوا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو مغموم و کبیدہ خاطر دیکھ کر اپنی علو ہمتی سے اوس یومیہ میں سے چھ روپیے یومیہ ان کے نام فرما دیئے اور مستقل طور پر خانقاہ خیرآباد کے لیے یومیہ منتقل کرا دیا۔ اس وقت سے یہ یومیہ اب تک گیارہ روپیہ روزانہ کے حساب سے ریاست فرخندہ بنیاد حیدرآباد سے برابر جاری ہے۔ جس کی تعداد سرکاری سکہ سے دو سو ساٹھ روپیہ ماہوار کے قریب ہوتی ہے۔

ذوقِ عرفاں

منزلِ قرب کے خلوت نشین نورانی وجود حریمِ قدس کے پردہ بردار روحانی ہستیوں والے جب عالمِ ارواح سے گلشنِ امکان کی گلگشت کے لیے بھیجے جاتے ہیں اوّل بادۂ الست کے تند و تیز ساغر میخانۂ قدم کی وحدت نگار کشتیوں میں سجا کر ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں یہ حدود شناپسند متوالے میناے حقیقت اساس کی سج دھج سے آنکھیں ملاتے ہی کیف بیخودی سے مخمور ذوقِ حق شناسی سے سرشار ہو کر ترنگ خمار میں ساقیِ ازل کا طواف کرتے ہوئے قالوبلیٰ کے خوش آیند ترانے میثاق آفریں لے میں گانے لگتے ہیں۔ اس کے بعد تنزیہ کے نزہت محل سے تشبیہ کے شبہات افروز تماشا گاہ میں آتے ہیں خلوتِ وحدت کی فرد ادائیں جلوتِ کثرت کی نیرنگ سازیاں رفتہ رفتہ دل سے محو کرنا شروع کرتی ہیں۔ لیکن جلوۂ وجوب کی دلکش تجلیاں مجلسِ امکان میں درخشاں ہو ہو کر ان ورافتادگانِ جادۂ مقصود کو اپنی کشش نورانیت سے اپنی طرف کھینچتی ہیں کبھی فانوسِ خیال میں اللہ نور السمٰوات والارض نے تصور کو پیکرِ تصدیق بنا کر چکر میں ڈالا جاتا ہے۔ کبھی نحن اقرب کے پھول تارِ رگِ جاں میں پرو کر گلے کا ہار بنائے جاتے ہیں۔ کبھی فی انفسکم افلا تبصرون کہہ کر پائے نظر کو جولاں گاہ نفوس میں رستخیز کیا جاتا ہے۔ مشعلِ ہدایت کی اس انوکھی جلوہ ریزیوں سے روشنی پانے والے عینکِ بصارت کو دیدۂ بصیرت سے دور کر کے سر بہ گریباں ہو ہو کر اپنے ہی وجود میں واجب الوجود کی تلاش کرتے ہیں۔ پردہ ہائے ناز قلب چھپا دیکر ضمیر سے کہتا ہے کہ اے محیطِ امکان کے چکر لگانے والوں نقطۂ وجوب تک رسائی محال۔ اگر ان کنتم تحبون اللہ کے احاطہ میں صورت پرکارِ گشت لگائیگی

تتا ہے۔ فاتبعونی کہنے والے کی گردش ابرو پہ چلو اور اس کے دائرہ اتباع میں داخل ہو مرکز حقیقی حلقہ چشم بن جائے گا۔ اگرچہ تمہارے پیشرو الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق کہہ کر ظاہر کر چکے ہیں کہ جادہ مقصود (منزل قرب الٰہی) کی راہیں انفاس خلق کی طرح کثیر التعداد ہیں تاہم اس دائرہ سے مرکز تک ہر راہ صورت خط صراط مستقیم ہی نظر آئے گی اب یہ حلقہ بگوشان صاحب قوسین منزل اول یعنی طریق اخیار کو اپنے پائے ثبات و قدم استقلال سے طے کرتے ہیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی۔ حج و زکوٰۃ کا حسن الوقوع اشتیاق راحت جان مراد ہوتا ہے۔ کبھی جہاد نفس کی طرف حوصلہ مند طبیعت جد و جہد کرتی ہے۔ کبھی تلاوت قرآن عظیم ان کا روح پرور معمول ہوتا ہے۔ لیکن عجلت پسند جوش طلب تاخیر مقاصد کے ناقابل برداشت عشوہ انداز کا شکار رہتا ہے۔ فائز المرام ہونے کے لئے مدتوں محو انتظار رہنا پڑتا ہے۔

دوسری راہ یعنی طریق ابرار کے اختیار پر خود رفتہ تمنائیں مچلتی ہیں ولولہ انگیز ارمان اس راہ پر بھی لگا لاتے ہیں۔ اخلاق ذمیمہ سے نفرت۔ خصائل حسنہ سے رغبت ہونے لگتی ہے۔ دل بیار و دست بکار معیار طلب بنتا ہے۔ مجاہدات و ریاضات کی تجلی خیز شعاعیں باطنی تاریکیوں کو نیست و نابود کر کے دل کو بقعہ نور بناتی ہیں۔ تزکیہ نفس سے دل میں جلا پیدا ہوتی ہے۔ لیکن معراج کمال اور افق اتصال کی بالائی منزل اب بھی ما فوق النظر معلوم ہوتی ہے۔ لذت قرب اور ذوق اتصال لحظہ لحظہ ترقی کرتا ہے جوش طلب کبھی نچلا نہیں بیٹھنے دیتا ہر وقت دامان آرزو بڑھا بڑھا کر شاہد حسن آفریں سے متاع وصل کے لئے حسن تقاضا کرتا ہے۔

منزل قرب کی تیسری راہ یعنی جلوہ وصال میں جس کو طریق عشاق کہئے۔ رسائی کے وسائل ڈھونڈے جاتے ہیں۔ باطنی جذبات ابھار ابھار کر خود اس طرف لیجانا چاہتے ہیں۔ لیکن جلال بارگاہ اور شان جبروت دور ہی سے جنون

دکھاتی ہے۔ پائے ہمت لغزش میں آ کر عصائے شیخ کا سہارا ڈھونڈھتے ہیں۔
اسی کا نام تلاش مرشد کامل رکھا گیا ہے۔ ہزاروں باکمال منزل مقصود پر پہنچ کر
اپنے نقش قدم پر چلنے والوں کو اسی پاک طریق کی تعلیم دیتے چلے گئے کہ مسند
تقرب کی حاشیہ نشینی بغیر فاشت پیر دارتی شیخ طریقت ہرگز ممکن نہیں۔
اس مختصر تمہید سے میرا مدعا یہ نہ تھا کہ میں اصول تصوف کو فروغ تحریر کا باعث
ٹھہراؤں بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اتنی سی بات اہل نظر کے پیش نگاہ ہو جائے
کہ خاصان خدا کے مراتب کس طرح بتدریج رفعت و علو کے منازل طے کرتے
ہیں انھیں اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جب حضرت مولانا کے فعل سابقہ پر
غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آپ کی ابتدائی حالت طریق اخیار سے بالکل مشابہ
تھی۔ روزہ نماز کی پابندی کے لیے صرف اسی پر قیاس کر لینا کافی ہے کہ آپ
کس بابرکت خاندان کے نونہال تھے۔ کن خدا رسیدہ ہاتھوں کو آپ کا
گہوارۂ تربیت بنایا گیا تھا۔ حج و زکواۃ کی ادائیگی کے لیے ابھی قدرت نے
وقت مقرر نہ فرمایا تھا۔ جہاد نفس طالب علم کی مستی نے جیسا کچھ آپ سے کرایا
وہ عالم آشکارا ہے بارہ برس کی عمر کو دیکھئے اور پیادہ پا سفر دور و دراز پر نظر
کیجئے۔ اگرچہ اوس وقت آپ کا منتہائے نظر خاص حصول قرب الٰہی نہ تھا۔
تاہم ذات الٰہی کا علم حاصل کرنا صفات نامتناہی کی معلومات بہم پہنچانا منشاء
حصول کمال ضرور تھا اسی طرح طریق ابرار میں جب آپ کی طرف نظر اوٹھتی ہے
ایک طرف تو علائق دنیوی کے خارزار میں آپ کے دامن کو الجھا ہوا دیکھتے
ہیں تو دوسری طرف باوجود تعلقات کے لذائذ دنیوی سے آپ کو بیگانہ محض
پاتے ہیں باہمہ ہوکر بے ہمہ ہونے کی شان بندہ ہوکر باخدا ہونے کی آن
ہر پہلو سے آپ کی پابند؟ اداؤں میں نکلتی ہے۔ فقراء کی اعانت غرباء کی دستگیری
اعزاء کا خیال احباب کی دلجوئی۔ درماندوں کی امداد۔ بیکسوں کی ناز برداری
حاجتمندوں کی حاجت براری امراء سے علیحدگی عمائد سے جدائی۔ فاسق و فاجر سے

نفرت۔ اخلاق کے چمکتے ہوئے جوہر ہیں۔ اسی کا نام خصائل حسنہ رکھا گیا ہے
خبیثت وریا۔ تملق وتکبر افعال ذمیمہ کے چار عنصر مکر وفریب کذب وافترا
خودداری وخودستائی۔ اعمال شنیعہ کی شش جہات جو ان سے بیگانہ
وبیزار وہی مقبول روزگار۔ خدا کا فضل عظیم کہ آپ کی ذات گرامی صفات جہاں
شمائل جلیلہ وخصائل جمیلہ کا عطر مجموعہ تھی وہاں اطوار رذیلہ اور حرکات
ناپسندیدہ کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ سہنے کو ملازمت کا حیلہ حوالہ تھا مگر در اصل اس
پردہ میں آپ کا امتحان ہونے والا تھا۔ پابند علائق ہو کر آزادانہ عبادت و
ریاضت میں مشغول ہونا جس قدر دشوار ہے وہ جاننے والوں سے پوشیدہ
نہیں۔ مگر بحمد للہ کہ آپ نے اس حالت میں بھی وہی کر دکھایا جو اکابر متقدمین
ہی کا کام تھا۔ آخر جانچ کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔ جذبات روحانی نے
دل میں گدگدی پیدا کی ذوق حقیقت شناسی نے ارمانوں کو بھڑکایا۔ سفلی
تمنائیں ترقی کے سبزہ زاروں میں ہوا کھانے کی آرزو مند ہوئیں۔ آتش
عشق آہوں سے شرربار ہونے لگی۔ منزل قرب تک پہونچنے کی خاطر ذکر و
اشغال مجاہدہ وریاضت کو واسطہ وسیلہ بنا کر ہر طرح سلسلہ جنبانی کی نہ علم و
عمل کی کمندیں بام تقرب تک پہونچا سکتیں نہ تقوی وریاضت نے حریم قدس
تک رہبری کی۔ آخر طبیب حاذق تھے حکمت الٰہیہ کے راز کو سمجھ گئے کہ ورزش
جسمانی جس طرح بدن کی تروتازگی کا سبب ہے اسی طرح کثرت ذکر و شغل
روح کو تازہ کرنے کا ذریعہ۔ جس طرح بے احتیاطی بدپرہیزی امراض جسمانی
کے لیے باعث ضرر۔ اسی طرح مشاغل واذکار میں بے قاعدگی وبے اصولی
سے روحانی مضرت کا خطرہ۔ جس طرح امراض جسمانی کی خاطر طبیب فاضل کی
ضرورت یوں ہی امراض روحانی کے لئے معالج کامل کی حاجت۔ تصور
کی رہبری سے یہی نسخہ اپنے ازالہ امراض کے لئے تجویز کیا گیا کہ اب گھر چلکر
(جس طرح مریض ہمیشہ اپنے مزاجداں طبیب کے پاس دوڑتا ہے) اپنے

اپنے روحانی رہبر کامل سے رجوع کیجئے والد بزرگوار سے زیادہ (جو اس وقت مسند تقرب کا اکیلا تاجدار تھا) اور کون واقف کار طریقت شناس ہو سکتا ہے۔ اسی خیال نے ایک مستانہ بیخودی اور نیاز مندانہ ذوق ارادت کے ساتھ آستانہ شیخ پر پہونچایا۔ اس سے قبل بھی کئی بار اظہار مدعا ہو چکا تھا مگر نظر کرم ملتفت ہو ہو کر رک جاتی تھی۔ اس مرتبہ بے تابانہ اصرار کے ساتھ عرضداشت پیش ہوئی۔ والا اقدس کی مہر بھری نگاہیں بیٹے کی سعادتمند جبین نیاز پر پڑتے ہی تاڑ گئیں کہ اس مرتبہ طلب صادق کا جوش ہے۔ زبان کا کام چشم سخن گو نے کیا تحریر تبسم بہت موزوں تکرپیش نظر ہو گئی۔ آپ بھی سمجھ گئے کہ شیخ کی چشم سخن گو کھلے لفظوں میں پکار رہی ہے کہ ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

ادھر شیخ کے راز شناس آستانہ بوس جو پہلے سے آگاہ کر دیے گئے تھے آپ کو تسکین آمیز الفاظ میں سمجھانے لگے اور صاف طور پر منشاء شیخ سے ظاہر کر دیا کہ جب تک یہ تعلقات دنیوی آپ کے دامن سے وابستہ ہیں کمال باطنی میں کمال حاصل ہونا دشوار ہے آپ نے اسی وقت ملازمت سے ترک تعلق کرنے کا مصمم ارادہ فرمایا۔ استعفاء دے کر خدمات سرکاری سے سبکدوشی حاصل کی اس کے بعد ہجوم شوق اور کمال عقیدت سے طریقہ انیقہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد بزرگوار امام الاولیا شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق قادری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے دست خدا پرست میں ہاتھ دے کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ اس سلسلہ عالیہ کے مشائخ کرام اوّل مرید صادق کو وضو تازہ سے ادائے نوافل کی ہدایت فرماتے ہیں کم از کم دو رکعت نماز نفل جس میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھی جاتی ہے ادا کرنے کا حکم ہوتا ہے طالب بیعت تاوقتیکہ شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ پہونچے نوافل کے بعد خاموش صورت شیخ کے تصور میں مشغول رہتا ہے جس وقت بیعت کے لیے شیخ کا دست تصرف مرید کے ہاتھ میں پہونچتا ہے۔ کلمہ

طیبہ کے ساتھ تجدید ایمان کرائی جاتی ہے۔ اوس کے بعد تمام معاصی وجرائم سے باقرار لسان وتصدیق قلب تین بار توبہ کرائی جاتی ہے۔ توبہ کے بعد کلمات دعائیہ جو شیخ کی زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ مرید بھی اپنی زبان سے اون الفاظ کا اعادہ کرتا ہے۔ اب خاص وقت آتا ہے کہ شیخ کی باطنی توجہ مرید کے قلب کو گرماتی ہے تین مرتبہ شیخ کی توجہ کا اثر مرید کے جذبہ صادق کو ابھارتا ہے۔ توجہ کے بعد شیخ کی جانب سے ایجاب اور مرید کی جانب سے قبول کے کلمات تین تین بار ادا ہوتے ہیں۔ اگر مرید تنہا ہے تو اسی وقت اور اگر جماعت ہے تو فرداً فرداً اسیطرح ہر شخص سے ایجاب وقبول کے بعد صرف ایک بار شجرۂ طیبہ پڑھایا جاتا ہے۔ شیخ کی زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں سب مرید اپنی اپنی زبان سے ان کو دہراتے ہیں اوس کے بعد فاتحہ کی شیرینی تعظیم وادب کے ساتھ مرید خاص طور پر شیخ کے ہاتھ سے اپنے دامنوں میں کھڑے ہو کر لیتے ہیں۔ اسی انداز پر جس وقت حضرت مولانا اپنے دست طلب کو شیخ کے دست کرم ریز میں دیا۔ پہلی ہی توجہ میں خزائن معرفت سے مالا مال ہوگئے۔ انوار الٰہی سے قلب روشن آئینہ حریم قدس بن گیا۔

ظرف عالی اگرچہ بہت کچھ وسعت پذیر تھا لیکن شیخ کی شان کریمی کے سیلاب عظیم کو نہ روک سکا۔ دوسری اور تیسری توجہ نے عروس حقیقت کی بے نقاب رونمائی کرا کر نہ صرف وارفتۂ جمال ہی بنا دیا بلکہ وادی ایمن کا عالم نظروں کے سامنے پھر گیا۔ بیخودی اور مدہوشی نے دامن کھینچا۔ سر و پا کا ہوش باقی نہ رہا۔ جذب کی حالت طاری ہوگئی۔ شجرہ پڑھتے پڑھتے حالت متغیر ہونے لگی۔ بیعت سے فراغ کے بعد رنگ نیرنگی نے رنگ جمایا۔ نگارخانۂ عالم کی رنگ رلیاں بے لطفی و بیرنگی کی رنگت میں ظاہر ہو کر نگاہوں سے گر گئیں۔ کچھ دنوں شیخ کے تا زنگاہ سے دامان قبائی چولی دامن کا ساتھ رکھا نظروں سے اوجھل نہ ہو سکے مگر جذب کی ولولہ خیز ترنگیاں گریباں گیر تھیں۔ ان سے گلو خلاصی نہ ہو سکی

آخر گھر کو خدا حافظ کہہ کر جس طرف کو منہ اٹھا چل دیئے۔ عرصہ تک یہی حالت رہی
بجز ادائے نماز ہر وقت ماسوا سے بے خبری رہتی تھی۔ بیخودانہ مستی کی دھن میں
خدا معلوم کہاں کہاں کی سیاحی کی کس کس جگہہ قیام کیا۔ مختلف اشخاص نے مختلف
رنگوں میں آپ کو مستغرق ریاضت پایا نفس کشی کے لیے سخت سے سخت مجاہدات
آپ نے کئے۔ متقدمین کے انداز ریاض جو کانوں سے سنتے تھے۔ دیکھنے والوں
نے اپنی آنکھوں دیکھے۔ کبھی لذت بادیہ پیمائی سے حلاوت پائی۔ کبھی دامن
کوہ سے دامن باندھ کر چلہ کشی فرمائی۔ بارہ سال تک اسی طرح اسمائے
جلالی وجمالی کے اشغال میں محو رہ کر منازل تلوین کو طے کیا۔ مسند تمکین پر جلوہ
افروز ہوئے۔ سیر فی اللہ کی محویت آخری شاہراہ میں رسائی ہوئی۔ بیخودی نے
کام بنایا۔ نسبت چشت غالب آئی۔ ہندالولی کی سرکار سے سند ولایت
کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار
کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت نے آپ کو بالکل اپنی طرف متوجہ کر لیا۔
کشاں کشاں آپ دربار گہربار حضرت قطب صاحب پر حاضر ہوئے۔ آستانہ
بوسی کی تہ میں راز کمال یابی اور سر کامیابی مضمر تھا۔ یہاں صبغۃ اللہ کی
رنگینی کا وہ چوکھا رنگ آپ پر چڑھا کہ بالکل رنگ گئے۔ حالت جذب نے تنزل
کیا۔ سکر کی کیفیت سکون طبیعت کا سبب ہوئی۔ نعمت باطن اور دولت
عرفان کے ان گنت خزانوں سے جھولیاں بھر لیں۔ چند روزہ حاضری میں
برکات بیکراں کے علاوہ طے الارض کا خصوصی تحفہ عطا ہوا۔ جس نے سیر فی الارض
کی تمام مشکلات کو آسان کر دیا۔ انھیں ایام میں ایک بزرگ صاحب دل سے
ملاقات ہوئی باشارہ روحانیت حضرت دستگیر عالم رضی اللہ تعالےٰ عنہ
اونھوں نے ایک خاص درود شریف کی جو معمولات خاندان حضرت سید آل حسن

۱؎ حضرت سید آل حسن رسول نما علیہ الرحمۃ دہلوی۔ آپ ہندوستان کے دور آخر میں نہایت

رسول نما دہلوی سے ہے اور قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر کی اجازت دیکر آپ کے اوراد میں داخل فرمایا

شعر

عه۲۵

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته لكل هول من الاهوال مقتحم

اس درود شریف کی کثرت اور اس مبارک شعر کی برکت سے نوشاہ کون و مکاں عروس مملکت لولاک جان جہاں جانان عالم حضور رحمت للعالمین روحی لہ الفداء کے نظارہ جمال باکمال سے چند بار مشرف ہوئے اوس واقعہ کا مفصل تذکرہ آئندہ مکتوبات میں خود حضور اقدس کی زبان قلم سے ناظرین کے گوشگذار ہو گا۔ پہلی بار طالع بیدار نے اس انداز سے دربار پر انوار میں باریابی کا اعزاز حاصل کیا کہ حضور پر نور کو چاہ زمزم پر جلوہ افروز پایا۔ خود کو بھی خوبی قسمت سے وہیں حاضر دیکھا چاہ زمزم کا پانی جوش کھا کر اوپر آتا معلوم ہوا۔ آپ پانی کو اپنی ہاتھوں میں لیکے نکال دینے میں مشغول نظر آئے۔ رخسارہائے مبارک اس درجہ تجلی خیز ہیں کہ نگاہیں فروغ نور سے خیرہ ہوتی ہیں۔ دوبارہ لذت حضوری کا لطف اس آن بان سے حاصل ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶ صاحب کشف و کرامات بزرگ گذرے ہیں سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ محمد مقیم حجرہ والے سے شرف بیعت و خلافت حاصل تھا۔ آپکی نسبت دربار نبوت میں اس درجہ قوی تھی کہ جو شخص آپ سے بیعت ہوتا تھا پہلی ہی شب میں حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا سنہ ۱۱۰۳ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ اولیس ثانی و محبوب ابرار مصرعہ تاریخ وصال ہے خزینۃ الاصفیا میں جو قطعہ تاریخ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

زدنیا چو در جنت رسید حسن پیر محمد دل بخستن
بگو پیر فیاض تاریخ او رقم کن دگر تاج اشرف حسن

عه۲۵ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محبوب ہیں کہ ہر سخت مصیبت میں آپ کی شفاعت امید کیجاتی ہے

وسلم ایک جگہ جلوس فرما ہیں۔ لوگ حاضر ہوتے ہیں اور چلے جاتے ہیں خود کو بھی محو آمد و رفت پایا۔ لیکن واپسی کے وقت یہ محویت اس درجہ بیخودی کو پہونچی کہ سات بار حضور کا طواف کیا۔ تیسری بار کی رویت میں تجلیات رحمت والفدا کرم نے نئی سج دھج دکھائی ذوق تکلم اور عزت مخاطبت سے سرافرازی حاصل ہوئی۔ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی شعر قصیدہ بردہ شریف کا تلاوت فرماتے ہوئے پایا اور بکمال شان کرم ارشاد ہوا کہ قصیدہ بانت سعاد مصنفہ کعب رض کا ایک شعر بھی خوب ہے وہ بھی پڑھنا چاہیئے اور خود حضور اکرم روحی لہ الفداء نے اس پاک شعر کو اپنی زبان مبارک سے ادا فرما کر اوسکے پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لیکن حضرت اقدس جب بیدار ہوئے یہ شعر ذہن مبارک سے اتر گیا۔ جی تڑپ کر رہ گیا۔ انقباض شروع ہونے لگا کسی طرح کشود کار نہیں ہوئی۔ فوراً عریضہ خدمت شیخ میں یعنی حضرت والد بزرگوار کی جناب میں حاضر کیا۔ اوس شعر کو دریافت کیا قصیدہ بردہ شریف کی خاندانی معمولات کے مطابق اجازت چاہی۔ یہاں آئینہ قلب پر پیشتر ہی سے یہ تمام واقعات عکس افگن ہو ہو کر رونما ہو چکے تھے۔ تقاضائے ہمت عطا پاشی کے لیئے طلب صادق کا منتظر تھا۔ جب یہ عقیدت آفریں طلب نامہ لگا ہوا سے گذرا اکرام و انعام کی بچھاور ہوئی۔ سلاسل خمسہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ۔ نقشبندیہ۔ مداریہ کی اجازت معہ تمام معمولات خاندانی و سند خلافت کے دربار شیخ سے مرحمت فرمائیگی۔ تکمیل مراتب کے بعد مدارج تقرب میں جتنا جتنا علو و اتصال ہوتا جاتا تھا اسی قدر دربار نبوت کی حاضری کا شوق دل کو ابھارتا تھا۔

سفرِ حجاز

۱۲۵۵ھ قدسی میں سالہا سال کی ریاضتِ شاقہ کے بعد اوسی جذب و بیخودی کے عالم میں آستانہ حضرت قطب صاحب علیہ الرحمۃ نے حج کا احرام باندھ کر پیادہ پا تنہا سفر کر دیا۔ دہلی سے روانہ ہو کر دار الخیر یعنی دربار اجمیر میں حضرت سلطان الہند غریب نواز کی حضوری سے مشرف ہو کر فیوض و برکات کی بیش بہا نعمت بطور زادِ راہ سلطان غریب نواز کی بارگاہ سے حاصل کی۔ یہاں سے بھی اوسی مستانہ دھن میں احمد آباد و گجرات ہوتے ہوئے سورت میں ہمہ تن نور کی صورت داخل ہوئے۔ راستہ بھر خاصان الٰہی کی پاک روحیں اپنے اپنے مقام پر آپ کو برابر نوازتی رہیں۔ ہر جگہ سے دامن بھر بھر کر باطنی دولت عطا کی گئی۔ دہلی سے صورت تک پیادہ پا سفر کرنا کوئی آسان بات نہ تھا۔ بعد مسافت کا خیال کیجیے۔ راہ کی دشواریوں کو سوچیے۔ بہت سے دریا۔ پہاڑیاں جنگل وغیرہ کی طرف نظر دوڑائیے تو معلوم ہوتا ہے کہ تن تنہا محض ایک شخص کے لیے کس قدر خطرناک سفر تھا۔ لیکن آپ کو ہر وقت آپ کی ہمت وارادت لاتحزن ان اللہ معنا کی حوصلہ بخش آیت پڑھ کر سنا دیتی نہ کچھ خوف تھا۔ نہ ہراس چھ مہینہ کا سفر باوجودیکہ راہ میں آستانوں پر قیام۔ اولیاء کرام کی زیارت کا اہتمام ملحوظ نظر تھا۔ پھر بھی صرف سترہ دن میں طے فرمایا۔ سورت میں جس وقت آپ کی اس وضع سے تشریف آوری کی خبر مشہور ہوئی خدائی بھر کی نگاہیں حیرت و استعجاب کے ساتھ آپ پر پڑنا شروع ہوئیں۔ کثرت لوگ وامن دولت سے وابستہ ہونے لگے۔ چونکہ زمانہ حج بالکل قریب آگیا تھا۔ اس لیے لوگوں کی مشتاق آرزوئیں آپ کو روکنے میں ناکام رہیں:

سورت سے بذریعہ جہاز خورد بادبانی آپ نے سفر کیا۔ یہ جہاز بھی خلاف معمول بہت ہی قلیل عرصہ میں منزل مقصود تک پہونچ گیا اور جدہ میں جاکر

لنگر انداز ہوا۔ جدہ سے مکہ معظمہ تک اگرچہ اونٹ کرایہ پر کرلیا گیا تھا۔ لیکن آپ کو پیادہ پا سفر طے کرنے کا ایک دوسرا ساماں پیدا ہوگیا۔ ہمیشہ سے ہمّت عالی غربا و مساکین کی امداد و اعانت کے لئے وقف تھی۔ یہاں رب کعبہ نے آپ کی مربیانہ خدمات کو ایک بیوہ عورت و یتیم بچّے کی نگہداشت کیلئے مامور کر دیا۔ اس کا قصّہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ آپ حسن اتفاق سے بین پوری تشریف فرما ہوئے وہاں آپ کے شاگرد رشید جناب شیخ جمال صاحب مرحوم نے جو حکومت کے معزز عہدہ پر فائز تھے۔ کمال خلوص اور نیاز مندی کے ساتھ اپنے مکان پر قیام کے لیے اصرار کیا۔ شب کو اپنے ملازمین سے ایک نوجوان شخص کو آپ کی خدمت کے لیے منتخب کرکے حکم دیا کہ وہ شخص خود معہ دیگر ملازمین کے رات بھر پنکھا کرنے پر مامور رہیں اور یکے با دیگرے نوبت بہ نوبت بدلتے رہیں۔ مگر یہ نوجوان شخص ہی جب سے آپ شیخ صاحب کے مکان پر رونق افروز ہوئے۔ خود بخود محبت و عقیدت کے ساتھ آپ کی خدمت کو کمال سعادت سمجھتا رہا۔ شب کو سب سے اوّل خوشی خوشی حاضر خدمت ہوا اور اس خدمت میں پنکھے ایسا مستغرق اور محو ہوگیا کہ بالکل کسی دوسرے ملازم کو پاس نہ آنے دیا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ تہجد کے وقت بھی وضو کے پانی وغیرہ کا انتظام کیا۔ جب نماز فجر کے لیے اول وقت سے آپ مسجد کو تشریف لیگئے تو یہ شخص ضروریات سے فارغ ہونے کے لیے مکان کو گیا۔ رات کو مکان نہ آنیکا سبب اوس کی والدہ سے دریافت کیا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ہمارے شیخ صاحب کے وطن سے ایک بڑے بزرگ عالم حاجی حرمین تشریف لائے ہیں اون کی خدمت میں میرا جی خود بخود ایسا لگا کہ بالکل جدا ہونے کو طبیعت نہ ہوئی۔ رات بھر انھیں بزرگ کی خدمت میسر ہوئی اور ابھی پھر جا رہا ہوں۔ لڑکے کی یہ تقریر سنتے ہی ماں کی حالت بدلی چہرہ پر عقیدت آگئیں رنگ دوڑ گیا۔ لڑکے سے نام اور جائے سکونت دریافت کیا۔ نام و نشان معلوم ہوتے ہی بیساختہ جوش محبت

اوس نیک عورت کو طاری ہوا۔ اور لڑکے کے ہمراہ خود بھی شیخ صاحب کے مکان پر حاضر خدمت اقدس ہوئی۔ جبین نیاز قدموں کی جانب جھکا کر عرض کیا کہ حضور نے اس جوان اور مجھ ناتوان کو پہچانا۔ حاضرین نے حضرت اقدس کو خاموش دیکھ کر عورت نے استفسار حال کیا اس وقت اس ضعیفہ نے اپنا واقعہ سنانا شروع کیا کہ یہ بیکس اس لڑکے کے والد کے ہمراہ حج کو گئی تھی۔ جہاز میں شوہر بقضائے الٰہی فوت ہوگیا۔ بچہ شیر خوار تھا جب جدّہ میں جہاز سے مسافر اوتر کر مکہ مکرمہ کو روانہ ہونے لگے۔ میں اس بچہ کو گود میں لیئے ہوئے پیادہ پا اوس مقام پر پہونچی جہاں اونٹ جمع ہوتے ہیں بیکسی کا سفر۔ شوہر کے مرنے کا غم۔ زاد راہ کچھ پاس نہ تھا۔ اسی عالم یاس میں یہ سوچ کر کہ قافلے آتے جاتے ہیں۔ شاید کوئی خدا کا نیک بندہ بچہ کے حال پر ترس کھا کر اسکو اوٹھا لیے۔ اس ضعیفہ نے بچہ کو ایک پتھر پر لٹا دیا اور خود قافلے کے پیچھے ہولی۔ لیکن ماں کی محبت کب پیچھا چھوڑنے والی تھی تھوڑی دور چل کر پھر واپس آئی۔ بچہ کو گود میں اوٹھایا۔ آنکھیں آنسوں سے پر آب ہوگئیں۔ آسمان کی طرف دیکھا اور بیساختہ آہ نکل گئی۔ پھر بچہ کو خدا حافظ کہکر چٹان پر لٹایا اور جی کڑا کرکے مکہ معظمہ کی راہ لی۔ تھوڑی دور پھر چلی اور پھر لوٹ آئی۔ یہی اتفاق کئی بار ہوا۔ اسی اثنا میں حضور اقدس کی نگاہ پڑی بچہ کا پتھر پر بلکنا۔ عورت کا بیقرار ہو ہو کر بار بار آنا جانا دیکھا۔ شان کرم اور جوش شفقت کی لہریں دل میں دوڑ گئیں ضعیفہ عورت سے فرمایا کہ مکہ معظمہ تک یہ اونٹ جائیگا تم معہ اپنے بچے کے اونٹ پر آرام و اطمینان سے بیٹھ کر چلیو۔

بیوہ عورت اور یتیم بچے کی اس طرح دستگیری فرمائی خود بدولت پیادہ پا روانہ ہوئے مکہ معظمہ پہونچ کر مقصود اصلی یعنی شرف حج سے فارغ ہو کر مدینۃ الرسولؐ کی حاضری کا قصد کیا۔ قافلہ کے ساتھ آپ کا اونٹ بھی روانہ ہوا آبادی سے باہر نکل کر معلوم ہوا کہ ایک شیر خوار بچہ زمین پر پڑا ہوا ہاتھ پیر مار رہا ہے۔

آپ کو فوراً خیال آگیا اونٹ سے اوتر کر بچہ کے قریب آئے معلوم ہوا کہ وہی بچہ ہے
آپ نے بچہ کو گود میں اوٹھا لیا اوس کی ماں کو قافلہ میں تلاش کر کے بلوایا اور پھر نہایت
محبت و شفقت کے ساتھ اپنا اونٹ عورت کو مرحمت فرمایا اور خود پیادہ روی
سے یہ سفر برکت اثر طے کیا۔ راستہ بھر جہاں بچہ دودھ کیلئے روتا آپ راستہ
میں اگر بدوؤں کے آبادی ہوتی مکانوں پر جا جا کر دودھ فراہم کرتے۔ ورنہ قافلہ
میں جس طرح ہوسکتا بچہ کو دودھ پلواتے۔ مکہ معظمہ میں یہ عورت خود جماعت سالکین
میں جاکر شامل ہوگئی تھی۔ لیکن مدینہ منورہ پہونچ کر عورت کو زاد راہ بھی کافی مرحمت
فرمایا۔ یہاں تک وہ عورت صحیح و سلامت معہ اوس طفل شیر خوار کے اپنے
وطن واپس آگئی اور وہ بچہ اب جوان ہو کر اس قابل ہوا تھا کہ شیخ صاحب کی
یہاں نوکری کی خدمات انجام دیتا تھا۔ حاضرین نے جب یہ واقعہ اور اس
درجہ شفقت کا حال سُنا وجد کرنے لگے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہمکو بالکل اس
واقعہ کا خیال بھی نہ رہا تھا۔ مدتوں کی بات آج اس نیک بخت نے یاد دلائی
غرض یہ پہلا سفر دہلی سے مدینہ طیبہ تک پیادہ پا طے ہوا۔ کعبہ میں تجلیات الٰہی
کی جلوہ ریزیاں نور باطن کے فروغ کا سبب ٹھہریں۔ مدینہ میں حضور رحمت
عالم روحی لہ الفدا کی خصوصی رحمتوں سے نالامال کیا۔ دونوں جگہہ علما و مشائخ
کرام کی مجالس میں شرکت فرمائی۔ اکابر حجاز و عرب کی زیارت کی اصحاب
عظام کے مزارات سے فیض روحانی حاصل کیا اسنا و حدیث دونوں
جگہوں کے اجلہ مشائخ سے جو اوس وقت تمام بلاد عرب میں استاذ العلما
اور شیخ وقت مانے جاتے تھے لیکر ہندوستان کو مراجعت فرمائی۔

اجازت قصیدہ بردہ شریف

آپ نے قیام حرمین شریفین میں ایک بزرگ خدارسیدہ کا جو عامل
قصیدہ بردہ شریف تھے آوازۂ کمال سنا تھا۔ خاطر اقدس میں تمنائے
اجازت قصیدہ بردہ شریف بدرجہ غایت پیدا ہوگئی۔ یہ بزرگ مشائخ و
سادات بلاد حضرموت سے تھے۔ اسم شریف سید تھا۔ جب جہاز

بادبانی نواح حضرموت میں ایک شہر کے قریب جو ساحل بحر پر واقع تھا پہونچا معلوم ہوا کہ وہ بلدہ جائے قیام حضرت سید صاحب یہی شہر ہے جس کا نام بھی خیر سے شہر ہے اُس وقت آپ کے اشتیاق دلی میں ہزاروں تمناؤں کا ہجوم ہوا ارمان و آرزو نے بے اختیار سید صاحب کی زیارت پر آمادہ کیا۔ مگر مجبوری یا یوسی کی مختلف صورتیں پیش نظر کرتی تھی کبھی یہ خیال کہ شہر بہت چھوٹی سی جگہ ہے جہاز رکے گا کیوں کبھی یہ خطرہ کہ مکان دور ہو گا جانا دشوار ہے اُمید و بیم کی حالت میں لطف الٰہی اور کرم سرکار رسالت پناہی ڈھارس بند ھاتا تھا کہ انشاء اللہ تمنا ضرور پوری ہوگی یہی ہوا کہ جہاز ناموافقت ہوا کے باعث بندرگاہ شہر پر دو روز تک لنگر انداز رہا ستم ظریف مسلمان ناخدا سے جہاز نے مسافرین کو جہاز سے اترنے کی ممانعت کر کے ایک اور نئی مصیبت کا سامنا کرایا۔ مگر آپ کے شوق طلب نے آپ کو اجازت طلبی پر مجبور کیا۔ افسر جہاز نے ایک اور شرط کی قید لگائی کہ صرف اُس شخص کو اجازت دیجائے گی جس کی اہم ضرورت ثابت ہو جائے گی اس شرط کے مطابق آپنے بھی اپنی ضرورت پیش کی جواب ملا کہ یہ کوئی ضرورت ایسی نہیں ہے کہ جہاز سے اُترنے کی اجازت دیجاوے بذریعہ ملاصیان جہاز یہ ضرورت یرفع کر دیجاوے گی جب ہر طرح افسر جہاز کے خشک جوابوں سے مایوسی ہوئی تو آپ نے بھی سکوت فرمایا اور دل پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گئے۔ از خود جانا اس وجہ سے پسند نہ فرمایا کہ معلوم کس وقت ہوا موافق ہو جائے اور جہاز بلا انتظار مسافرین چھوڑ دیا جاوے۔ آپ کے جذبات روحانی کو صدمہ پہنچنا قدرت کو منظور نہ ہوا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ افسر جہاز نے آپ کو آواز دی مگر آپ پہلی آواز پر مخاطب نہ ہوئے دوبارہ اس نے پھر قریب آکر آپ کو بلایا آپ نے فوراً فرمادیا کہ مجھے کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کا ثبوت پیش کروں۔ آپ کے جواب پر افسر جہاز نے ہنسکر کہا

کہ ابھی تک آپ کو مجھسے ضرورت و حاجت تھی اب مجھے آپ کی ضرورت ہے یہ کہکر آپ کو ہمراہ لیا اور جہاز سے خشکی میں اتار کر سید صاحب کے مکان تک آپ کی ہمراہی میں آیا۔ آپ جس وقت داخل مکان ہوے اتفاق سے ورد کا وقت تھا طریقہ ورد یہ تھا کہ بعد نماز اشراق سید صاحب مسجد میں پشت بقبلہ ہو کر ہو کر بیٹھتے تھے جملہ طالبان سامنے صف بنا کر بیٹھتے تھے دوسرے اشخاص صف طالبان کے عقب میں ہوتے تھے سید صاحب خود بنفس نفیس قصیدہ شروع فرماتے بقیہ اشخاص سنتے رہتے اعتصام و اختتام وادعیہ محل اجابت پر جملہ طالبان اجازت سید صاحب کے ساتھ با آواز بلند مجموعی طور پر پڑھتے دوپہر کے قریب ورد ختم ہوتا۔ اس کے بعد فاتحہ ہوتی۔ لوگ منتشر اور متفرق ہوجاتے۔ سید صاحب تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے پھر اٹھکر نماز ظہر پڑھتے بعدہٗ جماعت حاضرین کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ کھانا کھا کر جنگل کو تشریف لیجاتے نماز عصر کے لئے واپس آتے عصر سے مغرب اور مغرب سے دوسری صبح تک تلاوت قصیدہ شریفہ تک بالکل خاموش رہتے صرف نماز ظہر سے فراغ طعام تک بات چیت فرماتے چنانچہ اس روز جب تلاوت ختم ہو چکی اور بعد نماز کھانے کا وقت آیا افسر جہاز نے کھانے سے فارغ ہوکر سید صاحب کو کچھ نذر پیش کی اور عرض کیا کہ یہ ہندی بزرگ حضور کا از حد مشتاق تھا اس وجہ سے میں اپنے ہمراہ لیکر آیا ہوں سید صاحب نے جواب دیا کہ خوب کیا جو لائے اس کے بعد ناخدا نے کچھ حالات اپنے وطن کے عرض کئے ناخدا بندر مخا کا رہنے والا تھا صرف اس قدر گفتگو کے بعد آپ معہ ناخدا رخصت ہوکر جہاز پہ آئے دوسرے روز آپ تنہا تشریف لیگئے اور قبل شروع ورد مسجد میں پہنچ گئے حسب معمول سید صاحب اپنی جگہ پر اور طالبان موجودہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے آپ کو جب حلقہ میں جگہ نہ ملی تو آپ دست بستہ کھڑے ہوگئے۔ ایک شخص نے آپ سے کہا ای ہندی جہاں تنا دو بیرون شو سید صاحب نے اس شخص سے غصہ میں فرمایا بیرون رو وہ شخص پیچ و تاب کھا کر حلقہ سے اٹھ گیا سید صاحب نے آپکو اسجگہ پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ آپ بھی بارشاد سید صاحب بیٹھ گئے بعد ختم ورد ہوتے بعد فراغ جب سید صاحب قیلولہ کیلئے تشریف لے گئے آپ بھی داخل آرام گاہ ہوئے اور سید صاحب کی بالیدن پا کا قصد کیا سید صاحب نے نہایت شفقت و محبت سے خلاف عادت سلسلہ تکلم شروع کیا

[illegible]

اس کے بعد سید صاحب محو استراحت ہوئے اور آپ وہیں منتظر تشریف فرما رہے یہاں تک کہ سید صاحب نے اوٹھ کر نماز ظہر ادا فرمائی اور بروقت طعام آپکو اپنی برابر بٹھلا کر کھانا کھلایا۔ کھانے سے فارغ ہوتے ہی افسر جہاز کا آدمی پیام اجل کی طرح آیا اور کہا کہ جلد چلیئے ورنہ جہاز چھوڑ دیا جائے گا۔ مجبوراً آپ نے اجازت چاہی دعائے برکت کے ساتھ سید صاحب نے آپکو رخصت فرمایا۔ اس عجلت میں ادعیہ و اسناد لکھنے کی نوبت نہ آئی دوبارہ حضرت اقدس قدس سرہ المجید کی ہمرکابی میں جب جہاز پھر اس نواح میں پہونچا آپ نے حضرت اقدس سے عرض کیا کہ اس طرح اجازت قصیدہ بردہ شریفہ حاصل کی تھی مگر افسوس کہ بعض ادعیہ فراموش ہوگئیں۔ حضرت اقدس نے مسکرا کر فرمایا کہ تاسف کی اور دوبارہ شہر میں جانے کی حاجت نہیں ہے۔ ہمیں سب معلوم ہے یہ فرما کر اپنی بیاض جو ہمراہ تھی آپ کو مطالعہ کے لیئے عطا فرمائی۔ آپ نے بیاض میں تمام اسناد و ادعیہ حرف بحرف جس طرح سید صاحب کی زبان سے سنے تھے مطابق پائے۔ اگرچہ بے انتہا مسرت کے ساتھ کچھ شک باقی نہ رہا۔ لیکن پھر بھی یہ وسوسہ ہوتا تھا کہ صرف دو مرتبہ قصیدہ شریفہ سننے کی نوبت آئی ہے۔ شاید کوئی دعا زائد از بیاض عطیہ پیر و مرشد رہ گئی ہو۔ یہاں تک کہ تیسری مرتبہ عدن میں سید صاحب کے ایک مرید سے ملاقات ہوئی۔ اون کے پاس سید صاحب کی دستخطی اجازت معہ اسناد و ترکیب کے لکھی ہوئی موجود تھی۔ آپ نے جب بیاض سے مقابلہ کیا تو بالکل حرف بحرف مطابق پایا اس وقت آپکو معلوم ہوا کہ اس قدر اشتیاق و تمنا کے ساتھ سرزمین حجاز میں آکر جو خاص بات حاصل کی تھی۔ وہ بھی اپنے گھر میں موجود تھی۔

سید صاحب کا سلسلہ طریقت حضرت صاحب قصیدہ بردہ شریف سے ملتا ہے اس قصیدۂ متبرکہ کے فوائد و خواص احاطۂ قیاس سے باہر ہیں چنانچہ خود فرمایا ہے

فوائد این قصیدہ مبارکہ در حصول مطالب ظاہر و باطن بے شمار۔ و بر السنہ خلق مشہور و در رسائل و دفاتر مسطور۔ تا عمدہ آنست کہ در بر عمل از ظاہر و باطن دنیا و آخرت

قطع نظر باید نمود۔ خالصاً لوجہ اللہ مخلصین لہ الدین باید بود پیروئے توجہ نہ تخت نہ
سلطنت باشد نہ سوئے جنت و ولایت در حدیث آمدہ۔ الدنیا حرام علی اہل الآخرۃ
والاخرۃ حرام علی اہل الدنیا وکلاہما حرامان علی اہل اللہ آوردہ سیوطی
فی الجامع الصغیر

بمبئی جب آپ کے ورود کی خبر ہوئی عمائد شہر نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ آپ کے
کمالات و تصرفات مختلف عنوان سے ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ کبھی معالجہ و ادویات
کی صورت میں کبھی تعویذ و عملیات کے پیرایہ میں۔ اس فیض عام کو دیکھ کر نامی گرامی
تاجر معزز و باوقار روسا رحلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ بانی جامع مسجد بمبئی کے
دونوں فرزند نواب جعفر علی خاں نواب سورت۔ نواب بیلہ چودھری امدادعلیخاں
نواب اسمٰعیل خاں روسائے گرامی قدر ضلع پونہ ساکن قصبہ کلیانی وغیرہ سب آپکے
مریدین باخلاص میں تھے۔ ابھی آپ بمبئی ہی رونق افروز تھے کہ مکان سے خبر
آئی کہ حضرت کے والد ماجد حضرت سیدی مولانا شاہ عین الحق قدس سرہ المجید
معہ قافلہ عظیم الشان کے عالم ضعیفی میں بکمال غلبہ عشق بقصد حاضری دربار
رسالت وطن سے روانہ ہو کر ریاست بڑودہ تک تشریف لا چکے ہیں۔ فوراً
بیتابانہ قدمبوسی کے اشتیاق میں بمبئی سے روانہ ہو کر بڑودہ پہونچے۔ شیخ کے جمال حق نما
کی زیارت سے آنکھوں کو پرانوار بنایا۔ قدم پاک پر جبین نیاز رگڑکر نوشتۂ تقدیر
میں اضافہ حسنات کیا اور پھر ہمرکابی شیخ میں قصد حرمین فرمایا۔ اب یہ قادری برات
بن سنور کر نوشاہ حجلۂ توحید حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قدس سرہ کو دولہ بنائے
جانب حجاز روانہ ہوئی۔ بمبئی پہونچکر براتیوں میں اور اضافہ ہوا۔ پورے قافلہ میں
تقریباً دو سو اہل دل شامل تھے جسمیں بعض اولیائے کرام بعض علماء عظام اور اکثر
صلحاء و متقین تھے۔ اپنے شیخ وقت کو ہمرکاب لئے کعبہ شریف پہونچے۔ راستہ
بھر عجیب و غریب فیوض و برکات کا اظہار ہوتا رہا انواع و اقسام کے تصرفات
اور خوارق عادات ظہور پذیر ہوئے۔ آپ نے تمام راہ باوجود کثیر التعداد مریدین کے

حج ثانی

سب سے زیادہ اپنے شیخ کی خدمت کی اور شیخ کی توجہ خاص سے جو اس مستی عشق الٰہی میں خصوصی شان رکھتے تھے فائز المرام ہوئے۔ اگرچہ حالت جذب سبز گنبد کی ایک جھلک نے سلوک سے بدل دی تھی۔ اور طبیعت کو سکون کامل ہو چکا لیکن اب شیخ کی مقدس و نورانی صورت میں شان محبوبیت کی وہ ہوشربا مستی تھی جس کا خمار آپکو بھی مست دیکھو و بنا دیتا تھا۔ اور آپ محو شوق ہو ہو کر خدمات انجام دیتے اور سعادت و سیادت کا صلہ پاتے یہانتک کہ اسی سفر میں معین الحق کے لقب سے سرفراز فرمائے گئے ایام حج میں مشائخ حجاز جو پہلی بار آپ سے واقف ہو چکے تھے آپ کے ہمراہ آپ کے والد ماجد کی ملاقات کے لئے آتے اور برابر فیوض روحانی حاصل فرماتے جس کا تذکرہ پیشتر آچکا ہے جب مدینۂ طیبہ قافلہ پہونچا اور حریم رسالت یعنی روضۂ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی آپ نے ایک ہاتھ میں روضۂ انور کی جالیاں اور ایک ہاتھ میں دامن شیخ کو مضبوط تھام کر بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ (یا رسول اللہ انظر حالنا۔ یا حبیب اللہ اسمع قالنا) (یہ سلام آدم جواہم و مرہم بر دل خراہم نہ) اے رحمت عالم جہاں تیری رحمت نے چند ہفتوں اپنے جوار رحمت میں رکھا ہے وہاں اپنے خادم در کی یہ آرزو بر لا کہ تا زیست یہی بارگاہ ہو اور یہ خادم۔ اسی ولولہ انگیز جوش اشتیاق میں گردن جھکا دی قیام حرم کی تمنا میں طالب اجازت ہوئے حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے علیک بالہند کی پاک اور مبارک ندا گوش حق نیوش میں پہونچی سرکار رسالت کی اس ذرہ نوازی سے بیحد فرحت و مسرت حاصل ہوئی یہ بھی بشارت تھی کہ تنبیہ و تادیب گمراہان اشرار کی جو ہندوستان میں اہل نجد کے متبعین ہیں ضروری ہے اس بشارت کبریٰ کی تعمیل آپنے ہندوستان مع الخیر واپس آکر کی۔ اکثر اہل قافلہ جو بہ نیت ہجرت باجازت اپنے شیخ طریقت حضرت

سیدی عین الحق قدس سرہ کہروں سے روانہ ہوئے تھے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ
میں مقیم ہوگئے باقی تمام حضرات مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ اسی طرح
۱۳۲۱ھ و ۱۳۲۲ھ قدسی میں بہمراہی اعزا و اقارب ظاہر طور پر حج کو تشریف
لے گئے بلدین طیبین کے تمامی اعاظم و اکابر حضرات آپکے کمالات کے معترف
آپکے فضائل و مناقب کے مقر ہوئے۔ یہ وہ سفر ہیں جو بالکل علانیہ طور پر
کئے گئے ورنہ اہل بصیرت کے نزدیک تو پہلے اور دوسرے سفر کے بعد
کوئی سال ایسا نہ ہوگا کہ آپ کے اثر روحانی نے بذریعہ طے الارض آپکو
حرمین شریفین کی حاضری سے باز رکھا ہو۔ اور آپ برکت حج سے فائز المرام
نہ ہوئے ہوں ۱۳۲۵ ہجری میں سفر عراق کا قصد فرمایا جوش عقیدت نے بکمال
تکریم و تعظیم بغداد شریف حاضر کرایا۔ یہ سفر بھی اگرچہ پہلا سفر تھا لیکن دربار
غوثیت میں جو کچھ عزت افزائی اور سرافرازی فرمائی گئی وہ برسوں کے
مشتاقان جمال کو بھی شاید نصیب ہوئی ہوگی اس سفر میں صرف حاضری
آستانہ حضور دستگیر عالم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نیت کی گئی تھی جس وقت
آپ دربار پر انوار میں حاضر ہوئے آپکی تشریف آوری کی خبر سنکر قطب الافراد
نقیب صاحب بغداد حضرت مولانا سید علی قدس سرہ سجادہ نشین دربار مقدس خود
بنفس نفیس مسند مطہر سے اُٹھکر تا در دولت سرا تکلیف فرما ہوئے اور بکمال اعزاز و
اکرام ہاتھ میں ہاتھ ڈالے دولت خانہ فیض کاشانہ میں لیگئے اور اس سجادہ عالی
پر جسکی حاشیہ نشینی کی آرزو میں نہ صرف مشائخ وقت و اکابر دہر رہتے بلکہ تاج
نگین والے بھی اس سلطان دوعالم کے مسند نشینوں کی نگاہ کرم کے ہمیشہ متمنی رہتے ہیں)
لیجا کر اپنے پہلو میں جگہ دی یہ اعزاز و وقار حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی
نظر رحمت کا پرتو تھا۔ ایکطرف تو یہ عزت دیجاتی ہو کہ اپنی مسند فیض کے حقیقی وارث کی
برابر بٹھایا جاتا ہو دوسری جانب یہ وقار افزائی کیجاتی ہے کہ خود بے حجاب و
بے نقاب اپنے جمال جہاں آرا کی عین بیداری میں خواب کا خواب و خیال سا کر زیارت کرائی جاتی ہے

اور اسی طرح اپنے مشتاقِ جمال کو لذتِ دیدار سے وارفتہ و بیخود بنایا جاتا ہے۔ اسی بے پردہ نظارۂ عارضِ کا نقشہ حضرت سیدی تاج الفحول قدس سرہ نے ایک شعر میں کھینچا ہے ؎

وہ جن کو عین بیداری میں تھا بغداد میں تم نے
دکھایا چہرۂ گلفام یا محبوبِ سبحانی

بغداد شریف میں آپ نے عرصہ تک قیام فرمایا۔ حضرت نقیب صاحب نے بکمال کرم حضور پیران پیر رضی اللہ عنہ کے باطنی اشارہ سے مثال خلافت خاندانی عطا فرمائی اور اپنے فرزند اکبر حضرت سیدی سید سلیمان صاحب کو حکم دیا کہ آپ سے تلمذ و اجازت حاصل فرمائیں۔ سرکارِ غوثیت کی چشم عاشق نواز نے تمام عراق و شام میں آپ کے کمالات کی دھوم مچا دی۔ چنانچہ جب سنہ ۱۲۹۱ھ میں حضرت تاج الفحول سیدنا فقیر نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ حاضر بغداد شریف ہوئے حضرت سیدی مولانا سید سلیمان صاحب نے جو اس وقت مسند نشین دربار معلے تھے۔ نگاہ اول ہی میں آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ انت ابن فضل رسول اللہ چنانچہ تحفہ فیض میں خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

بعد آستانہ بوسی روضۂ مقدسہ برائے قدمبوسی زیب سجادہ عالیہ غوثیہ زینت دودمان عالیشان قادریہ مخدوم الانام مرجع الخواص والعوام۔ قرۃ العینین حضرات امام حسنین علیہما السلام و نور دیدہ جناب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ العزیز العلام جناب کرامت مآب حضرت نقیب صاحب مولانا سید سلیمان ادام اللہ تعالے برکاتہم مالطع القمران در مدرسہ شریفہ رسیدہ جمالے دیدم کہ حیران گردیدم و کمالے دیدم کہ در بحر تحیر رسیدم آداب و سلام عرض نمودم مہنوز ایستادہ بودم کہ ناگاہ حضور پر نور نظر انور جانب فقیر برداشتہ ارشاد فرمودند انت ابن فضل رسول اللہ از ہیبت و جلال ایں کلام قریب بود کہ از خود روم اما خود را جمع ساختہ بمجبوری کار خود را

ازاں خفا دور دیدہ عرض نمودم نعم کان قدس سرہ ابی فی الفور بشیر طلبیدند تقدیم نمودم
و بر قدم افتادم با بجملہ بطور رکابیہ اعزاز و اکرام فقیر فرمودند بارے شرحش نہ دارم ۔ ملخص کلام
آنکہ اندراں مجلس مبارک تا دیر ذکر جمیل حضور اقدس ابی و ربی شیخی و مرشدی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بر زبان کرامت ترجمان از حاضرین بمیان ماند دریں اثنائے بزرگی دیگر ہم کہ
حاضر دربار بودند ذکر فضل و کمال حضور اقدس ابی و مرشدی رضی اللہ شروع نمودند آمدم حضرت
نقیب صاحب ارشاد فرمودند[1] فان فضل رسول اللہ لیس لہ ۔ حد فیعرب عنہ ناطق بفم

اسی طرح جب حضرت شیخی و مرشدی سیدی و مولائی مولانا شاہ غلام مطیع الرسول
محمد عبد المقتدر صاحب قبلہ مدظلہ العالی ربیع الثانی شریف ۱۳۳۲ھ ہجری میں حاضر دربار مقدس
ہوئے ۔ پہلی ملاقات ہیں کہ اس سے پیشتر حضرت نقیب صاحب قبلہ مولانا سید پیر
عبد الرحمن صاحب دامت برکاتہم نے نہ صورت دیکھی تھی نہ نام سے واقف تھے ۔ نظر
اوّل ہی میں آپ کو دیکھ کر فرمایا ۔ ہو اشبہ بجدہ فضل الرسول لکن لحیتہ اطول منہ[2] ۔
بساختہ اس وقت مجھے وہ وقت اور وہ جلوہ زیر سمایا و آگیا کہ اس واقعہ کو میرے مخدوم
زادہ و شہزادہ حضرت مولانا عاشق الرسول محمد عبد القدیر صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ
نے مجلس عرس شریف میں خاص آستانہ قادریہ کے اندر کچھ عجیب تیور کے ساتھ
دوران وعظ میں بیان فرمایا تھا ۔ حضرت مخدومی و مطاعی مولانا حکیم عبد الماجد صاحب
نبیرہ حضرت سیف اللہ المسلول فرماتے ہیں کہ ۔

بغداد شریف کی حاضری کی بدولت اپنے حضرت جد امجد کی کمال شان ارفع و
اعلیٰ کا پتہ چلا وہ معمر بزرگ جنکی نورانی صورتیں شان تقدس کا آئینہ تھیں یہ سنکر
کہ حضرت مولانا فضل رسول کی اولاد حاضر دربار پر انوار ہے ۔ ہماری فرودگاہ پر
تشریف فرما ہوتے اور دیر تک حضرت جدی قدس سرہ کے مناقب و فضائل بیان

---

[1] فضل رسول اللہ کی کوئی حد نہیں جس کو کوئی شخص بیان کر سکے ۔

[2] یہ اپنے دادا فضل رسول کے ساتھ بہت مشابہ ہیں ۔ لیکن انکے داڑھی کسی قدر ان سے زیادہ ہے ۔

فرماتے ایک بزرگ نے بیان کیا کہ پہلی بار جب حضرت سیف اللہ المسلول تشریف لائے اور عرصہ تک قیام فرمایا یہاں تک کہ واپسی کا قصد کر دیا تو حضرت نقیب صاحب نے اپنے صاحبزادہ مولانا سید سلیمان صاحب سے فرمایا کہ مولانا کو حضرت امام الائمہ سراج الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کے مزار فائض الانوار کی زیارت تو کرا لاؤ اتنا عرصہ ہو گیا ابھی تک آپ اماکن متبرکہ پر حاضر نہیں ہوئے۔ حضرت نقیب صاحب کے اس ارشاد کو سن کر مولانا نے جو جواب دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالے عنہ سے کوئی سچی عقیدت اور زبردست نسبت رکھنے والی ذات اس وقت تھی تو وہ صرف ایک مولانا کی ذات تھی۔ آپ نے جواب میں کہا کہ مجھے طریقہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں گھر سے حضرت غوث اعظم کی آستانہ بوسی کی نیت سے چلوں اور ضمناً حضرت امام اعظم کی زیارت کو حاضر ہوؤں۔ یہ احرام صرف سرکار غوثیت کے لیے باندھا ہے۔ وکل ذنب سوائے الاشراک مغفور ایک جلیل القدر حنفی عالم کی زبان سے جو تمام علماء احناف کا مقتدا مانا جاتا ہو ان کلمات کا نکلنا درحقیقت ایک راز سربستہ ہے۔ جسکو فقط حقیقی معرفت شناس ہی جانتے ہیں۔ چنانچہ اس سفر میں آپ اسی طرح تشریف لائے۔ اسکے بعد متعدد مرتبہ جب سفر عراق کیا تو تمام اماکن مقدسہ کی زیارت کی دربار حضرت امام اعظم پر جبیں فرسا ہو کر کاظمین شریفین۔ نجف اشرف۔ کربلائے معلی۔ بیت المقدس وغیرہ متبرک مقامات سے فیوض روحانی حاصل فرمائے۔ نواب مولانا شاہ ضیاء الدین عون الحق قادری حیدرآبادی جو حضور اقدس کے نہایت مخلص عقیدت مند اور صاحب ارشاد خلیفہ و مرید ہیں فرماتے ہیں کہ آخر بار جب آپ حاضر بغداد شریف ہوئے اور بمصداق اتممت علیکم نعمتی تکمیل مراتب کے بعد واپسی کا قصد فرمایا۔ دربار غوثیت سے ایک تھیلی جس میں شانہ کنگھی۔ مصلح سر وغیرہ زنانہ سامان تھا مرحمت ہوئی حکم ہوا کہ بندر بمبئی میں ایک عورت ہے اوس کے حوالے کرنا جب آپ بمبئی تشریف لائے اور حسب معمول مکان جناب شیخ حسام الدین صاحب کشمیری کے بالاخانہ پر جو عقب مسجد نواب ایاز واقع ہے مقیم ہوئے۔ آپ کا معمول تھا کہ بعد نماز مغرب بحکم سیروا فی الارض تنہا مشی و گشت فرماتے

اس معمول میں اب چونکہ ایک حکم کی تعمیل دوسرے امانت کو حقدار تک پہونچانا مقصود تھا۔ لہذا عنت تلاش اون گمنام اور لاپتہ بی بی کی فرماتے تھی۔ ایک شب ایک عورت شکستہ حال پریشان خاطر اثناء راہ میں آپ سے ملی اور آپ کو دیکھ کر گویا ہوئی کہ مولوی صاحب اگر ہمیں کچھ رشوت یا معاوضہ دو تو ہم اون بیگم صاحبہ سے جن کی امانت تمہارے پاس ہے ملاقات کرا دیں۔ اس رابعہ عصر کے کمال کشف کو دیکھ کر آپ نے فرمایا اچھا جو مانگو گی دیا جاوے گا۔ عورت نے جواب دیا اب موقعہ نہیں ہے۔ کل شب کو اسی وقت اور اسی جگہہ ملنا۔ دوسرے روز وقت مقررہ پر اسی جگہہ ملاقات ہوئی وہ نیکبخت عورت آپ کو اپنے ہمراہ ایک ویرانہ میں لی گئی۔ آپ نے دیکھا ایک تخت پر بیگم صاحب جلوہ افروز ہیں سر کے بال چھوٹے ہوئے۔ ہر دو چشم کشادہ سرخ رنگ عرفان الٰہی کی مستی آنکھوں میں زمین سے آسمان تک تجلیات الٰہی کا شامیانہ۔ چھ عورتیں تخت کے ادھر اودھر خدمت میں حاضر۔ ساتویں یہ بی بی صاحبہ بھی جو ہمراہ لیگئی تھیں اونکے شامل ہوگئیں۔ تخت نشین بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب وہ ہماری بغداد شریف کی امانت کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا حاضر ہے اور تعمیل پیشکش کی ارشاد ہوا کہ امانت پہونچانے میں بہت دیر کی فرمایا جائے قیام کی عدم واقفیت باعث تاخیر ہوئی۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب اب آپ فوراً حیدرآباد دکن تشریف لیجائیں آپ اوس نواح کے صاحب ولایت اور صاحب خدمت مقرر کیئے گئے۔ یہ بیگم صاحبہ بموجب ارشاد اولیائی تخت قبائی لایعرفہم غیری اوس وقت ہیں مرتبہ قطبیت پر فائز تھیں اور وہ سات عورات درجہ ابدالیت پر متمکن تھیں رموز باطن کے واقف کار ان معاملات کو بخوبی جانتے ہیں کہ جس طرح نظام عالم کی باگ عالم ظاہر میں بتدریج حکام وقت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اسی طرح حکام باطن باعتبار اپنے مدارج کے باطنی تصرفات سے انتظام عالم کرتے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت سیف اللہ المسلول زیادہ تر حیدرآباد تشریف فرما رہا کرتے تھے۔ آپ کو سفر و سیاحت کرنے کے لیئے آپ کے چاہنے والے رب نے بہت آسانیاں کر دی تھیں اوّل تو آپ درجہ ابدالیت پر فائز تھے۔ جس کے لیئے

قوت طیران مخصوص اور لازمی امر ہے۔ دوسرے حاکم طے الارض ہونے کے باعث طبقۂ ارض پر آپ کے تصرفات حاوی تھے۔ قطع نظر ان متبرک سفروں کے ایام گم شدگی مولانا فیض احمد صاحب علیہ الرحمتہ میں آپ کا بلاد اسلامیہ میں بسلسلۂ جستجو مولانا ممدوح سیاحت کرنا۔ عرصہ تک خاص قسطنطنیہ میں سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین خادم حرمین الشریفین حضرت سلطان عبدالمجید خاں خلد مکین کے قصر دولت میں بکمال اعزاز واکرام مہمان رہنا اور بوقت رخصت سلطان المعظم کا بسعی بلیغ آپ کو روکنا مشہور واقعات ہیں۔ جب سے آپ اقلیم حیدرآباد دکن کی خدمت پر خاص طور پر مامور فرما دیئے گئے سیاحت کم کر دی۔ خدائے پاک نے ایک عالم کو سیراب کرنے کے لیئے یہ سفر آپ سے کرائے۔ ہر جگہ ہزاروں بندگان خدا آپ کے فیض ظاہر وباطن سے مستفیض ہوئے۔ کہیں آپ کے چشمۂ علم نے موج خیز ہو کر رشد وہدایت کی آبشاری فرمائی۔ ہزاروں غیر مذاہب والوں نے دولت ایمان پائی۔ فرق باطلہ نے مذہب حقہ اہلسنت اختیار کیا۔ کہیں دریائے عرفاں نے جوش زن ہو کر تشنگان فیوض روحانی کو سقانی الحب کا سات الوصال کے تیز وتند ساغر پلائے دیار وامصار میں آپ کے معترف اور متوسلین بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حضرت تاج الفحولؒ نے بعض اشعار میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ شعر

وہ جن کی ذات اشرف سے ترے باعث ہیں سب واقف

حجاز ومصر وروم وشام یا محبوب سبحانی

شہ فضل رسول پاک جن کے ہاتھ سے پھیلا ؏

جہاں میں تیرا فیض عام یا محبوب سبحانی ؏

کئی سال تک آپ حیدرآباد اس طور پر مقیم رہے کہ کبھی تھوڑے دنوں کے لیئے وطن تشریف لے آتے اوس کے بعد پھر واپس چلے جاتے۔ وہاں جس سج دھج اور جس آن وبان کے ساتھ آپ اوقات بسر فرماتے تھے۔ وہ ادا بھی اپنی شان میں سب سے انوکھی ہے۔

جناب نواب ضیاء الدین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے قیام کا یہ انداز تھا کہ جب آپ کسی جگہ قیام پذیر ہوتے عمائد و روسا جنہیں واسطے متروکہ جائداد و اراضی وغیرہ کے کچھ مناقشہ اور جھگڑا برپا ہوتا حاضر خدمت ہوتے اور آپ کو تکلیف تصفیہ معاملات ان کی خاطر برداشت کرنا ہوتی جو آپ فرما دیتے فریقین بلا عذر قبول و منظور کرتے جب ان کے مزاج مبارک پر برخواستگی وحشت ہوتی تو سب سامان آرام اور تمام اشیاء اسباب وغیرہ وہیں چھوڑ کر صرف ایک عصائے چوبی شیشم سیاہ رنگ کی دست مبارک میں لیکر جہاں طبیعت چاہتی وہاں روانہ ہو جاتے اور جب کسی دوسری جگہ آپ پہونچتے جملہ سامان آسایش فرش و لباس وغیرہ آناً فاناً میں مہیا ہو جاتا کچھ آپکو کسی سامان کی پروا نہ ہوتی دوسری جگہ بھی جب تک جی چاہتا رہتے اور جب چاہتے وہی ایک عصا اور چادر لیکر تشریف لیجاتے۔ نذر وغیرہ جو پیش ہوتی فقرا و مساکین کو تقسیم فرما دیتے ورنہ وہ بھی خدام وکفش بردار دیگر سامان کی طرح تصرف میں لاتے دنیا اور اہل دنیا کی صحبت سے اکثر گھبراتے صحرا میں رہکر بناسپتی کھانے میں بہت خوش رہتے چنانچہ اسی حالت صحرا نشینی میں فصوص الحکم کی ضخیم شرح تحریر فرمائی کچھ حصہ جو شرح لکھنے سے باقی رہگیا تھا اُسکی نسبت فرماتے تھے کہ جب صحرا میں تنہا رہنا ہوگا انشاء اللہ شرح کتاب پوری کیجائے گی اس قدر تحریر کے بعد نواب صاحب نے جن حسرت آمیز الفاظ کے ساتھ اُس پاک صحبت سے اپنی جدائی پر اظہار تاسف کیا ہے وہ دراصل آپ کے سچے جذبہ کا اظہار ہے۔ ایک شعر میں اپنے مفہوم کو یوں ادا کر دیا ہے ؎

اوقات ہمیں بود کہ بایار بسر شد ۔ باقی ہمہ بیحاصلی و بیخبری بود

مشائخانہ زندگی

آپ کی زندگی کا ایک حصہ تو وہ تھا کہ سن تمیز کو پہونچتے ہی طلب علم میں عمر کے بارہ سال گزار کر ۲۰ برس تک تحصیل طب میں صرف کئے۔ یہ زمانہ طالبعلمانہ زندگی کا زمانہ تھا اس کے بعد منصرفِ قصر سائی اہل ضلع و وطن تعلقات ظاہری پانچ یا چھ سال تک وابستہ دامن دولت رہے گویا ستائیں برس کی عمر تک افاضہ و استفاضہ علم کا سلسلہ تمدن و معیشت کا دور تھا اس کے بعد کا زمانہ عالم باطن کی سیاحی گلشن روحانیت کی گلگشت میں بسر ہوا جس قدر مدارج قرب الٰہی میں ترقی ہوتی گئی دنیا آپ کی نظر میں ذلیل و خوار اور آپ دنیا کی نظر میں مقبول ہوتے گئے جس قدر مخلوق الٰہی کے قلوب آپ کی طرف متوجہ ہوئے اس سے زیادہ خلاق حقیقی کا عشق آپ کے قلب میں موجزن ہوتا گیا۔ سوا خدا کے ماسوا سے بیخودی و بیخبری نے آپ کی رفعتِ شان کو خدائی بھر میں اعلیٰ و بالا کر دیا۔ وہ ایک عالم تھا کہ جب بدایوں میں آپ رونق افروز ہوتے مدرسہ قادریہ کی مسجد نور بجے تڑکے نمازیوں کے نورانی وجود سے بھری نظر آتی ہر صف میں غربا و امرا کی جماعتیں نیچی گردنیں کئے ہوئے یاد الٰہی میں مستغرق دیکھی جاتیں۔ مدرسہ عالیہ کی چوکھٹ سے باہر جوتیاں اوتار کر بڑے بڑے ثروت و حیثیت والے برہنہ پا پنجوں کے بل چلکر مدرسہ میں داخل ہوتے سنتیں ادا کرکے خاموش اور محو اورادو وظائف۔ تمام حضرات منتظر رہتے یہانتک کہ جب حنفیہ کا خاص وقت آتا دولت خانہ سے سنتیں پڑھکر خود بدولت تشریف لاتے

تکبیر اقامت کرنا آپ مسجد سے محراب امامت تک پہنچکر امامت
فرماتے۔ بعد نماز طلوع آفتاب تک خدا طلب ہاتھ دعا کے لئے بارگاہ
الٰہی میں پھیلے رہتے۔ ادھر دعا ختم ہوئی اودھر صفوں سے نمازی
بیخودانہ اضطراب کے ساتھ مصافحہ کے لئے دوڑتے۔ دست بوسی
اور قدمبوسی کا سلسلہ دیر تک قایم رہتا۔ مریض و بیمار۔ غریب و
تیمار دار۔ کوئی مدرسہ کے اندر کوئی سڑک پر ہجوم کئے ہوتے
کسی کے ہاتھ میں پانی کے کٹورے ہوتے کوئی بچوں کو گود میں
لئے ہوتا غرض و غائت سبکی یہی ہوتی کہ جس وقت سرکار مسجد سے
باہر تشریف لائیں آیات الٰہی دم فرماتے جائیں۔ یہ روح پرور
اسلامی منظر اب بھی نظر آجاتا ہے لیکن اگلی سی عقیدت کہاں۔ اس وقت
کے سے خاص پاک قلوب اور سیدھے سادے مسلمان سچی محبت
رکھنے والے خواب عدم سے ہم آغوش ہو چکے۔ خلوص کی بجائے
ہوا و ہوس دلوں میں گھر کر گئی۔ اس کے سوا وہ زمانہ تھا کہ شرفاء
بدایوں میں مشکل سے کوئی متنفس ایسا ہوگا جو سلسلۂ تلمذ یا سلسلۂ
ارادت میں منسلک نہو۔ اب مریدین و مستفیدین اپنے اپنے تفکرات
میں مبتلا ہیں۔ تاہم ادب و احترام کی وہی لہریں اب بھی موج خیز
معلوم ہوتی ہیں۔ اس زمانہ میں آپ امام باڈا کے لقب سے تمام
لوگوں میں یاد کئے جاتے تھے آپ کا احترام طبائع میں اس درجہ
جاگزیں تھا اگر آپ مدرسہ کے اندر ہوتے تو آنے جانے والے اس
خیال سے کہ پیر کی آہٹ نہ ہو ایڑیوں اور پنجوں کے بل چلتے یہ
احترام خواہ اس وجہ سے کہئے کہ آپ میں شان جلال کی جھلک
پائی جاتی تھی خواہ اس باعث سے سمجھے کہ آپ کا نورانی چہرہ
ہیبت و جبروت الٰہی کا آئینہ تھا۔ خواہ اس عظمت کو خداداد تصور کیجئے

بہرحال کوئی شخص کیسا ہی جری صاحب اثر مقرر و گویا کیوں نہ ہو آپ کے
چہرہ کو منظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا نہ کوئی مقرر آپ کے سامنے بے تکلف گفتگو
کر سکتا تھا۔ ہر وقت کے حاضر باش بھی خلاف مزاج نہ ایک لفظ
زبان سے کہہ سکتے تھے نہ دخل دے سکتے تھے۔ اس حالت میں بھی
وسعت اخلاق کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ حاضر ہو کر اظہار مدعا
کر لیتا اس کو یہ دعویٰ ہوتا کہ میری برابر دوسرے کسی شخص سے
آپ کو اُنس نہ ہوگا۔ در اصل آپ کا یہ خلق سرکار ابد قرار مدنی
تاجدار کے خلق عظیم کا خاص ظل و پرتوہ تھا جو کمال اتباع سنت
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث آپ کے عادات و اطوار سے
ہر لحظہ آشکار تھا۔ اوقات شبانہ روز میں شب کا کل حصہ یاد الٰہی
کے لئے وقف تھا۔ شب بیداری کی عادت طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی
فجر کی نماز سے فارغ ہو کر چاشت کے وقت تک ورد و وظائف
کا معمول تھا۔ ۹ بجے کے بعد مسند درس پر جلوس ہوتا تھا ظہر تک
یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔ درمیان میں تھوڑا وقت قیلولہ کا ہوتا تھا
ظہر کی نماز کے بعد پھر تھوڑی دیر وظائف میں صرف ہوتی باطنی
فیضان کے طالب عصر تک استفاضہ کرتے شہر کے اکابر و
اصاغر حاضر ہو کر اظہار مدعا کرتے عصر و مغرب کا درمیانی وقت
بھی بالکل اشغال و اذکار میں صرف ہوتا۔ نماز مغرب کے بعد نوافل
وغیرہ سے فارغ ہو کر مسائل علمیہ پر گفتگو فرماتے چند طلبہ آپس میں آپ کے
سامنے مکالمہ کرتے تحریرات جو بسلسلہ تصانیف قلمبند کی جاتی آپ کو
سنائی جاتیں اس کے بعد نماز عشا پڑھکر دولتخانہ میں تشریف لیجاتے
آخر عمر میں بالکل مدینہ ہی میں اقامت اختیار فرمائی تھی۔ نسبت
اویسی روح پر فتوح حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ ہر وقت

غالب تھی کبھی خواجگان چشت کا عشق ماسوا سے بیخود کر دیتا تھا اور بارگاہ چشت سے جو فیض عظیم آپ کو حاصل ہوا اس کا اندازہ احاطہ خیال سے باہر ہے خصوصاً حضرت سلطان الہند غریب نواز و حضرت قطب صاحب و حضرت گنجشکر اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے ساتھ آپ کی نسبت باطنی نہایت زبردست تھی اور یہی چاروں حضرات آپکے قصر کمال کے چار ستون تھے۔ اس زبردست نسبت نے ان چاروں حضرات کی مدح میں آپکی زبان سے جو عقیدت انگیز الفاظ نکلوائے ہیں وہ اس نظم سے آشکار ہیں۔

چہار ارکان نور عالم بالائے علیین — معین الدین قطب الدین فرید الدین نظام الدین
شریعت معرفت ہیں اور طریقت ہیں حقیقت ہیں — عیاں ہے چار باغ ورد و ریحان سنبل و نسرین
دعا جب مانگئے ان چار پیروں کے وسیلے سے — فرشتے چار جو خاص خدا ہیں وہ کہیں آمین
بہار بے خزان جنت قرب الٰہی ہیں — ہر اک ان چار کا ہے کعبۂ تازہ عرصۂ تمکین
جو بنائے سو وہ ناچار آچار رکھا پیروں نے — ہے نوران کا محیط چار سوئے عالم تکوین
انہیں چاروں سے عکس چہرہ ہائے آفتابی ہے — چہار آئینہ و چار عنصر عرفان کی ہے تزئین
انہیں چاروں کے گلہائے جمال نوبہاری ہے — ہوا ہے چار باغ چار سوئے معرفت رنگین
چہار اطراف عرش قرب پر ہے مثنوی ان کی — کرامت کرسی عزت کا ان کے پایہ پائین
دل ان کے مصحف اسرار ہیں چاروں کتاب ان کی — رباعی انتخاب فقر ایمان ہے بصد یقین
چہار ارکان ہیں چار کرسی عرش وحدت کا — جو ہو خاک قدم ان کا وہ ہو سرتاج عرشین

یہ ساقی میکدوں پر چار سوئے ملک وحدت کے
پلادیں مست کو بھی جام سیر برسے نوشین

سرکار غوثیت کے ولولۂ عشق نے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی[۱] اور

۱ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ آپ کی مفصل سوانح عمری ضیائی ہیولکے ابی و مربی جناب خالو صاحب قبلہ ادیب الآخر مولوی علی احمد خانصاحب اسیر مدظلہ نے نہایت تحقیق کیساتھ (حیات شیخ ۱۳۴۲) میں تحریر فرمائی ہے۔ آپ کا اسم گرامی آفتاب سے زیادہ روشن ہے آپ کو

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمہم اللہ اجمعین کی محبت
بھی بدرجہ غایت آپ کے قلب میں جاگزین کر دی تھی وجہ یہ
ہے کہ یہ دونوں حضرات حضور غوث پاک کے فرزندانِ مجازی
میں شمار ہوتے ہیں ارباب کشف جو حضور غوث پاک کو دونوں جہاں کہتے

حضرت شیخ اکبر

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے زبردست روحی نسبت ہے بلکہ آپ کا وجود با جود
حضور ہی کی دعا کی برکت کا اثر ہے مسئلہ وحدت وجود کی تجلیات کا ظہور آپ کے نورانی وجود کے
باعث دنیائے اسلام میں ہوا۔ ۵۶۰ھ میں دوشنبہ کی شب سترھویں رمضان المبارک کو بمقام مرسیہ اندلس
میں پیدا ہوئے سنہ ہجری میں حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ موصلی سے سرکار غوثیت کا عطیہ خرقہ
پایا حضرت خضر علیہ السلام سے بھی خرقہ حاصل ہوا۔ آپ نہایت زبردست صاحب تصانیف
ہیں حضرت شیخ مجدالدین فیروزآبادی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ کا ایک دستخطی اجازت نامہ بچشم خود دیکھا ہے
جسمیں اپنی تصانیف کی روایت کی اجازت شاہ حلب کو لکھی تھی اس میں چار سو کتب کے نام درج تھے
غرض یہ کہ آپ کے مناقب ظاہری عقل کے احاطہ سے باہر ہیں۔ آپ اوناسی برس چھ یوم زندہ رہکر
شب جمعہ ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ بمقام دمشق واصل اللہ ہوئے مزار شریف جبل قاسیون کے دامن میں ہے۔

لے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ۔ آپ حضرت شیخ محمد عبداللہ قریشی سہروردی کے فرزند
اور حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبدالقادر سہروردی قدس سرہٗ اپنے عم حقیقی کے صاحب مجاز مسند نشین ہیں
آپکے والد محض لاولد تھے والدہ کی بہن تمناؤں نے دربار غوثیت میں دعا طلبی کیلئے حاضر کیا حضور غوث پاک نے
دعا فرمائی مژدہ ولادت فرزند سنایا۔ اسی شب آپکی والدہ حاملہ ہوئیں بعد انقضائے مدت حمل دختر
ہوئی اگرچہ والدین نے بھی غنیمت سمجھا لیکن حضور غوث الثقلین کی جناب میں اطلاع دہی کیلئے آپکے
والد آپ کو گود میں لیکر حاضر ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا ختنہ ہیں یہ پسر ہے اور جو شہاب الدین
نام مقرر فرمایا اور آپ کے مدارج اعلیٰ کی بشارت دی چنانچہ آپکے ہوئے اور داستان دراز تھے انکے
حالات ومجاہدات اظہر من الشمس ہیں آپ ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے ۶۳۲ھ میں بغداد شریف میں وصال فرمایا قطعہ سال وصال
از خزینۃ الاصفیا: سرور اکبر شہاب الدین علی دو جہاں کو مقتدائے دین و دنیا شیخ عالم ہست گیر کا شف عالم بگو مصباح عرفان
کن رقم تا ترا حاصل شود تاریخ آں روشن ضمیر شد بہر تحصیل تخواں سرور شہاب الدین بگو ہم بگو با افضل عمر زاہد شہاب الدین پیر

وہ اسی باعث سے کہ آپ کے جناح اوّل حضرت شیخ الشیوخ عمر سہروردی اور جناح دویم حضرت شیخ اکبر ابن عربی ہیں حضرت سہروردی شریعت واتباع سنت میں وارث علوم غوثیہ ہیں اور حضرت محی الدین ابن العربی علوم حقائق و معارف میں شمع شبستان قادریہ ہیں۔ چنانچہ جب آپ تنہائی اور اعتکاف یا سحر انشینی کی حالت میں ہوتے حقائق و معارف کا فیضان ابن عربی کی روح پر فتوح سے بیحجابانہ ہوتا شرح فصوص الحکم میں اس فیضان خاص کی جھلک موجود ہے۔

بدایوں میں جب آپ رونق افروز ہوتے تو نسبت سہروردیہ کا رنگ گلگونہ عارض پر نور بنتا۔ اُس کا اظہار اس طرح ہوتا کہ بعد نماز عشا جب آمد و رفت بند ہو جاتی اور تنہا فقط آپ ہی مسجد مدرسہ میں رہ جاتے تو شب بھر آپ آستانہ حضرت[1] سلطان العارفین شیخ شاہی روشن ضمیر موئے تاب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر رہکر اذکار و اشغال میں

---

[1] حضرت برہان الکاملین سلطان العارفین شیخ شاہی موئے تاب قدس سرہٗ۔ اسم شریف خواجہ سید حسن ہو شیخ شاہی روشن ضمیر۔ موئے تاب مبارک القاب ہیں سلطانجی صاحب کے پیارے خطاب سے ہر شخص آپ کو یاد کرتا ہے مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کو آپ ہی کے دم قدم سے چار چاند لگے ہیں سلطان شمس الدین التمش کے عہد برکت مہد میں آپ کے والد بزرگوار یمن سے تشریف لاکر بدایوں میں اقامت پذیر ہوئے نسبا حسینی سید ہیں۔ آپ کے آئینہ قلب کی صفائی نے آپ کو روشن ضمیر مشہور کیا کسب حلال سے قوت لایموت کے لئے معاش پیدا کرنے کا یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا کہ بالوں کی رسیاں بٹکر فروخت فرماتے تھے اسی وجہ سے موئے تاب کہے جاتے تھے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے محبوب و مقبول خلیفہ تھے قاضی صاحب حضرت شہاب الدین شیخ الشیوخ رح کے مخصوص خلفا میں ہیں

محو رہتے مدرسہ عالیہ سے شب کو چلکر بارگاہ حضرت شاہ ولایت بدرالدین

ہوے تاب سہروردی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ میں ہوتے ہوئے حضرت شیخ شاہی رح کے مزار فائز الانوار پر بطور معمول اکثر جاتے۔ اُس طرف سے بھی حجاب اٹھادیے گئے تھے بے پردہ حضوری ہوتی تھی۔ متواتر چلّے کشی کجاہی اعمال و اوراد کی زکات دیجاتی۔ رات کو وہیں مقیم رہکر فجر کی نماز مدرسہ آکر ادا فرماتے سرکار رشد بضمیر سے طرح طرح کے انعامات و اکرامات ہوتے چنانچہ کتاب برکت انتساب احقاق الحق خاص حضرت سلطانجی صاحب کے ارشاد سے تصنیف کی گئی تھی غرض یہ کہ آپ سلاسل خمسہ کے اکابر

[illegible]

حضرت قطب الاقطاب حسینی دہلوی سے مجلس عرفان کے رکن رکین تھے ہندوستان کے مشاہیر اولیا اللہ میں شمار ہوتے ہیں دہلی میں ـــــ میں انتقال فرمایا قطب صاحب کی درگاہ معلّی میں مزار پرانوار ہے زندگی بھر میں صرف تین حضرات کو خلافت عطا فرمائی جنمیں سے حضرت احمد نہروالی اور حضرت شیخ شاہی بدایوں میں استراحت فرما ہیں تیسرے بزرگ خواجہ عین الدین قصاب لاہور میں آسودہ ہیں۔ فوائد الفواد میں حضرت محبوب الہی رضی اللہ تعالے عنہ سے حضرت سلطانجی صاحب کے مناقب بہت کچھ مذکور ہیں چنانچہ حضرت سلطانجی صاحب کا یہ مقولہ بھی مرقوم ہے کہ اگر میری وفات کے بعد کسی شخص کو کوئی مہم پیش آئے تو اُس سے کہدینا چاہیئے کہ وہ میرے مزار پر تین روز آئے اگر تین دن گزر جائیں تو چوتھے روز آئے اگر حاجت براری نہ ہو تو پانچویں دن میری قبر کی اینٹیں کھود کر پھینک دے ایک خدا والے کی پاک زبان سے یہ مبارک ارشاد کس فاز دلبری کے ساتھ نکلا ہے عبد کا اپنے معبود کی شان بندہ نوازی پر اس درجہ نازاں ہونا کمال عبدیت کی دلیل ہے۔ آج صدیاں گزر گئیں لیکن ایک جہان ہے کہ آپ کے مزار پاک پہ اُمڈا چلا آتا ہے اطراف ہند سے لوگ ہمیشہ بکثرت آتے رہتے ہیں اور عطاے الہی

اور صاحب سلسل کے منظور نظر تھے ہر بزرگ کی چشم کرم آپ پر تھی اور ہر جگہ سے بے شمار فیوض و برکات آپ کو حاصل ہوئے تھے سلسلے مشیخ سلسلہ کی نگاہوں میں بھی آپ کی اس درجہ عظمت و عزت تھی کہ جس زمانے میں آپنے پیادہ پا سفر حجاز کیا ہے اُن ایام میں حضرت سیدی شاہ معین الحق رحمتہ اللہ علیہ نے باوجود نقاہت کبر سنی چارپائی پر استراحت ترک فرمادی۔ آپ کی یہ خلش اور اضطراری حالت ایک راز سربستہ تھی مریدین باختصاص میں میر خادم علی صاحب قدس سرہٗ ہروقت کے مزاج دان اور ادا شناس تھے پیرو مرشد کو اس طرح متکلف پاکر ایک دن عرض کیا حضور اس آرام فرمانے کا حال ظاہر نہیں ہوتا کہ اس طرح کیوں تکلیف برداشت کیجاتی ہے اور چارپائی پر کیوں آرام نہیں فرمایا جاتا۔ زمین پر شب کا بسر کرنا غلام و کفش بردار نہیں دیکھ سکتے جواب میں ارشاد ہوا کہ میر صاحب مجھکو شرم معلوم ہوتی ہے کہ برخوردار

ضمیمہ

آپ کے وسیلہ سے مرادیں پاتے ہیں۔ آپ کی روشن کرامات روزانہ ہزاروں نگاہیں دیکھتی رہتی ہیں۔ شاہان سلف نے کثیر جائیداد مصارف درگاہ کیلیے وقف کرکے اپنی الوالعزمانہ عقیدت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک گاؤں مسلم اور تین مواضعات نصف نصف وقف ہیں جن کی کثیر آمدنی خدام کے تصرف میں صرف ہوجاتی ہے۔ اکثر کتب سیر آپ کے حالات کی آئینہ ہیں عرس شریف یوم الوصال ۲۴ رمضان المبارک کو صرف ایک روز ہوتا ہے جس میں شہر کے تمام مسلمان اور بکثرت اہل ہنود شریک ہوتے ہیں ہر جمعرات کو ایک میلہ لگ جاتا ہے مزار مبارک سوت ندی کے پار آبادی سے ایک میل کے قریب زیارت گاہ خلائق ہے ۱۸۹۶ء میں سید فضل علی ڈپٹی کلکٹر نے اہل شہر کے چندہ سے یہ پختہ سڑک

مولوی فضل رسول تو پیادہ پا ہزاروں مصائب و نوائب برداشت کرکے شوق حج میں سفر کریں اور میں چارپائی پہ آرام کروں اسی طرح کبھی کبھی یہ بھی ارشاد ہوتا کہ جس طرح انبیا و اولیا اللہ کا ارشاد۔ مثلاً حضرت محبوب الٰہی رحنے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر خدا مجھسے پوچھیگا کہ کیا تحفہ لائے ہو تو امیر خسرو کو پیش کردوں گا۔ اسی طرح اگر میرے رب نے مجھسے سوال کیا تو میں مولوی فضل رسول کو دربار احدیت میں پیش کرونگا۔ یہ وہ خصوصی عزت ہے جو آپ کے مدارج فیضہ کا

[illegible]

زیارت تک تعمیر کرائی اُس کے بعد تیجہ پاک مولوی قاسم علی صاحب وکیل شیعی روسا شیخوپور کی امداد سے ڈاکٹر عطار علی صاحب نے جو اس فقیر کے برادر طریقت اور حضرت مرشدی و مولائی حضور اقدس مولانا عبد المقتدر ناصحا و مسند فادری کے مخصوص خادم ہیں ہم مزار کے اندر ایک احاطہ جو مستورات کے لئے مخصوص کر دیا گیا اور ایک دروازہ کلاں جہاں سے ایک دوسری راہ اس زنانہ احاطہ کے دروازہ تک نکالی گئی ہے تعمیر کرایا جس کی تکمیل ۱۳۴۳ھ میں ہوئی دروازہ گلشن بہشت ۱۳۴۳ھ فقیر راقم الحروف نے اس دروازہ کی تاریخ عرض کی تھی۔ اُس کے بعد مہمانوں کے آرام و آسائش کیلئے منشی احمد حسین الٰہ آبادی تحصیلدار ریٹائرڈ نے ۱۳۴۳ھ میں چند حجرہ روسا شہر کے اشتراک سے تعمیر کرا لئے۔ تاریخ وصال حضرت سلطان جی صاحب رح طبقات الاولیا میں شب بست پنجم ماہ رمضان المبارک ۱۱۳۴ھ ہجری تحریر ہے چنانچہ فرماتے ہیں

در بقا گہ اسپاہ گاہ انام • حسن شیخ شاہی ذوالاحتشام
شب بست و پنجم زماہ صیام • چو تاریخ جستم ز سال رحیل
بگفتہ خرد اہل شوق عام • افروزدوں دلیل او نیہ رفتہ

عظمت الاولیا میں خواجہ علی اصغر مشہور بہ علاء الدین موج دریا ابن حضرت بدرالدین سلیمان ابن حضرت فرید الملت والدین شکر گنج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں شیخ شاہی جناب پیر کبیر مقتدائے جہاں خدا آگاہ۔ رفت چوں از جہاں بخلد بریں۔ سال وصلش بیاں شد آگاہ ۱۱۳۴ھ

اظہار کرتی ہے۔ جادہ سلوک کے مسند نشین جو کچھ وقار آپ کا کرتے تھے وہ ایک حد تک واجبی تھا تعجب تو یہ ہے کہ بادۂ عشق کے مدہوش و بیخبر مجاذیب کیوں اس قدر ادب و احترام میں سرگرم نظر آتے ہیں۔ لیکن جب خدا کی دین پر نظر ڈالئے تو کچھ حیرت استعجاب باقی نہیں رہتا۔ ضیاء المکتوب میں ہے کہ ایک زمیندار فدی مقام کو

[illegible]

حضرت شیخ اولیا امام العارفین شاہ ولایت صاحب بدرالدین ہوئے تاب قدس سرہٗ۔ آپ حضرت قطب الاقطاب دہلوی کے فرمان کے مطابق بدایوں کے صاحب ولایت اور حضرت سلطانجی صاحب کے برادر اصغر ہیں۔ بعد وصال حضرت سلطانجی صاحب آپکے اور آپ کے حقیقی بھائی خواجہ محمد عثمان رح کو جانشینی کا خیال پیدا ہوا دونوں صاحب باشارہ باطنی حضرت سلطانجی صاحب حضرت قطب صاحب کی جناب میں دہلی حاضر ہوئے جس وقت قطب صاحب کی نظران دونوں حضرات پر پڑی آپنے حضرت خواجہ بدرالدین کو مخاطب کرکے فرمایا۔ بیا بدرالدین صاحب ولایت بدایوں۔ اور خواجہ محمد عثمان سے فرمایا تمھارے لئے تمھارے بڑے بھائی حضرت سلطان العارفین کا قرب کافی ہے چنانچہ حضرت خواجہ محمد عثمان علیہ الرحمہ قرب مزار حضرت سلطانجی صاحب محو استراحت ہیں حضرت شاہ ولایت صاحب کو سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت سلطانجی صاحب سے بیعت وخلافت حاصل تھی سلسلہ چشتیہ میں بھی حضرت قطب صاحب کے خلفاء کرام میں آپ کا نام نامی نظر آتا ہے آپ بھی نہایت جلیل القدر اولیاء اللہ میں ہیں۔ حضور محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ نے فوائد الفواد شریف میں اظہار فرمایا کہ در بدایوں دو برادر بودند یکے شیخ شاہی روشن ضمیر دوئمی ابوبکر ہوئے تاب پس ابوبکر ہوئے تاب برادر بزرگ شیخ شاہی را اندیدہ ام۔ آپ بھی مثل اپنے بھائی کے بالکل ہیبان ٹھکر کسب حلال سے گزر فرماتے تھے۔ آپ کا لقب ہوئے تاب شاہ ولایت اور نیت ابوبکر ہے۔ آپ کا مزار اقدس روحانی فیوض کا سرچشمہ ہے بدایوں کے اکابر اولیاء اللہ میں ہے

منقول صاحب اسناد جائیداد و اراضی کے ہندوستان میں تھے
اُن کی آراضیات سرکار انگریزی میں ضبط ہو گئی تھیں تمام کوششیں
بے سود اور تمام تدابیر بیکار ہو چکی تھیں۔ حرماں نصیبی نے مایوس محض
کر کے ان کو آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز پر پہنچا دیا۔ عرصہ دراز
تک عیش و عشرت میں گزر ہو چکی تھی مزاج نازک اور ہمت مستقل تھی سمجھکر

[illegible]

اس وقت تک آپ کے باب فیض سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں نہ صرف
بدایوں بلکہ دور دراز سے مشائخ کرام آپ کے آستانہ پر حصول فیض کے لئے
حاضر ہوئے ہیں صاحب گلزار ابرار سید غوثی حسن قادری نے سید عبد اللہ
سلطاری علیہ الرحمۃ کا تذکرہ میں ان کا بدایوں آکر آپ سے فیضیاب ہوتا لکھا ہے فقیر
نے ضمناً اس تذکرہ کو اس لئے لکھدیا کہ ابھی تک مورخین بدایوں کی نگاہیں اس واقعہ
تک نہیں پہونچی تھیں۔ اس آستانہ میں بھی روزانہ اہل حاجت کا ہجوم رہتا ہے آستانہ
قادریہ کے روزانہ کے حاضر باش بلاناغہ دربار صاحب ولایت میں حاضر ہوتے ہیں
آپ کے تصرفات و کرامات کا اظہار عالم آشکارا ہے حضرت سیدی تاج الفحول علیہ الرحمۃ
جب ایک مقدمہ میں اشرار کی بدولت بلا سبب کچہری میں طلب کئے گئے تو ایک
خاص انداز کے ساتھ حاضر ہوئے اور ایک خاص فقرہ کسی قدر بلند آواز سے فرمایا جسکا
اثر یہ ہوا کہ فوراً حکم امتناعی اسی وقت آگیا۔ اور آپ کشمکش سے محفوظ رہے اسیطرح
راقم الحروف کے خالو صاحب جناب امیر مدد ظلہم جو برادران وطن کی سازش سے ایک
مقدمہ میں مبتلا ہو کر سخت پریشان ہو گئے تھے۔ آپ کی گردش چشم کرم کی بدولت نہ صرف
اس بلا سے محفوظ ہوئے بلکہ جمال باکمال حضور غوثیت مآب سے سرفراز کئے گئے۔ غرض آپکا
فیض عام ہے۔ وہ موقع مسلّم اور دولت آپ کے آستانہ کیلئے بھی وقف ہر آمدنی
خدام کی ملکیت کہی جاسکتی ہے جواہر فریدی میں ۱۲ رمضان المبارک تاریخ وصال تحریر ہے
سنہ کوئی نہیں ہے لیکن عظمت الاولیاء سے ۹۵۰ھ میں آپ کا وصال ہونا پایا جاتا ہے جیسا کہ قطعہ تاریخ

کہ غریب نوازی کی بندہ نوازی مشہور ہے کوئی محروم جاتا ہی نہیں ہے
خواجہ مزار شریف میں حاضر ہو کر یہ عہد واثق کر لیا کہ جبتک تمام
اراضیات اور کل جائداد نہ ملجائے گی نہ اس پاک در سے جدا ہونگا
نہ کچھ کھانے پینے سے تعلق رکھونگا۔ یہ کہکر بارگاہ قدس منزل میں مچلکے
تین روز متواتر بے آب و دانہ باب اجابت پر کھڑے گزار دئے
عشاق کے ناز بردار خدام کے حاجت روا سرکار بندہ نواز نے اس
مچلے ہوئے آرزو مند کو اپنی دھن کا پکا بات کا پورا پاکر بے نقاب
اپنے جمال کی ایک جھلک دکھادی اور اپنی غریب نوازی سے
دریافت فرمایا کہ کیا چاہتا ہے۔ ان حضرت نے وہی جواب دیا جو
دلکی خواہش تھی عرض کی کہ اراضیات و جائیداد کا خواستگار ہوں۔
ارشاد ہوا جا جو زبان سے کہے گا وہ پورا ہوگا۔ اس بخشش بیکراں نے
ان زمیندار صاحب کو مستجاب الدعوات بنا دیا۔ عالم ملکوت اور
لوح محفوظ کا انکشاف ہوگیا۔ ظرف ان کا اتنا وسیع نہ تھا
کہ اس دولت گراں بار کا متحمل ہو سکتا۔ فوراً مجذوب ہوگئے

وصال سے ظاہر ہے۔ عظمت الاولیاء۔

کرد از دنیا چو بدر الدین سفر
سال وصل او بگو بے قال و قیل

بدر دین مہدیٔ دین بدر کمال
شہر ولایت شاہ بدر الدین جمیل۔

۶۹۰

طبقات الاولیاء۔

شیخ ابو بکر موسے تائب ولی۔ بدر دین صاحب ولایت بود حیف در لست و دوزماہ صیام
روز آدینہ انتقال نمود۔ ہاتف غیب سال ترحیلش۔ شیر مسعود بد محل فرمود
مزار مبارک آستانہ قادریہ سے قریب دو فرلانگ جانب غرب عقب عیدگاہ شمسی ہے راستہ خام
ہے جس کے پختہ ہونے کی تحریک کی جارہی ہے ؎

صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی اختیار کی ادھر ہمارے سرکار عالم جذب میں دشت نوردی کو اپنا شعار کئے ہوئے تھے کسی صحرا میں دونوں بزرگ ملاقی ہوئے بقول شخصے خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ لطف یکجائی و ہم مشربی نے صحبت بے تکلف کر دی یہ زمیندار صاحب جو خواجہ کی چشم کرم سے مالا مال ہو چکے تھے۔ فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو میں ایک اسم اعظم بتاتا ہوں جو ہمیشہ گشود کار کے لئے اکثیر کا کام دے گا اس کو آپ یاد رکھیں اور جس کو چاہیں اجازت عطا فرمائیں۔ وہ اسم اعظم یہ ہے۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ معین الدین چشتی مشکل کشا۔ اس کے بعد صاحب ضیاء المکتوب نواب مولانا ضیاء الدین خان صاحب فرماتے ہیں کہ اس اسم اعظم کی اجازت حضرت پیر و مرشد نے اکثر اکابر کو عطا فرمائی اور مجھے بھی کرم خاص سے اجازت مرحمت فرمائی گئی۔ اس کے بعد تحریر ہے کہ ان مجذوب صاحب کے دو مرید تھے وہ بھی مجذوب اور صاحب تاثیر تھے جنہیں سے ایک کا حال معلوم نہیں دوسرے مرید جن کا نام سدا شاہ مجذوب تھے ہمیشہ بھٹری (اسلام آباد) کسی بتکدہ یا ویرانہ میں سر تا پا برہنہ پڑے رہتے تھے جس زمانہ میں حضرت اقدس نواب دبیر الملک سپہ سردار عبد الحق صاحب مرحوم کے والد کے یہاں فروکش ہوتے تو یہ مجذوب کسی پارچہ افتادہ سے ستر عورت کر کے بکمال ادب و تعظیم حاضر خدمت ہوتے اور دیر تک دو زانو مودبانہ بیٹھے رہتے بعض وقت کچھ نقدی وغیرہ حضرت اقدس سے طلب فرماتے ارشاد ہوتا ضیاء الدین ان کو کچھ نقد دو۔ نواب صاحب دو آنی چونی وغیرہ پیشکش کرتے مجذوب صاحب ان سکوں کو لیکر حضرت مولانا کی نعلین پر نچھاور کرتے اور پھر فرماتے کہ اب اس کی شیرینی لاؤ۔ نواب صاحب

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجذوب صاحب نے حسب معمول شیرینی منگائی
میں شکر پارہ لیکر حاضر خدمت ہوا۔ تین شکر پارہ اپنے ہاتھ سے اُٹھاکر
مجھے دئے اور کہا کہ یہ شکر پارہ محی الدولہ محمد یار خاں کو دیکر میری طرف سے
تین سلام کہنا اور ہمارا بہشت کی حیدرآباد جاؤ اور خواجہ حافظ کا یہ مصرعہ
پڑھا۔ مصرعہ رفت آں صومعہ اے خواجہ کیا زم بینی
اُس کے بعد تین ٹکرے برفی کے مجھے عنایت کئے۔ نواب صاحب
لکھتے ہیں کہ ان تین ٹکروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری تین شادیاں
ہوئیں۔ اصل غرض اس تحریر سے یہ تھی کہ ایسے صاحب تصرف
مجاذیب کی نگاہ میں حضرت کا کس قدر ادب و احترام تھا۔ درحقیقت
باطن بین نگاہیں آپ کی رفعت شان بخوبی دیکھتی تھیں جس زمانے میں
آپ بمقام حیدرآباد نواب شرف الدین کے مکان کے بالاخانہ پر تشریف
فرما تھے یہ دستور تھا کہ عصر۔ مغرب۔ عشا کے وقت نماز کے لئے مسجد
شرف الدین میں تشریف لاتے اور پھر بالاخانہ پر چلے جاتے درمیان
عصر و مغرب کے کتاب فصوص الحکم کا درس ہوتا۔ نواب ضیاء الدین صاحب
قاری ہوتے اور قریب بیس تیس دیگر ذی علم اہل بلدہ صاحب استعداد
و مذاق سلیم والے شریک درس ہوتے۔ اس حلقۂ درس میں اکثر
نواب محی الدولہ محمد یار خاں مرحوم اور نواب وقار الدولہ اوّل
مرحوم بھی بغرض حصول برکت و استفاضہ حاضر ہوتے۔ اُس وقت ایک
خاص حالت حضرت پر طاری ہوتی تھی عجیب لطایف و دقایق اور
معنا میں و اسرار اظہار فرماتے سامعین و حاضرین اپنی اپنی
استعداد و ظرف کے مطابق لذت و حظ حاصل کرتے ایک
وجد کی کیفیت میں سب سرشار نظر آتے اُس کے بعد خاموش تناول
فرماتے۔ بعد نماز عشا جب سب مریدین و متوسلین رخصت ہوجاتے تو

آپ گشت کے لئے بلدہ سے باہر نکلتے صرف نواب صاحب تنہا ہمرکاب ہوتے۔ مقام حسین ساگر سے مقام الوال تک تقریباً سات کوس تک گشت روزانہ ہوتا تھا۔ کبھی ایک بجے اور کبھی دو بجے شب کے واپسی ہوتی تھی راہ میں جو عجیب بات قابل دید نظر آتی تھی وہ یہ تھی کہ ایک مقام پر کچھ مرد اور کچھ عورتیں مل مل کر نہایت تمنا و اشتیاق کے ساتھ ملاقات کرتی تھیں۔ جن کی صورتیں کبھی بلدہ یا باہر کسی جگہ نہیں دیکھی جاتی تھیں۔ مرد مصافحہ اور معانقہ کرتے اور مستورات بیخودانہ ذوق و شوق کے ساتھ بلائیں لیتی تھیں۔ نواب صاحب تحریر کرتے ہیں کہ جتنی دیر یہ سلسلۂ ملاقات جاری رہتا تھا مجھ پر جو حالت طاری ہوتی تھی اُس کا لطف ذائقہ تحریر میں نہیں آسکتا مدتوں یہ شبی گشت جاری رہی روزانہ اس لطف سے نگاہوں کو سرور حاصل رہا یہ سب رجال الغیب صاحب باطن اور حضرت کے رتبہ شناس تھے اسی طرح حیدرآباد میں ایک ضعیفہ مجذوبہ صاحب تصرف و کرامت جو محلہ اندرون کھڑکی بہورد ایک چوکنڈی قبر پر ہمیشہ نظر آتی تھیں یہ قبر ایک بزرگ مجذوب کی ہے اور بکثرت مجاذیب اس قبر پر ہمیشہ حاضر رہتے ہیں منجملہ اُن کے یہ مجذوبہ بھی بکثرت وہیں فروکش رہتی تھیں ان کے تصرفات بلدہ میں بہت مشہور ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ سید معین الدین صاحب مرحوم شادی کے بعد عرصہ دراز تک لاولد رہے اور اسی تمنا میں رہے کہ کاش اولاد ہو اتفاق سے ایک دن یہ بوی صاحبہ مجذوبہ ایک ڈولی میں بیٹھ کر سید صاحب کے مکان پر تشریف لائیں اور کچھ گڑیاں پارچہ کی جس سے کمسن لڑکیاں کھیلا کرتی ہیں سید صاحب کی والدہ کو دیں بہ عنایت الٰہی چند روز میں سید صاحب کی بیوی حاملہ ہوئیں اور خدا نے اولاد عطا فرمائی۔ نواب محی الدولہ بہادر مرحوم نے

ایک دن حضرت اقدس سے عرض کی وہ بیوی صاحبہ مجذوبہ اب بہت
ضعیف ہو گئی ہیں اور ان کا بالکل آخر وقت ہے اگر حضور بطور عیادت
تشریف لیجائیں تو میں بھی ہمراہ چلوں۔ نواب صاحب کے کہنے پر حضرت
اقدس اُن مجذوبہ کی ملاقات و عیادت کو تشریف لے گئے جس وقت
یہ دونوں حضرات مجذوبہ کی گزرگاہ پر پہونچے اور مجذوبہ کی نگاہ حضرت
اقدس کی جانب اوٹھی باوجود ضعف و ناتوانی کے اثناء دل سے مراسم
تکریم ادا کرنے کے لئے اُٹھنے کا قصد کیا اور اس کے بعد نہایت خاطر و مدارات
کی اور ایک پیالہ پانی کا منگوا کر آپ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ ہو لو یہ پیالہ
یہ پیالہ حضرت دستگیر عالم پیران پیر محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے
اس کو پی لیجئے آپ نے بے تکلف پیالہ پی لیا۔ اُس کے بعد اُن مجذوبہ نے
نواب محی الدولہ بہادر کو بھی یہ کہکر کہ بڑے شیخ کا ہمراہی ہے دو ٹکڑے روٹی کے
دئے بعد ازاں اُن کا انتقال ہو گیا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) گویا سرکار غوثیت
کی امانت تھی جو وقت رحلت حضرت اقدس کے سپرد کر دی گئی۔ مولوی
سید یعقوب صاحب قدس سرہٗ کولسہ باڑی میں سکونت پذیر تھے لیکن
دکن کے مشاہیر سادات کرام میں سمجھے جاتے تھے اگرچہ ان کے بھتیجے نواب
سید سعد الدین صاحب معتمد مدار المہام ریاست کے عہدہ پر فائز تھے لیکن
مولوی صاحب مذکور نہایت خاکسار سیدہ اور بہت بزرگ تھے ایک دن
نواب نصیر جنگ بہادر مرحوم نے جو حضرت اقدس کے شاگرد رشید تھے
سید صاحب کا تذکرہ کچھ اچھے عنوان سے کیا کہ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا
ہم بھی بغرض ملاقات سید صاحب جائیں گے۔ نصیر جنگ مرحوم نے
اپنا میانہ فوراً حاضر کیا حضرت فوراً پالکی میں اور نصیر جنگ بہادر اور نواب
ضیاء الدین ہاتھی پہ سوار ہو کر میانہ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے جس وقت
سید صاحب کے دولتکدہ پر پہونچے سید صاحب نے بہت تعظیم

تکریم کی اور آپ نے بھی حسب عادت مراسم اداب و تکریم جو سادات کرام کے ساتھ مخصوص تھے برتتے تھوڑی دیر ادھر ادھر کی عارفانہ گفتگو رہی اُس کے بعد سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا حضور ہی حضور سید عالم رسول اکرم روحی لہ الفداہ کی گاہے گاہے ہو جاتی ہے - ایسا عمل بتائیے کہ جب میں چاہوں زیارت سے مشرف ہوا کروں - آپ نے سید صاحب سے صرف نظر ملا کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہماری چاہت کو کیا دخل ہے دارو مدار سارا سرکار کی چاہت پر ہے صرف یہ کلمہ آپ کی زبان سے ادا ہوا ہی تھا کہ سید صاحب کی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی ایک خاص ذوق و کیفیت میں تمام بدن کے اندر لغزش پیدا ہو گئی اور دیر تک یہی رنگ رہا حاضرین بھی اس کیفیت سے لطف بیخودی حاصل کرتے رہے اُس کے بعد حضرت اقدس نے کچھ آہستہ آہستہ سید صاحب سے کہا اور فرودگاہ کو واپس تشریف لائے - غرض یہ کہ تمام مشائخ عصر اور علماء وقت اور اکابر عرب و عجم و دیار اسلام میں آپ کے علوم ظاہری اور فیوض باطنی کی دھوم مچی ہوئی تھی ایک طرف علوم شریعت کے طالب دیار و امصار سے آکر اپنی تمناؤں کے دامن گوہائے مقصود سے بھرتے دوسری جانب بادۂ عرفاں کے بیخوار دور دراز سے ساقی مست کے میخانہ میں آکر شراب معرفت سے مخمور و مدہوش ہو کر جاتے مدرسہ قادریہ میں جہاں قال اللہ اور قال رسول اللہ کے نعروں سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی وہیں اللہ ہو اور لا الہ الا اللہ کے اذکار و اشغال کی دلکش اور روح پرور آوازیں قلوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں بڑی قوت دکھاتیں - خدا والے تزکیۂ نفس کے لئے حاضر خدمت ہوتے مدرسہ عالیہ کے حجروں میں چلہ کشی اور پاس انفاس میں مشغول ہوتے حصول کمال کے بعد اجازت و خلافت کی نعمت حاصل ہوتی - اسی طرح قیام حیدرآباد میں بہت سے مشائخ شرف خلافت سے

فیضیاب ہوئے جن کا تذکرہ خلفاء کے احوال میں مذکور ہوگا۔ یہاں صرف
آپ کی مشائخانہ زندگی کے بعض وقائع کا اظہار منظور ہے۔ ماہ رمضان المبارک
میں اکثر آپ معتکف رہتے اور بالکل تنہائی کو پسند فرماتے تھے ضیاء المکتوب
میں ہے زمانہ قیام ریاست حیدرآباد دکن میں جب نصف
ماہ شعبان گزر گیا۔ ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف کا مہینہ آرہا ہے
اعتکاف کے لئے کوئی مسجد آبادی سے باہر جہاں آمد و رفت نہ ہو تلاش
کیجائے۔ نواب ضیاء الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم سے جو آپ کے خلفاء میں
ہیں ایک گھوڑا سواری کے لئے جناب محی الدولہ مرحوم کے اصطبل سے لیا اور
حسب الارشاد تمام دن تلاش کرکے موضع ادپل اور حیات نگر کی دو
مسجدیں منتخب کیں اور دونوں کا حال عرض کیا آپ نے فرمایا کہ یہ
دونوں مساجد مناسب حال نہیں ہیں حیات نگر کی مسجد آبادی میں ہے
اور ادپل کی مسجد لب سڑک واقع ہے وہاں آمد و رفت رہتی ہے۔
نواب صاحب متعجبانہ خاموشی کے ساتھ چپ ہوگئے۔ اسی اثناء میں
آپ کا خادم و ملازم خاص محمد جمال نامی عرض پیرا ہوا کہ میرے موضع کے
قریب ایک مسجد آبادی سے دور صحرا میں واقع ہے یہ شخص محمد جمال موضع
انکیرپال کا جو بلدہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے رہنے والا تھا ہر وقت
آپ کی خدمت میں رہتا تھا اور وہ وقت آپ کے سامنے کا بچا ہوا کھانا
کھا کر اپنی قسمت پر ناز کرتا تھا۔ آپ ملازم کی بات سنکر خاموش ہوگئے
اور بات رفت و گزشت ہوگئی چند دن کے بعد کہ ستائیس تاریخ
ماہ شعبان المعظم کی تھی آپ یکایک بلدہ سے مع ملازم کے غائب ہوگئے
روزانہ کے حاضرباش اور تمام متوسلین بلا اطلاع آپ کے تشریف لیجانے سے
سخت پریشان ہوئے۔ ہر چند تلاش کیا مگر آپ کا پتہ نہ چلا یہانتک کہ
رمضان المبارک کا کل مہینہ ختم ہو لئے کو آیا ستائیسویں رمضان شریف کو

یکایک محمد جمال صحیفہ گرامی نواب منیر الدین صاحب کے مکان پر
پہنچا نواب صاحب اس سے اتفاق [illegible] حضور اقدس
کا پتہ دریافت کیا محمد جمال نے گرامی نامہ [illegible]
حضور اقدس میں بالکل طاقت نہ تھی باقی [illegible] وغیرہ [illegible]
سواری ہمراہ لیجاؤ نواب صاحب محی الدولہ بہادر کی [illegible]
مژدہ قیام پہنچایا محی الدولہ مرحوم نے اپنی سواری [illegible]
نواب صاحب کے ہمراہ کیا وہیں سے نواب صاحب [illegible]
ایک گھوڑا اور دو عرب جوان ہمراہی [illegible] آخر [illegible]
ہو کر راہ مبارک کو قریب عصر [illegible] دیکھا کہ حضور اقدس
مسجد کے ریتیلے فرش پر دو زانو [illegible]
سے نیلا پڑ گیا ہے آنکھوں [illegible] نواب صاحب
پیر و مرشد کی یہ حالت دیکھ کر [illegible]
افطار کا وقت آیا۔ صحن مسجد میں ایک پرانا [illegible] اٹھا اور
بکثرت گولر لگے ہوئے تھے آپ نے ان گولروں کا [illegible]
مبارک سے تیار کیا اور تھوڑا سا [illegible] وقت افطار خود [illegible] نوش فرمایا
اور نواب صاحب کو بھی دیا۔ نواب صاحب [illegible]
شربت کی حلاوت نے جو لذت بخشی [illegible]
ہوئی تھی نہ ہوئے اس کے بعد مجھ کو حکم ہوا کہ [illegible] آبادی [illegible]
میں جا کر شب بسر کرو بعد نماز صبح یہاں آنا۔ نواب صاحب [illegible] حکم
بجا لائے موضع میں جو مسجد سے زائد از ایک میل ہوگا رات کو مقیم
ہوئے دن نکلے حسب الارشاد حاضر ہوئے [illegible] پیر و مرشد
میں جلوہ گر تھے [illegible] کرم کو اپنی جانب [illegible] کے امیدوار
ہوئے کھڑاؤں پائے مبارک کی اور ایک کاغذ جس [illegible] لکھے اسماء الٰہیہ

مسمی اعدا و فتح کیبیبہ کی تحریر پہنچا ہوا تھا حکم ہوا کہ تالاب میں غسل کیجئے اور خود پانی میں بیٹھ کر ان اسماء الٰہیہ کی تلاوت کرو نواب صاحب کہتے ہیں کہ تالاب کا پانی بہت دور ایسے صحرا لق و دق میں تھا کہ جہاں درندے اور شیر چیتے وغیرہ آکر پانی پیتے تھے اور یہ صحرا ایسا ہولناک تھا کہ مسکن تھا دن میں وہاں جاتے ہوئے دہشت ہوتی تھی مگر ہم جیسے کم ہمت لیکن پیر و مرشد نصف شب کو تہجد کے وقت اسی تالاب میں جا کر غسل فرماتے تھے اور تمام درندوں اور صحرائی جانوروں سے کرتے تھے آپ اپنے کہتے ہیں کہ میں نے غسل سے فارغ ہو کر حسب الحکم تلاوت اسماء الٰہیہ کو شروع کی تھی کیفیت و سرور حالت سکینہ و اطمینان قلب کو حاصل ہوا جس کا بیان تو حد تحریر سے باہر ہے اسی عالم وجد کی حالت میں نعت شریف کا یہ مقبول قصیدہ جس کا اندراج ذیل میں ہے آپ نے تصنیف فرمایا تھا اسی تاریخ ہلال عید ہوا اعتکاف سے باہر تشریف لائے سواری حاضر تھی شب کو چلکر تا صبح بلدہ واپس تشریف لائے تمام اہل بلدہ نماز عید میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے اور یہ دوسری عید آپ کی دید ہوئی۔

قصیدہ

نعت میں حضرت کے فکر شعر عالی کا خیال
ہم پاؤں ہو کیونکر نقش عالی کا خیال

ہو خدا مداح اُن کا اور نہیں بندہ خدا
تا کرے مثل خدا مضمون عالی کا خیال

بندہ کی تحصیل ہر حسن کی لیکن یہی معراج ہے
ذکر اشواق و مضامین خیالی کا خیال

نے سبل نے جوش خوں ہے بلکہ ہے یہ جھگیا
آنکھ کے پردہ میں اس ... کی لالی کا خیال

کیا حلاوت ہے مدینہ کے سفر کے قصد میں
بحر مالح پر بھی ہے ایک نہر حالی کا خیال

عالم بالا تو بالا ہے کیوں کر یا آگیا
دیکھ لینی کا مدینہ کی حوالی کا خیال

آمد و رفت نفس کی ہو گئی مسدود راہ
آیا جب سرور ہی بانشہ حالی کا خیال

تجربہ ہی خضر ہو جاوے جہاں ہی میں مجھ
قبہ خضرا کی اس سرسبز جالی کا خیال

سینہ چھلنی ہو گیا آنکھوں میں جالے پڑ گئے
بندھ گیا جب شبکۂ عالی کی جالی کا خیال

نور حق آنکھوں کے آگے بس چمکتا ہے صاف
آئے ہی جس وقت اس الماس حالی کا خیال

ساقی کوثر مئے اطہر پلا دیں اے خدا
راست آجائے یہ مست لاابالی کا خیال

مشائخ کرام کی روحانی زندگی اور ان کا روزمرہ جن واقعات سے لبریز ہوتا ہے حضرت اقدس کے شبانہ روز میں ہر لمحہ اور ہر ساعت اسی نوع اسی حیثیت پر بسر ہوتا ہے۔ صوفیا کرام کی زندگی میں جو محبوب مقبول شئی قابل دید ہوتی ہے وہ اتباع سنت نبوی اور شریعت مصطفوی ہے کیونکہ اہل شریعت کا فتوے ہے

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

الحمد للہ کہ بدرجہ غایت و بکمال علو حقیقی اتباع آپ کی زندگی کا جزو اعظم تھا۔

تصرّفات و خوارقِ عادات

آجکل کے زمانہ میں خصوصاً نئی روشنی کے پروانے اکابر کے حالات
میں جن واقعات سے چونکتے ہیں وہ بزرگوں کے تصرفات ہیں۔ مسلمانوں میں
دو گروہ اس وقت موجود ہیں جو کرامات اولیاء اللہ کے قائل نہیں ہیں
پہلا گروہ تو یہی نئی روشنی کا دلدادہ فلسفہ جدیدہ کا متوالا گروہ ہے ان کے
نزدیک کیمسٹری اور مسمریزم کے ذریعہ سے خواہ کیسی ہی عجیب باتیں ظہور پذیر
ہوں بعید از عقل و قیاس نہیں ہیں لیکن جہاں یہ کہا کہ ایک خدا والے کی
قوت روحانی حقایق اشیاء کے لیے مثل آئینہ ہے یا اس کے تصرفات
دیگر طاقتوں کو مغلوب کر سکتے ہیں تو خدا معلوم ان کے قیاس کی تنگ
کوٹھریاں کیوں بند ہو جاتی ہیں۔ کہ یہ باتیں ان کی عقلوں میں سماتی ہی نہیں
دوسرا گروہ پرانے خیالات والوں کا ہے۔ یہ گروہ معتزلہ کا کاسہ لیس
ہندوستان کے غیر مقلد وہابیہ کا فرقہ ہے تعجب تو ان لوگوں سے ہے کہ
مقتدائے فرقہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی رائے بریلی کے ایک سیدھے
سادے بے پڑھے لکھے سپاہی پیشہ سید کو مجسم کرامت اور سراپا کمال
بنا کر نعوذ باللہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہمسر بنانے کی
کوشش کریں اس کی جہالت کو تو بہ توبہ نبی امی بروحی لہ الفداہ کی شان
امیت کے ساتھ مشابہت دیں۔ اس کے گھوڑے کی عنان فرشتوں کو تھامنے میں
دینے سے باک نہ کریں غیب سے من وسلویٰ اتروائیں عجیب و غریب تراش
خراش سے پیران کنی پر نہر پیدا ان سی پراشند کا زور دکھائیں۔ لیکن صاحبان
خدا اور مقبولان بارگاہ الٰہ جو برسوں مجاہدات شاقہ اور ریاضات
سخت میں گزار کر کمال تزکیہ نفس کی بدولت مرتبۂ قرب نوافل سے

فرمائیں جن کی نسبت خود حدیث قدسی میں ارشاد ہو - لایزال عبدی
یتقرب الی بالنوافل فاکون سمعہ وبصرہ (الحدیث) جن کی بابت قرآن عظیم
ان مبارک الفاظ میں ذکر کرے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم
یحزنون - یہ ہرگز یہ حضرات ان تنگ ظرف نافہموں کے نزدیک کچھ نہیں
خیر ہمیں کیا یہ جانیں اور ان کی قوت ایمان آخر نا ہے خدائے جلیل و
جبار کی جناب میں سب کو جانا ہے ۔

حشر میں ہم بھی تماشا دیکھیں گے
منکر آج ان سے التجا کرے

اصل یہ ہے کہ بمصداق حدیث بالا ان مقدس بندوں کا چاہنے والا رب
ان کو وہ وہ زبردست قوتیں عطا فرماتا ہے کہ یہ دلق پوش حضرات تاجداروں کے
افسر و دیہیم کو ٹھکرا کے چلتے ہیں - جو چاہتے ہیں کر کے کرا کے دکھاتے ہیں جو کہتے
ہیں کر دکھاتے ہیں عطار الہی ان کی جنبش لب کا صدقہ - رحمت باری
ان کی دعاؤں کا ثمرہ ہوتا ہے - تصرفات و کرامات ان کی ادائے جلال
وجمال کا نام ہے ورنہ ان مقدس نفوس کے نزدیک تو دنیا کے
اہم ترین امور معمولی سے معمولی بات ہیں - اولیاء اللہ کی زندگی آثار مقدسہ
ہیں خوارق عادات ثمائر زندگانی ہیں اس لئے ہم بھی بعض ان
واقعات کا تذکرہ عقیدتاً کرنے کے لئے مجبور ہیں جن کو ہم یقیناً اپنے حضرت
کے تصرفات یا کرامات سمجھے ہوئے ہیں - اور جن کی تصدیق و توثیق
خیر سگال اصحاب کی ثقاہت اور پاک نفسی نے ہمارے عقیدت
آگین دلوں پر پورے طور پر کرا دی ہے یا بعض واقعات کا ماخذ بعض
مطبوعہ مشہورہ اور بعض غیر مطبوعہ تحریریں ہیں ۔

جناب استاذ مولانا میر رضا علی صاحب استاذ سالار جنگ مختار الملک
اول مدار المہام ریاست حیدرآباد دکن نہ صرف دکن بلکہ ہندوستان کے

مشاہیر اکابرسے ہیں حضرت اقدس کے مخصوص تلامذہ میں ہیں آپکے خسر مرزا ہاشم بیگ صاحب تعلقہ دار مدگل معہ اپنی اہلیہ و تمام متعلقین کے حضرت اقدس سے بیعت رکھتے تھے میر صاحب موصوف بکمال ادب حضرت سے اپنی دلی تمنا کا اظہار کرنے میں شرماتے تھے ایک مرتبہ جب حضرت اقدس میر صاحب کے خسر مرزا ہاشم بیگ صاحب کے یہاں مقیم تھے میر صاحب نے اپنے خسر کی تحریک سے عرض کیا کہ حضور ہم دونوں میاں بیوی بالکل ضعیف ہو چکے دنیا میں چند دن کے مہمان اور ہیں صرف اولاد کی حسرت ظاہر اقبر تک ساتھ جائے گی۔ خدائے پاک کے مخصوص بندے اگر دعا فرماتے ہیں تو باب اجابت سے قبولیت کا سہرا اُن کی دعاؤں کے ماتھے سجایا جاتا ہے میر صاحب نے کچھ اس انداز سے عرضِ حال کی کہ حضرت اقدس کا قلب بھی بیچین ہو کر تڑپ گیا۔ فرمایا میر صاحب دعا تو ہم کرتے ہیں لیکن فرزند ہو یا دختر یہ مرضی الہی پہ منحصر ہے۔ چنانچہ جبتک آپ مرزا صاحب کے یہاں مقیم رہے روزانہ عود اور لوبان اور شیرینی اور پانی پر کلمات طیبات اور آیات الہیہ دم فرما کر میر صاحب کو مرحمت فرماتے رہے یہانتک کہ زوجۂ میر صاحب حاملہ ہوئیں۔ بعد ایام حمل لڑکی تولد ہوئی جو جوان ہو کر حسین یار خاں برادر زادہ نواب محی الدولہ بہادر کے عقد میں آئی۔ (منقول از ضیاء المکتوب)

بداپوں کے ایک معزز رئیس جو شہر کے رکن رکین تصور کئے جاتے تھے بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک معاملہ میں جو اُن کے نجی اغراض کیساتھ تھا حضور اقدس سے اس درجہ منحرف ہوئے کہ آپ کے دشمنوں کی جان کے خواہاں ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت اقدس بعد نماز عشا درگاہ معلی اور آستانہ حضرت شاہ ولایت رح میں حاضر ہوتے تھے

برادر حضرت مولانا حاجی جمال ملتانی روزانہ سلطان جی صاحب میں شب باش
ہو کر چلہ کشی فرماتے ہیں۔ مدرسہ عالیہ سے تن تنہا بلا کسی خادم و خدمتگار
کے جاتے ہیں۔ یہ صاحب دل میں بہت خوش تھے کہ جس دن موقعہ
پاؤں گا خدانخواستہ کام تمام کر دوں گا ایک دن اسی خام خیالی نے
ان کو آمادہ کشت و خون کیا تلوار باندھکر پیشتر سے بن میں ایسی جگہ
جا بیٹھے جہاں سے حضرت اقدس گذرا کرتے تھے یہ اسی انتظار میں
تھے کہ وقت مقررہ پر انوار الٰہی کی بجلی چمکی زمین سے آسمان تک
تجلیات کی ایک ہلکی لہر دوڑ گئی دیکھا حضرت مولانا تنہا اُس نور میں خراماں
خراماں چلے آتے تھے انھوں نے تلوار سنبھالی جی کڑا کیا سپاہیانہ
جوش نے بہت کچھ ابھارا۔ مگر ہیبت حق نے حوصلے پست کر دیے
دل بیٹھ گیا۔ ہاتھ پاؤں میں لرزہ آیا کچھ نہ کر سکے اور وہ نور کی تصویر
سامنے سے نکل چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حواس درست ہوئے
اپنی اس بزدلانہ حرکت پر نفرین کی نامردی پر دانت پیسے اور
یہ ارادہ کیا کہ خیر واپسی کے وقت دیکھا جائے گا اسی دُھن میں
رات جنگل ہی میں گزاری صبح سویرے نور کے تڑکے جب قبل از
نماز حضرت اقدس پھر واپس ہوئے ان پر وہی مصیبت پھر طاری
ہوئی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور وہ مُسکراتے ہوئے پاس سے
گزرے ارادہ کے پورے بات کے پکے تھے پشیمان ہوئے پھر بھی اکڑے
رہے اور ایک ہفتہ تک اسی حماقت میں گرفتار رہے۔ آخر جب
تمام آرزوؤں پر پانی پھر گیا سارے منصوبے خاک میں مل گئے
تو سخت ندامت کے ساتھ توبہ کی نیاز مندانہ عقیدت کے ساتھ
خدام میں شامل ہو گئے۔

نگاہت دشمناں را دوست کردہ ٭ اثر ہا در رگ و در پوست کردہ (از طوالع)

حاجی قاضی عرفان علی صاحب مرحوم جو رفتگان بدایوں میں ایک ممتاز شان رکھنے والوں میں سے تھے دو مرتبہ حضوری حرمین شریفین سے مشرف ہو کر المدینۃ الطیبہ ودار السلام بغداد شریف نجف اشرف کربلا معلی کاظمین معظمین کے پاک آستانوں میں جبہ سائی کی دولت پائی تھی۔ ایک مرتبہ سخت بلائے ناگہانی میں مبتلا ہو کر عیش وآرام کی زندگی سے محروم ہو چکے تھے۔ دشمنوں کے اغوائے حاکم وقت درپئے آزار وایذا رسانی تھا۔ سنگین جرم میں ماخوذ ہو کر سیشن کے اجلاس تک مقدمہ کی نوبت پہونچ چکی تھی دنیاوی پیروی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ لیکن حرماں نصیبی گلے کا ہار بنی ہوئی تھی مایوسی نے زندگی تلخ کر دی تھی۔ تمام تدابیر بے سود وبیکار ہو چکی تھیں۔ اسی سراسیمگی اور کمال یاس کے عالم میں ایک دن تنہائی میں حضرت اقدس کے قدموں پر خود کو ڈالکر ساری سرگذشت غم عرض کی۔ اس غنی کی بارگاہ سے محروم لوٹنا تو سنا ہی نہیں تسلی و تشفی سے فوراً طمانیت قلب کر دیگئی۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے قاضی صاحب نے گریہ خود رفتگی میں دیکھا کہ حضرت اقدس کے دہن انور سے ایک بقعۂ نور برآمد ہوا اور اس نے ان مجسمۂ پریشانی کے سارے جسم کو گھیر لیا۔ اور اپنے روح پرور جلووں سے دل و دماغ پر محیط ہو کر تمام اضطراب وآلام تفکرات ومصائب کو یکلخت زائل کر دیا۔ قاضی مرحوم بالکل مطمئن اور دلشاد ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے زبان مبارک سے مقدمہ کا حکم آخر سنا دیا۔ یہ بزرگ خوش وخرم گھر کو واپس آئے جب مقدمہ کی پیشی کا روز آیا کچہری میں حاضر ہوئے جج نے بلفظہ وہی حکم سنایا جس کا وقوع زبان اقدس سے پیشتر ہی ہو چکا تھا۔

بدایوں کے معزز ہنود کے ایک رکن منشی بہادر سنگھ نامی قوم کے کایستھ کسی مرض میں مبتلا تھے طبیب حقیقی کی ہدایت سے معالج روحانی کی جناب میں حاضر ہونے کے قصد سے مدرسہ قادریہ میں پہنچے معلوم ہوا جمعہ کا دن ہے حسب معمول حضرت اقدس آستانہ مجیدیہ میں ختم کلام الٰہی کے لئے مع طلباء و خدام تشریف لے گئے ہیں۔ یہ بھی وہیں پہونچے۔ اس وقت قرآن شریف کا دور ہو رہا تھا۔ درگاہ معلی کے ایک گوشہ میں مؤدبانہ خاموش بیٹھ گئے۔ جس وقت قرآن شریف ختم ہوا معمول کے مطابق بعد فاتحہ شیرینی تقسیم ہوئی۔ قاسم تبرک نے جب ان کا نمبر آیا قصداً غیر مذہب سمجھکر ان کو چھوڑ دیا۔ اور آگے بڑھنا چاہا۔ حضرت اقدس نے وہیں سے جہاں آپ تشریف فرما تھے اشارہ کیا کہ آستانہ کے تبرک سے کوئی محروم نہ رہنا چاہیے۔ چنانچہ فوراً منشی بہادر سنگھ کو شیرینی دی گئی۔ اس عطیہ کو منشی صاحب نے بے اختیار رکھا لیا۔ فوراً حالت متغیر ہوئی ظاہری علاج یاد سے اُتر گیا باطنی علاج کا ولولہ دل میں پیدا ہوا جگہ سے بیتابانہ اُٹھے رقت کے جوش میں قدموں پر جا پڑے قبول اسلام کی تمنا ظاہر کی حضرت اقدس نے خود کلمۂ طیبہ تلقین فرمایا جس وقت اُنھوں نے کلمہ شریف پڑھا حجابات اُٹھ گئے حقانیت اسلام کی تجلی برق ظلمت سوز بنکر دل میں پیوست ہوگئی مستغرق محض ہوگئے ہاتھوں ہاتھ بدقت تمام مدرسہ شریفہ میں لائے گئے تین روز تک کمال محویت اور انتہائی استغراق کیساتھ یاد الٰہی میں زندہ رہے دوشنبہ کے روز اسی عالم میں انتقال فرمایا۔ سارے شہر میں شہرت ہوگئی ہجوم کثیر کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوئی بے تعداد ہندو مسلمان جنازہ میں شریک ہوئے جوار روضۂ مقدسہ میں شرف دفن پایا (از طوالع الانوار) اخوند حاجی محمد شمیر صاحب ولایتی

جو حضرت مولانا سید شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے مرید ان باختصاص میں سے تھے اور اُس زمانہ میں اپنے پیر و مرشد کے آستانہ میں چلہ کش تھے بیان کرتے ہیں کہ شب کو رفع حاجت کے لئے اتفاقیہ آستانہ سے میں باہر آیا عقب آستانہ شریفہ اُس طرف سے ہو کر گذرا جہاں یہ بزرگ نومسلم شیخ عبد الرحیم نامی دفن کئے گئے تھے یکایک پھولوں کی تیز خوشبو کی مہک نے دماغ معطر کر دیا ولایتی صاحب قبر کے قریب پہنچے دیکھا کہ قبر کثرت بارش کے سبب سے شق ہو گئی اندر سے اس درجہ روح افزا اور مست کن خوشبو آرہی ہے جس کے سامنے دنیا کی کوئی خوشبو نظر میں نہیں جمتی۔ اُنھوں نے جھک کر بغور قبر کے اندر دیکھا معلوم ہوا کہ میت گلہائے تر کے ہاروں سے بالکل ڈھکی ہوئی ہے پھولوں کی رنگت اور خوشبو ایسی فرحت خیز ہے کہ کسی پھول اور خوشبو سے کوئی مناسبت اور مشابہت ہی نہیں۔ ولایتی صاحب اس سعادت سے بہرہ اندوز ہو کر اس خیال سے کہ درگاہ محلے اور شب باش لوگوں کو اس واقعہ عجیبہ کی زیارت کراوں اپنے ہمراہ لوگوں کو قبر پہ لے گئے لیکن بمصداق مصرعہ این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ کسی دوسرے کو کچھ معلوم نہ ہوا۔ منشی بہادر سنگھ بدایوں کے کائستھوں کے مشہور طبقے میں سے تھے نہایت ذی استعداد اور قابل شخص تھے فارسی میں دستگاہ کامل رکھتے تھے عربی صرف و نحو سے بھی واقف تھے اپنی قوم میں معزز و ممتاز سمجھے جاتے تھے اسلامی نام عبد الرحیم رکھا گیا تھا۔

(از بیاض قادری)

ایک شخص مسلمان حسن و عشق کے کرشموں میں مبتلا ہو کر مجازی راستہ سے حقیقی منزل تک اس طرح پہونچے کہ محلہ ٹکیٹ گنج بدایوں کے ایک ہندو حسین لڑکے مسمی پیارے لال کی نظر فریب صورت پہ مائل ہو کر وارفتہ و

بیخود ہوگئے گھربار خویش واقربا کو خیرباد کہکر در دلدار کے طواف میں اوقات بسری اپنا شروع کی ہر وقت پیارے پیارے کی رٹ لگی ہوئی تھی زبان سے جو بات نکلتی تھی وہ پیارے کی پیاری صورت کا خیر مقدم کرتی ہوئی نکلتی۔ کوئی لمحہ کوئی ساعت مکان سے جدائی گوارا نہ تھی لڑکے ہر طرف سے انگشت نمائی کرنے لگے رفتہ رفتہ سارے شہر میں شہرہ ہوگئی غول کے غول ان گرفتار عشق کی زیارت کو آنا شروع ہوئے ادھر لڑکے کے والدین ہر چند کوشش کرتے ہیں کہ یہ مائل شوریدہ کسی حکمت سے مکان سے جدا ہو مگر ممکن نہیں ہوتا شرم سے گردن اونچی نہیں اٹھتی آخر پیارے لال کے والد صاحب اپنے خاص احباب کے حضرت اقدس کی جناب میں حاضر آئے آپ کی ذات سراپا کمالات تو ہر فرقہ و ہر مذہب کے لئے قبلہ حاجات تھی آپنے ان کے عرض کو شرف سماعت بخشا ان کو اور جرات ہوئی قدموں پر سر رکھدیا عرض کیا حضور میری بڑی ذلت ہوتی ہے شرم کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ حضور رحم فرماکر تھوڑی سی تکلیف گوارا فرمائیں اور اُس جنون گرفتہ بادۂ عشق کی رہبری فرمائیں۔ چونکہ ایک شخص کو اس بہانہ سے جادۂ حقیقت تک پہونچانا مقصود تھا آپ پالکی میں دولتخانہ سے تشریف لے گئے دیکھا دروازہ پر وہ از خود رفتہ موجود ہے۔ آپنے نگاہ بھر کر اوّل اُس شخص کو دیکھا اُس کے بعد قریب طلب فرماکر خدام علوم کان میں کیا آہستہ سے کہدیا کہ اُن بزرگ کو دوسرے رنگ میں رنگدیا پالکی جس وقت اس مکان سے مدرسہ عالیہ کو روانہ ہوئی۔ اب یہ بزرگ پالکی کے ساتھ ساتھ ہیں ع

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

کہتے ہوئے چلے آرہے تھے یہانتک کہ مدرسہ میں پہونچے فیض باطنی سے

مستفیض ہوکر شام تک مدرسہ عالیہ میں نظر آئے دوسرے دن کچھ ایسے غائب ہوئے کہ پھر کبھی نظر نہ آئے۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے ابھی بدایوں میں موجود ہیں۔

بریلی میں بالکل اسی واقعہ کے مطابق جناب میاں شہیدی علیہ الرحمہ کا واقعہ ہے یہ بھی اسی طرح کسی ہندو کے لڑکے پر ابتداً فریفتہ ہوکر مجذوب محض ہوگئے تھے حضرت اقدس کی جو حسن اتفاق سے بریلی رونق افروز تھے ایک دن سواری جا رہی تھی راستہ میں شہیدی حسن مجازی کا شکار بنے ہوئے نظر آئے خدام ہمرکاب نے عرض کی شہیدی بھی بزرگ ہیں حضرت نے چشم خدا بیں کی ایک گردش اُن کی طرف بھی کردی صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ گئے ساتھ ہوئے۔ فرودگاہ پر آئے تو محبوب حقیقی کے روضہ مقدسہ کی حاضری کی ہدایت ہوئی دوسرے روز قصیدہ نعتیہ جو سلطان عرب کی بارگاہ میں شرف قبولیت پاچکا ہے لکھکر لائے جب یہ شعر سنایا کہ ؎

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

حضرت اقدس نے زبان اقدس سے آمین کہکر فرمایا کہ انشاء اللہ تمنا پوری ہوگی۔

چنانچہ یہی ہوا کہ جب آپ اسی سال حج سے فارغ ہوکر مدینۃ الرسول کی زیارت کو چلے یہ عالم تھا کہ کبھی مستانہ دُھن کے ساتھ پیادہ پا چلتے کبھی ناقہ پر سوار ہوجاتے تھوڑی ہی دیر نہ گزرتی کہ پھر ولولہ عشق نیچے اوتار دیتا یہاں تک کہ طیبہ طیبہ کے قریب قافلہ پہونچا۔ سبز کھجوروں کے جھرمٹ میں فضائے قدس کے جلوے روضہ اقدس کے سبز گنبد کو اپنے آغوش میں لئے نظر آئے شہید عشق حضرت شہیدی کی نگاہیں ایک طرف لپک کر قبہ سبز کے طواف میں مشغول ہوئیں دوسری طرف ہجوم آرزو نے یہ مصرعہ زبان سے نکلوایا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے

عروس اجابت نے شہیدی کے طائر روح کو فوراً اپنے دامن میں لیکر
اشجار حرم پر ابد تک ہم آشیانہ بنا کر رہنے کی اجازت دی صرف یہ معلوم ہوا
کہ لاشہ تڑپ کر شغدف پر سے گرا اور روح پرواز کر گئی شہیدی کا مصنفہ
شجرہ راقم الحروف نے پڑھا ہے عجیب سوز و گداز کا منظوم مرقعہ ہے ایک مرتبہ
بہ ہمرکابی پیر و مرشد آپ دہلی میں مقیم تھے انہیں ایام میں دہلی کا مشہور میلہ
پھول والوں کی سیر جو حضرت قطب صاحب میں ہمیشہ نہایت آب
و تاب کیساتھ ہوتا ہے۔ ہو رہا تھا ایک دن آپ مسجد میں رونق افروز
تھے والان کے اندر آپ کے پیر و مرشد قدس سرہ المجید اوراد میں
مشغول تھے اتنے میں چند اشخاص مسجد میں آئے اور آپ سے میلہ میں
چلنے کو کہا مگر آپ نے یہ کہکر کہ وہاں آج ہجوم بہت ہوگا رقص و سرود
کی مجلسیں ہوں گی ہمارا آج جانا ٹھیک نہیں ہے آستانہ کی حاضری
تنہائی میں کیف انگیز ہوتی ہے۔ دوبارہ آپ کے اور احباب آئے
اُن سے بھی آپ نے یہی کہدیا تیسری بار کچھ اور لوگ آئے انھوں نے
بھی اصرار کیا کہ ضرور چلئے۔ آپ انکار کرنا چاہتے تھے کہ اندر سے پیر و
مرشد کا اشارہ گویا حاضری دربار کا حکم ہوا آپ چلنے کو تیار ہوگئے جب
قطب صاحب میں پہونچے صدر دروازہ پر بہ کثرت ہجوم تھا اُس
طرف سے گزرنا محال سمجھکر کھڑکی کی جانب سے اندر جانے کا قصد کیا۔
وہاں ایک نوعمر رقاصہ جو باعتبار حسن و جمال کے فرد تھی مجرے میں
مشغول تھی۔ آپ نے نیچی نگاہیں کئے نہایت تیزی سے اندر جانیکا قصد
کیا اور چاہتے تھے کہ اندر داخل ہو جاؤں مگر اندر سے آدمیوں کا ایک
غول دھکے دیتا ہوا اس انداز سے برآمد ہوا کہ آپ اس کشمکش میں بجائے
اس کے کہ اندر پہونچ جاتے عین حلقے میں گھر گئے ہر چند کوشش کی
کہ کسی طرح نکلجائیں مگر ممکن نہ ہوا مجبوراً اسی طرح تھوڑی دیر رکنا پڑا۔

اسی اثنا میں بھیڑ کم ہوئی اور آپ فوراً مزار پر نور تک پہونچ گئے فاتحہ
پڑھی مراقبہ کیا۔ یکایک مراقبہ کی حالت ہی میں اٹھکر پھر وہیں پہنچے
اور اُس طوائف سے دریافت فرمایا کہ نیکبخت تو نے کس قدر نوافل
پڑھے ہیں کتنی بار حج کیا ہے کتنی عبادت کی ہے۔ عورت جس کے
کان ان باتوں سے آشنا نہ تھے کیا جواب دیتی عرض کیا حضور
میں ایک بازاری عورت نماز روزہ سے بے تعلق حج و زکات
سے نابلد محض ہوں۔ ریاضت و عبادت کی بجائے اسی رقص و
سرود کو ریاض سمجھتی ہوں۔ البتہ خداوند کریم نے دامن عفت کو داغ
معاصی سے ابتک محفوظ رکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا آج
جو انعام و اکرام حضرت قطب صاحب کے دربار سے تمہیں اوس
خلوص کے صلہ میں جو تبرک درگاہ کی تعظیم میں تمنے حسن عقیدت ظاہر کیا تھا
ملا ہے اس کا تبادلہ ہماری عبادات و ہمارے حج و زکواۃ سے کرنا چاہتی ہو
رقاصہ نے عرض کیا نہایت خوشی سے منظور ہے۔ آپنے فرمایا
عہد واثق کرتی ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ اس کے بعد آپ نے اس سے
نظر ملائی اور فوراً یہ کہکر کہ سپردم بتو مایۂ خویش را فرودگاہ کو تشریف
لے آئے وہاں اُس حسین سراپا جمال رقاصہ کی یہ حالت ہوئی کہ فوراً
کپڑے چاک کر ڈالے۔ جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ ایک مستانہ
انداز کے ساتھ روضۂ اقدس کا طواف کرنا شروع کردیا۔ اب جو شخص
بدنظری سے اُس کی برہنگی پر نظر ڈالتا ہے بصارت سے ہاتھ دھو بیٹھتا
ہے۔ ایک ہفتہ تک یہی عالم رہا تمام میں ایک ہو مچگئی آستانہ شریف
کے خدام کرام یہ رنگ دیکھکر آپ کی خدمت میں تشریف لائے
اور ان واقعات کی اطلاع کرکے کہا کہ حضرت بندگان الٰہی پر رحم فرمائیے
بہت سے لوگ نابینا ہوچکے ہیں۔ رقاصہ کا ظرف اس بار عظیم کا

منتقل نہیں ہو سکتا آستانہ چاکر اس کی حالت ملاحظہ فرماسکیے۔ آپ دوبارہ پھر حاضر دربار ہوئے حسن کی اُس چلتی پھرتی تصویر کو اس رنگ میں دیکھکر دست مبارک سے اپنی چادر اوتاری اور اس کو مرحمت فرمائی۔ عورت عرض پیرا ہوئی ؎

این خرقۂ ہستی را در پیکرہ وصد رشتہ
صد بار گرو کردم عریان خرابا تم

حضور نے خرقۂ وجود کی پردہ داری کے لئے جو خرقہ عطا فرمایا خوب کیا لیکن اتنو اُس بےخبری میں ہی کچھ لطف تھا۔ آپ نے نہایت تسکین و تشفی فرمائی اپنے ہمراہ شہر میں لاکر ایک شخص کے ساتھ نکاح کر دیا اور حکم دیا کہ یہ نکاح صرف محرم بنانے کے واسطے کیا گیا ہے بہ شرط ہے کہ اس عورت کو مدینہ منورہ تک پہونچا دو۔ اور دونوں زوج اور زوجہ کا زادراہ اپنے پاس سے عنایت فرمایا۔ آپکی بدولت دونوں کو حج کی نعمت بھی بہم پہونچی عورت جس وقت روضۂ مقدسہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے قریب پہونچی بلند آواز سے السلام علیک یا رسول اللہ کہکر بے اختیار رخسارہ زناں ایک چیخ ماری اور فوراً جان دیدی۔

ایام غدر میں جب کہ ہر طرف ایک ہنگامہ اور طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ ہر شخص مطلق العنان ہو کر جو چاہتا کرتا تھا۔ روزمرہ لوٹ کھسوٹ کے نت نرالے واقعات ظہور پذیر ہوتے تھے۔ ضلع بدایوں میں اگرچہ ہر طرف آتش فساد شعلہ زن تھی لیکن شہر میں حضور کی توجہ قلبی امن و امان کی ضامن تھی۔ تحصیل داتا گنج کے چھنگارے ٹھاکر ہو فتح کو غنیمت سمجھکر آمادہ غداری ہوگئے۔ موضع بکسینہ کے ٹھاکر بلی سنگھ تمام ٹھکراستان میں سر برآوردہ اور با اثر سمجھے جاتے تھے ان کو اگردن نے

اپنا سرگروہ بنایا تھا۔ اور ایک جماعت کثیر بطور فوج کے ترتیب دی تھی لمبی لمبی لاٹھیوں میں لوہے کی گنڈاسیاں جڑوا کر اسلحہ نبرد آزمای کی ایجاد کو شرما یا تھا۔ اُٹھے گنڈاسا۔ چلے گنڈاسا فوجی قواعد کے جنگی استعارات تراشے گئے تھے بسکہ اس سجعہ سے سجع کیا گیا تھا ہ

نیچے دھرتی اوپر رام
کرے کچہری ونایو دھام

غرض یہ کہ ان واہیوں نے اپنی فہم و فراست کے مطابق اپنے دھن میں ایک جاہلانہ حکومت کی بنیاد ڈالکر بدایوں پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ ایک چار پائی متعدد بانسوں پر باندھکر تخت رواں کے مشابہ بنائی گئی اُس پر ہلی سنگھ ٹھا کر جلوس کناں ہوئے جیتے جی اس ارتھی کو چند دہقانوں نے کاندھے پر اٹھایا ڈھول اور نقارے بجاتے ہوئے اس گروہ ناشکوہ کے گنوار گاؤں میں لوٹ کھسوٹ کرتے آگ دیتے ہوئے موضع شتاب نگر تک جو بدایوں سے چند میل پر ہے آگئے۔ اہل شہر کو وقتاً فوقتاً ٹھاکروں کی جاہلانہ حرکات اور اُن کی جماعت کی نقل و حرکت کی خبریں پہونچتی رہتی تھیں۔ اور سراسیمگی کے آثار نمایاں ہوتے جاتے تھے جب اس قدر نزدیک ان کے پہونچ جانے کا حال معلوم ہوا تو بعض شرفا و عمائد شہر سخت پریشان ہو کر مدرسہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور حضرت اقدس سے تمام واقعات عرض کئے آپ نے کلمات تسلین ارشاد فرمائے اور کہا کہ انشاء اللہ تعالے بدایوں تک یہ اشرار نہیں آئیں گے مگر لوگوں کی پریشانی کم نہ ہوئی یہانتک کہ کھیڑہ نواودہ تک ان لوگوں کے آنے کی خبر شہر میں گونج گئی۔ اس وقت معتقدین نہایت اصرار کے ساتھ طالب اعانت ہوئے آپ نے فرمایا اچھا ہم خود چلکر یہ تماشہ دیکھیں گے۔ اہالی شہر جن میں ہر فرقہ و ہر مذہب کے

لوگ شامل تھے بہ کثرت حضور کے ہمراہ ہوئے آپ مدرسہ قادریہ سے[1] مزار فائض الانوار حضرت میراں ملہم شہید رحمۃ اللہ علیہ تک تشریف لیگئے بعد فراغ فاتحہ کوٹ سے نیچے اوتر کر کچھ دیر توقف فرمایا اور تین بار زمین سے خاک اٹھا کر شاہت الوجوہ کہکر جانب شمال جدھر سے ٹھاکر و

---

[1] حضرت میراں ملہم شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے وجود باجود کی برکت نے سن ہجری کی پانچویں صدی میں بدایوں کو اسلامی برکتوں کا مخزن بنایا۔ آپ سیادت ولایت علوم شریعت شہادت کے عطر مجموعہ ہیں۔ مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کی مجلس اولیا اللہ میں نوشاہی و سرداری کا سہرا آپ کی نورآسا جبین پر عروس قدرت نے سجایا ہے۔ تمام اولیاء بدایوں اپنے اپنے وقت میں آپ کے آستانہ فیض سے مستفیض ہوئے ہیں حضرت سیدنا شاہ ولایت بدرالدین ہوئے تاب بکمال تکریم بہنہ پا آپ کی درگاہ میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے حضرت سید سالار مسعود غازی سلطان الشہدا ہند اپنی والدہ کو بحکم محمود غزنوی غزنی سے لیکر اجمیر میں تشریف لائے تھے سنہ ۴۰۸ہجری میں جب محمود غزنوی کے وجود محمود کی بدولت ہندوستان میں رایات اسلام کے پرچم نور افروز ہوئے۔ جوار قنوج میں بدایوں بھی راجگان ہند کی چھوٹی سی حکومت کا دارالامارت تھا اسی زمانہ میں مسلمانوں کی آمد ادھر بھی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ اکثر شہدائے بدایوں نے اسی زمانے میں اپنے مقدس خون کو بدایوں کی روئے زمین کا گلگونہ بنایا ہے سلطان الشہدا کی ولادت سنہ ۴۰۵ھ اور شہادت سنہ ۴۲۴ ہجری قدسی میں ہوئی ہے سولہ برس کی عمر میں آپ امیر لشکر اسلام ہو چکے تھے۔ اور ہندوستان میں حقانیت اسلام کی شعاعیں آپکی جبین مبین سے طالع ہو ہو کر دور دور تک پہونچ چکی تھیں حضرت میر ملہم شہید اجمیر شریف میں روک لئے گئے۔ حضرت مسعود غازی پیدا بھی ہوئے اور قرآن شریف بھی آپ سے پڑھا۔ محمود غزنوی کی نواح قنوج میں تشریف آوری

آنے کی خبر تھی دست خدا پرست سے ہوا میں پھینکی اہل عقیدت
عرض پیرا ہوئے اب حضور کی زیادہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں
ہماری تسکین تجھ پر ہی ہوگئی حضور واپس تشریف لیجائیں بہت لوگ
اس خیال میں کہ کس طرح گنوارو نکی اُمیدیں خاک میں ملتی ہیں مشتاقانہ

میرانجی شہیدؒ

نور باطن سے آپ کو معلوم ہوئی فوراً اجمیر شریف سے چلکر تھوڑی سی فوج کے ہمراہ بدایوں تک تشریف لائے راجہ بدایوں کی کثیر فوج سے لڑکر شہید ہوئے اصل نام آپ کا سید عبداللہ ہے آپ میرانجی صاحب کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کے حریم مزار میں بہت سے شہداء کرام محو استراحت ہیں پیشتر احاطہ درگاہ پرانے زمانے کا تھا جس کی خستہ و شکستہ حالت زبان حال سے زائرین کو اپنی طرف متوجہ کرکے اپنی درستی کی خواہاں تھی۔ اس پاک خدمت کو ڈاکٹر عطا علی قادری محب رسولی نے نہایت سرگرمی سے اپنے ذمہ لیا۔ اور اپنے آپ کو ہمہ تن وقف کردیا چنانچہ اب نہایت شاندار۔ خوشنما۔ دلکش عمارت تیار ہوگئی ہے

قاضی شمس الدین قادری نے جو آستانہ قادریہ کے مخصوص اعتقادمندوں میں ہیں اور جن کا دماغ مادہ ہائے تاریخ کا بحر بیکراں ہے اس جاہدار روضہ کی لاجواب تاریخ تکمیل تعمیر کے لحاظ سے (روضۂ شہید) نکالی ہے۔ ۱۳۴۳ھ

حاجی افتخار الدین قادری محب رسولی نے نئی بات یہ کی ہے کہ مزار اقدس کے اُن آثار قدیمہ کو جو متقدمین و متاخرین اولیاء و مشائخ بدایوں کی پاک نگاہوں کا بوسہ گاہ تھے ایک جدید رقبہ سے ڈھانک دیا ہے۔

طبقات الاولیا میں تاریخ احمدی مؤلفہ علامہ حمیدی نیشاپوری سے آپ کی تاریخ وصال نقل کی گئی ہے جو بجنسہ درج ہے:

ندا از آسمان آمد بہ پیہم	در بیغا شہسوار ذی کرم
ز تیغ کافران شد مرد واظلم	شہادت شد نصیب پیر علم

تماشا دیکھنے کے لئے آگے کو روانہ ہوئے۔ دور سے دیکھا کہ گنواروں میں ہلڑ مچا ہوا ہے۔ ہر شخص خائف و ترساں اُلٹے پاؤں بھاگا جا رہا ہے سارا گروہ تتر بتر ہو کر جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی کو لوٹا جا رہا ہے۔ اس واقعہ کی چشم دید شہادت چند ثقہ اکابر نے بیان کی۔ بدایوں میں ابھی بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو روزانہ کے اپنی آنکھوں دیکھے ہوئے واقعے بیان کرتے ہیں۔

تذکرہ خلفاء مجاز و صحاب ارشاد و مریدان خاص

کاشف اسرار حقیقت واقف امور طریقت حضرت مولانا حکیم[1]
عبداللہ بُرکی قدس سرہ۔ آپ خاص مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے عقب
میں سکونت رکھتے تھے جملہ علوم و فنون کے عالم تھے عرب شریف
میں بڑی شہرت تقویٰ و تورع کے دوش بدوش تھی۔ حج کے زمانہ میں
حرم محترم کے اندر مقام حطیم میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے
کمال تزکیہ نفس کی بدولت مثال خلافت سے سرفراز ہوئے۔ کعبہ مقدسہ
کی تجلیات قدسیہ نے آپ کے کمال نورانیت اور علو روحانیت کو
زمین حجاز پر خوب چمکایا۔ آپ کے خاندان کے باوجاہت و باوقار
لوگ حضرت اقدس کے سلسلہ بیعت میں داخل تھے۔ بعد وصال پیرو
مرشد مکہ معظمہ سے بدایوں آئے۔ آپ میں شان تواضع و انکسار
جو خدا والوں کی خصوصی شناخت ہے عجیب تجمل کے ساتھ جلوہ گر تھی
عرس شریف میں شریک ہو کر واپس وطن ہوئے۔ آپ کی توجہ قلب
بیماران روحانی مریضوں کی معالج تھی وہاں آپ کا دست شفا جسمانی
بیماریوں کے لئے طبیب حاذق تھا مکہ مکرمہ میں آپ کا وصال ہوا
تاریخ وصال معلوم نہ ہو سکی۔ حضرت اقدس نے جب تیسری بار ۱۲۶۶ھ
میں سفر حج کیا اُس وقت آپ بیعت ہوئے ہیں اور رسالہ طریقت صرف
آپ کی ہی خاطر حضرت اقدس نے تصنیف فرمایا تھا۔

---

[1] آپ کے دو بھائی حکیم عبدالصمد صاحب بھی مشاہیر عرب سے ہوئے آپ کے تیسرے بھائی
عبدالشکور صاحب نے علوم زبان ترکی حاصل کیے حکومت ترکی کے معزز عہدے پائے اور لقب

سلالہ خاندان غوثیہ حضرت مولانا سید شاہ آل نبی حسنی حسینی شاہجہانپوری
قدس سرہ۔ آپ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کی اولاد امجاد
سے ہیں قصبہ کانٹھ ضلع شاہجہان پور میں سکونت پذیر تھے ابتدا میں
مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم عثمانی بدایونی سے تعلیم پائی بعدہ مدرسہ
قادریہ میں آکر حضرت اقدس سے تکمیل فرمائی۔ زمانہ طالبعلمی ہی سے
اہل فضل وکمال کی طلب تھی۔ بعد فراغ علوم لذت بادہ عرفان سے
مدہوش کیا اور حضور دستگیر عالم کی جناب سے اپنے نور نظر کی تکمیل

تاریخ بیعت ۱۲۹۵ھ

شکری آقدس کا حاصل کیا۔ حکیم عبد الصمد صاحب کے صاحبزادوں میں ایک
عبد الوہاب تھے جن کے دوکان مین باب السلام پر تھی۔ عرصہ دو تین سال کا ہوا
کہ آپ کا انتقال ہوگیا دوسرے صاحبزادے حاجی حکیم مولوی عبد الرزاق صاحب
تھے جو ۱۲۹۸ھ میں حضرت اقدس تاج الفحول کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے
اور مدرسہ عالیہ قادریہ میں تکمیل علوم کی اور سند اجازت باوجودیکہ اپنے چچا مولانا
عبد العزیز صاحب رکھتے تھے حضرت تاج الفحول سے بھی حاصل کی۔ حیدرآباد میں محلہ مغلپورہ
کے ایک شریف خاندان میں شادی کی جس سے ایک لڑکا عبد الخلاق نامی اپنی یادگار
چھوڑا ہے جو مدرسہ قادریہ زیر تعلیم ہے چھوٹی سی عمر میں خط خوب لکھتا ہے
جو محض مخدومی حضرت مولانا حکیم عبد الماجد صاحب قادری مہتمم مدرسہ شمس العلوم کی خاص
توجہ کا اثر ہے اللہ تعالے اس کو بزرگان دین کا سچا جانشین بنادے حاجی عبد الرزاق صاحب
مرحوم نے فتاوے حرمین کی تکمیل میں جو ردّ خیالات ندوۃ العلما میں مولانا احمد رضا خاں صاحب
کی طرف سے شائع ہوا ہے خاص کوشش فرمائی ہے۔ عرب شریف میں انتقال فرمایا
تاریخ وفات صحیح طور پر معلوم نہ ہوسکی۔

تیسرے صاحبزادے حاجی عبد الفتاح صاحب ہیں جو جدہ میں پشتہ خیالی سے بسر اوقات فرماتے ہیں جو ان
صالح متشرع و متقی ہیں اپنے چچا حکیم عبد الصمد صاحب سے شرف بیعت ہیں زیادہ حال آپکی اولاد کا معلوم نہیں ۱۲

مراتب کے باطنی اشارات شروع ہوئے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو کر عرصہ تک شیخ کے پیش نظر رہ کر ریاضت شاقہ اور مشاغل و اذکار میں مصروف رہے۔ مدارج عالیہ روزانہ مائل بہ ترقی تھے یہاں تک کہ خرقہ خلافت و سند اجازت سلاسل اربعہ کی دربار شیخ سے حاصل ہوئی۔ ہزاروں بندگان خدا آپ سے مستفیض ہوئے۔ باطنی کمال کی شہرت دور دور پہونچی۔ سفر پنجاب میں آپ مشغول تھے کہ مژدہ وصال حقیقی پہونچا مقام بٹالہ ضلع گورداس پور میں ۱۲۷۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

سید السادات منبع السعادات حضرت مولانا سید نور الحسن حسنی حسینی حیدرآبادی قدس سرہٗ۔ آپ نواح دکن میں نہایت تقدس واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے دربار ریاست میں آپ کا وقار مسلم تھا۔ قادر الدولہ بہادر کے لقب سے ملقب تھے سلسلہ نسب کے اعتبار سے حضور غوث اعظم رضی کی پاک اولاد ہونے کا فخر آپ کو حاصل تھا۔ آپ کی نورانی شکل آپ کو اسم بامسمیٰ بنائے ہوئے تھی اپنے خاندان میں آپ کو پہلے سے بیعت و اجازت حاصل تھی اور نسبت قوی و کامل تھی لیکن باشارہ باطنی ترقی مدارج و زیادت کمال کے لئے حضرت اقدس سے طالب بیعت و تجدید ہوئے۔ آپ کے اصرار بیجا سے بیعت مصافحہ سے آپ کو سرفراز کیا گیا علاوہ عقیدت و ارادت کے علم تصوف کو بکمال ذوق حضرت اقدس سے آپ نے اخذ کیا تھا آپ کا چشمہ فیض دکن میں ہزارہا تشنگان معرفت کو سیراب کرتا رہا۔

سید الاتقیا سند الاذکیا حضرت مولانا سید شمس الضحیٰ بخاری قدس سرہٗ۔ آپ سادات بخاری سے ہیں۔ حیدرآباد میں آپ کے اجداد نے اقامت اختیار فرمائی تھی۔ اہل دکن آپ کے خاندانی

بہت کچھ عظمت کرتے ہیں۔ آپ کی علمی قابلیت آپ کے مصنفہ رسائل
تصوف وغیرہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ آپ بھی سلسلہ چشتیہ میں پیشتر سے
بیعت رکھتے تھے۔ لیکن حضرت اقدس کے کمالات کے گرویدہ ہوکر
سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اذکار و اوراد کی اجازت لیکر عرصہ تک
ریاضات میں مشغول رہے۔ کمال تزکیۂ نفس کے بعد اجرار سلسلہ کی
اجازت حاصل کی حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔
آپ کے مریدوں کا سلسلہ نواح وطن میں احاطہ شمار سے باہر ہے۔

مسند نشین شرع مبین حضرت مولانا حاجی حمید الدین قدس سرہ۔ آپ
مچھلی شہر کے سرمایۂ عزت و تمکین شرفا میں سے تھے محکمہ قضا کی مسند خاندانی
میراث تھی حیدرآباد کی علم پرور سلطنت نے آپ کی خداداد قابلیت
کی قدر افزائی عدالت افتا کی کرسی آپ کو سپرد کر کے بخوبی فرمائی۔ آپ
علوم معقول و منقول کے جید عالم تھے خصوصاً فقہ میں تبحر کامل حاصل تھا۔
حضرت اقدس جب سفر عروس البلاد حضرت بغداد سے واپس آکر حیدرآباد
تشریف فرما ہوئے ہیں اس وقت آپ بیعت سے مشرف ہوئے ۱۲۸۷ھ
میں نعمت حج اور حضوری دربار رسالت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نہایت
مرتاض بزرگ تھے۔ ریاضت و مجاہدہ آپ کا روزانہ کا شغل تھا جسکے باعث
روحانی قوت نے اس درجہ ترقی کی کہ آپ بھی صاحب ارشاد ہوکر رہے۔
دویم ماہ جمادی الاخری ۱۲۹۵ھ میں بمقام حیدرآباد متاع جان کو جان آفرین
کے سپرد فرمایا۔ آپ کے صاحبزادے قاضی رشید الدین صاحب بھی اپنے
بزرگ باپ کے فضل و کمال کی زندہ تصویر تھے اور عرصہ تک حیدرآباد
میں منسلک رہے فارسی میں ذوق سخن رکھتے تھے

غزل

اے سرگروہ انبیا لعل تو تاج اصفیا	از خاک او زینت فزا گردید عرش کبریا

نعلین موسیٰ شد جدا بالائے طور از حکم حق | نعلین تو بر عرش ہم ہرگز نشد از پا جدا
نعلین پائے خود اگر بخشی مرا از مکرمت | بر سر نہم تاجش کنم ایں فخر باشد بس مرا
خاک نعال پائے تو بارے نصیب من شود | با عین شوق آں را کشم در چشم دل صبح و مسا
چوں خاک پائے تو شدہ در چشم ما کحل البصر | تمثال نعلین تو بس از بہر حرز جان ما
تمثال نعلین تو گر لوح مزار من بود | گردد منور قبر من از نور نعل پر ضیا
ظل لوا الحمد را جویند جملہ اہل حشر | من ظل نعلین ترا جویا شوم روز جزا
آنجا بدستم گر بود تمثال نعل پاک تو | باشد خط آزادیم از سید اندوہ و بلا

چوں نامۂ اعمال خود ہر کس بہ محشر آورد
حاضر رشید آندم شود با نقش نعل مصطفیٰ

یہ پاک غزل آپ کے دلی جذبات کی شاہد ہے۔

عارف حق آگاہ مقبول بارگاہِ الٰہ حضرت مولانا شیخ عطا اللہ قدس سرہٗ آپ حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی انجمن اخلاف کے روشن چراغ اور حضرت مخدوم اولیا قاضی ضیا الدین رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ قاضی جیا کے دولتخانہ نور کاشانہ کے سراج منیر تھے۔ پیرزادگان نیوتنی شریف میں آپ صاحبِ علم و فضل اور وارث سجادہ طریقت تھے جس طرح آپ کے نانا حضرت مولانا شیخ اسد اللہ علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہٗ سے اکتساب بیعت کرکے اجرا سلسلہ کی اجازت حاصل فرمائی اسی طرح آپ بھی باوجود پیرزادگی بکمال ذوق و شوق نیوتنی شریف سے چلکر بدایوں تشریف لائے اور حضرت اقدس سے مشرف بیعت ہوکر مثال خلافت حاصل کی۔ گھر کی دبی ہوئی دولت اس طرح پھر گھر میں واپس لی۔ عرصہ تک توجہ شیخ سے اذکار و اشغال میں مصروف رہکر مرتبہ کمال حاصل فرمایا اور فائز المرام ہوکر مسند آبائی پر فیوض عرفاں کی جلوہ ریزی فرمائی۔

مخزن علوم مجمع کمالات حقایق آگاہ مولانا محمد عبید اللہ قدس سرہٗ

آپ حضرت مولانا عبد اللہ مکی قادری کے صاحبزادے حضرت مولانا شیخ عبد الکریم قدس سرہٗ کے پوتے تھے جمیع علوم فقہ و حدیث تفسیر کامل تحقیق کے ساتھ حرمین طیبین کے مشایخ اجل سے حاصل کئے معقول کی تکمیل۔ تصوف کی تحقیق حضرت اقدس سے فرمائی اپنے زمانہ میں استاد الاساتذہ تھے۔ علم نواز رو سار بمبئی کے اصرار سے ہندوستان تشریف لاکر مسجد جامع بمبئی میں مدت العمر خدمت درس انجام دی صاحب زہد و تقوے اور زہد و فتوے تھے نواح سورت و کاٹھیاوار میں ہزاروں آپ کے ارادتمند ہیں باوجود کثرت مشاغل و اذکار آپ کا قلم فرق باطلہ خصوصاً طائفہ وہابیہ کے حق میں صولت ذو الفقار رکھتا تھا۔ آپ کی تصانیف سے رسالہ سیف المسلول عن علم غیب الرسول کے مطالعہ سے راقم الحروف کو بھی شرف حاصل ہے یہ رسالہ مطبع گلزار حسینی بمبئی میں چھپوا کر ایک سنی سورتی سیٹھ نے وقف کر دیا تھا غیر مقلدین نے سیکڑوں رسالے مفت منگا منگا کر بایں عقیدہ کہ وہ گمراہی کی جان کو اس چمکتی ہوئی تلوار کی آنچ سے اپنی جلتی بہت کچھ بچایا۔ لیکن لکھنے والا جو لکھ گیا اُس کا جواب نہ ہوا نہ آئندہ ہوسکے گا۔ آپ کی نسبت اپنے شیخ سے اس درجہ قوی تھی کہ خود کو بھی ہمیشہ بدایونی لکھا کرتے تھے۔ ہر سال بمبئی سے ایام حج میں کعبہ کے طواف کا شوق آپکو حرمین طیبین پہونچاتا تھا۔ آپ باوجود صاحب ارشاد ہونیکے بہت کم مرید فرماتے تھے تاہم آپ کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور ایک بزرگ مولانا سید شاہ غلام حسین صاحب مدظلہ ہیں کو آپ سے تلمذ و بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے آپ کے سلسلہ میں مرید کرتے ہیں۔

سید صاحب جامع علوم عقلیہ و نقلیہ ہیں۔ آپ ریاست جوناگڈھ کے

مشاہیر اکابر سے ہیں بندر ویراول میں بمقام اگول سکونت پذیر ہیں
آپ ساداتِ کرام ترمذی سے ہیں نواح کاٹھیاواڑ میں آپ کا فیض
ظاہری و باطنی جاری و ساری ہے آپ ۱۳۱۳ھ میں بغرض حاضری
عرس شریف حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ بدایوں تشریف لائے۔ مگر
عرس شریف ایک ہفتہ پیشتر ختم ہو چکا تھا آپ نے کلکتہ سے جہاں آپ کے
مریدین کی کافی تعداد موجود ہے بدایوں کا قصد کیا تھا۔ آپ واعظ بھی
ہیں۔ لئے آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس مولانا شاہ مطیع الرسول
محبوب حق محمد عبد المقتدر صاحب قبلہ مدظلہم العالی کی جناب میں جس قدر
مؤدب پایا باوجود کشش پیدا ہونے کے کبھی دوسروں کو کیا کہوں
خود کو بھی اتنا مؤدب نہ دیکھا۔ یا یہ کہئے کہ اداب شیخ ہم غلامان بارگاہ نے
سمجھا ہی نہیں۔ سید صاحب کے صاحبزادہ مولوی سید غلام عباس
صاحب تقریباً ڈیڑھ دو سال تک مدرسہ قادریہ میں حاضر رہے اور
قبل تکمیل والدین کی محبت اور وطن کی کشش نے ان کو اپنی جانب کھینچ لیا
حضرت مولانا قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ میں سے جناب مولانا الحاج حافظ
عبد الغفور صاحب مرحوم ہندوستان کے مشاہیر علما میں سے تھے بمبئی
میں ۱۳۲۴ھ میں وصال ہوا راقم الحروف نے تاریخ وصال ہو الغفور سے اخذ
کی تھی۔ آپ زنگاری محلہ بمبئی کی مسجد کے پیش امام تھے۔ علاوہ ان کے
جناب مولانا سکندر خاں صاحب امام مسجد مریم لین بمبئی۔ مولوی محمد حسین صاحب
مولوی حکیم مرزا صاحب وغیرہ ہیں جناب مولانا عمر الدین صاحب فاضل
ہزاروی بھی جو آجکل علماء اہلسنت میں ایک ممتاز علمی وقار رکھتے ہیں
حضرت مولانا قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ اور حضرت اقدس تاج الفحول
کے مخصوص مریدین میں سے ہیں۔

حقایق پناہ معارف دستگاہ مولانا الحاج محمد اکبر شاہ ولایتی قدس سرہٗ۔

صاحب تذکرہ علماء ہند نے آپ کو کشمیری لکھا ہے لیکن دراصل آپ علاقہ ہوتی مردان مضافات ولایت سوات یعنی سرحد کی طرف کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ طلب علم کا شوق آپ کو وطن سے بدایوں تک لایا جہاں علوم کی تحصیل و تکمیل آستانہ شیخ پر کر فرمائی مسائل فقہیہ میں امام وقت تھے۔ زہد و اتقا میں بالکل متقدمین اولیاء کرام کا نمونہ تھے شبانہ روز عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ صائم الدہر قائم اللیل تھے شیخ کے خلفاء خاص و مقربان با اختصاص میں تھے دربار رسالت میں نسبت اویسیہ کا خصوصی شرف حاصل تھا اکثر رویت جمال کی دولت عالم منام میں حاصل ہوتی رہتی تھی بارہا لذت سماع کلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ ایک مرتبہ دولت حضوری اس شان سے نصیب ہوئی کہ حضور رسالت مآب علیہ التحیہ والصلاۃ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ تشریف فرما ہیں حضور نے حضرت فاروق اعظم سے خطاب فرمایا یا عمر انت حی الحیاتی مولانا نے بکمال تعظیم عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس زمانہ میں بعض اشخاص حضور کے حیات النبی ہونے کے منکر ہیں ارشاد ہوا کہ ان کی جانب التفات نہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے عرصہ دراز تک ٹبی میں مسند درس پر جلوہ افروز رہکر افاضہ علمیہ کا اجراء فرمایا۔ مولوی مفتی عبداللطیف مولوی سید عماد الدین رفاعی۔ مولانا سید عبدالفتاح گلشن آبادی وغیرہم علماء کرام کو آپ سے تلمذ حاصل تھا آخر عمر میں نواح سرحد پر آپ کا فیض باطنی تادم جاری رہا۔

سالک سجادہ عارف حق آگاہ مولانا الحاج شاہ محمد قدرت اللہ کشمیری قدس سرہ۔ آپ کشمیر کے مشہور بزرگ ہیں سیاحی کا شوق تھا۔ اکثر تذکرہ

حرمین شریفین۔ بغداد سید البلاد بیت المقدس نجف اشرف کربلائے معلی
کاظمین معظمین وغیرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بعض مقامات پر
مجاہدہ اور چلہ کشی کرکے مدارج عالیہ حاصل کئے حضرت اقدس سے
بیعت واجازت حاصل کرکے عالم اسلام کی سیاحی شروع فرمائی
حضرت تاج الفحول قدس سرہ حاضری بغداد شریف کے بعد جب آستانہ
حضور غریب نواز سلطان الہند اجمیری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حضوری سے
مشرف ہوئے تو حضرت شاہ صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ نہایت
ادب واحترام سے پیش آئے اور اپنے شیخ کے فیوض باطنی کا تذکرہ
اور اپنی سیاحت کا حال سنایا۔

سر دفتر مشائخ کبار مولانا شیخ عبدالہادی الملقب بہ شاہ سالار سوختہ
قدس سرہٗ۔ آپ لکھنؤ کے کائستہ رؤسا میں سے تھے آپ کے آبا واجداد
دربار اودھ میں ہمیشہ معزز عہدوں پر فائز رہے اور شہرت کامل حاصل
کی۔ آپ کو ابتدائے جوانی میں اختلاج قلب کا سخت مرض لاحق ہو گیا
تھا اور حالت خفقان ہر وقت طاری رہتی تھی آپ کے مرض نے آپ کے
والدین کو سخت پریشان کر رکھا تھا ہر چند علاج کرتے تھے لیکن افاقہ
نہ ہوتا تھا۔ حسن اتفاق سے حضرت اقدس لکھنؤ تشریف لے گئے۔

آپ کی شان کمال زمانہ طالب علمی سے مسلم تھی۔ تشریف آوری
کی شہرت ہوتے ہی لکھنؤ کے حاجتمند آنا شروع ہو گئے شاہ صاحب
موصوف کے والد بھی حاضر خدمت ہوئے اور آپ پیش کرکے آپ کے
امراض سخت کی کیفیت بیان کی۔ نبض پر ہاتھ رکھتے ہی مرض تشخیص
ہو گیا۔ فرمایا روحانی مریض کو جسمانی علاج سے کیا علاقہ۔ البتہ ان کی
روح کا علاج ابھی ہوا جاتا ہے۔ یہ فرما کر توجہ باطنی کی ایک جھلک
شاہ صاحب کے سینہ پر ڈالدی پھر فرمایا کہ کیا حال ہے مریض نے

اپنے والد کے سامنے عرض کیا ؎

فرقتِ یار میں یاں جان مجھے بھاری ہے
سمجھتے ہیں کہ مجھکو کوئی بیماری ہے

اور فوراً ہی بکمال رغبت اسلام قبول کیا۔ شاہ صاحب کے والد نے جو ایک معزز اور باوقار شخص تھے یہ حالت دیکھکر غیض آمیز نگاہوں سے لڑکے کو دیکھا اور ہاتھ پکڑ کر لیگئے۔ اہل برادری نے مقفل مکان میں بند رکھنے کی صلاح دی۔ آپ مجبور ہو کر مقید ہو گئے لیکن اسی وقت سے والدین کے ہاتھ کا کھانا مطلق نہ کھایا۔ دن بھر سخت بے چینی اور اضطراب میں گذری شب کے وقت شورش باطنی اور زیادہ ہوئی۔ رہائی سے مایوس ہو کر خودکشی کا خیال پیدا ہوا۔ اسی دھن میں چاہتے تھے کہ دیوار سے سر پھوڑ کر اپنا کام تمام کریں یکایک غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور ان کی دستگیری کر کے مقید مکان سے باہر نکال دیا اب جو نگاہ اٹھائی تو اپنے آپ کو ایک جنگل میں موجود پایا۔ چاروں طرف نظریں ڈالیں کچھ نہ دیکھا بیخودی میں ادھر ادھر قدم مارے ایک درخت کے قریب ایک مشعل نور چمکتی معلوم ہوئی قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ہیں قدموں پر گر پڑے حضرت اقدس نے کلمہ تلقین کیا بیعت سے مشرف ہوئے عرصہ دراز تک ہمرکابی شیخ میں صحرانوردی اور مجاہدات میں مشغول رہے جب آتش حقیقی نے زنگ کفر و معاصی کو جلا کر دل کو مجلّی کر دیا آپ کا لقب سالار سوختہ قرار دیا گیا۔ اسی وقت سے آپ چشم مردم سے چھپکر بادیہ پیمائی میں مصروف رہنے لگے۔

حضرت سید کاظم علی شاہ صاحب قدس سرہ سجادہ نشین کا یہی تقرب کا بیان یہ ہے کہ آپ کو ابتدا سے جوانی میں بسبب صحبت و قرابت

اکثر مولوی اولاد حسن قنوجی سے مکالمہ کرنے کا موقعہ ہوتا رہتا تھا اور مولوی اولاد حسن بہ تقلید مولوی اسمٰعیل دہلوی مسائل وہابیہ کی تائید اور اہل تصوّف کی تردید کیا کرتے تھے۔ بعض بعض اعتراض کبھی کبھی قوی معلوم ہونے لگتے تھے۔ اور دل میں شکوک اور شبہات پیدا ہوتے تھے۔ آخر الامر حضرت کالپی شریف کی ارواح طیّبات سے رجوع کی ایک شب خواب میں معلوم ہوا کہ اطمینان تمہارا اور جملہ اشکال کا حل شاہ سالار سوختہ سے ہوگا۔ سیّد صاحب فرماتے ہیں کہ میں متحیّر تھا کہ یہ سالار سوختہ کون بزرگ ہیں عرصہ تک ان کا منتظر رہا۔ اسی اشتیاق میں چورہ سے عید الفطر کے روز حسب معمول کالپی شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ بعد مغرب ایک بزرگ دلق پوش سے ملاقات ہوئی خواب میں جو آثار دیکھے تھے ان کی شباہت سے بالکل ملتے جلتے نظر آئے۔ مزید اطمینان کے لئے نام دریافت کیا معلوم ہوا کہ شاہ سالار سوختہ یہی بزرگ ہیں اور ہمارے ہی گھر کے فیض یافتہ ہیں شاہ صاحب نے اپنا تمام قصّہ بیان کیا اور حضرت مولانا کے ساتھ عرصہ دراز تک سیاحت و صحرا نوردی کا حال سنایا اس کے بعد فرمایا کہ حضور شیخ سے اب یہ ارشاد ہوا ہے کہ اپنی زوجہ کو جس کے ساتھ حالت کفر میں شادی ہوئی ہے لکھنؤ جا کر ہدایت کروں اور براہ کالپی جاؤں کیونکہ حضرت پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے مخدوم زادہ کو فلاں فلاں شکوک ہیں ان کو فلاں فلاں امر اسمجھاتے جانا۔ اس کے بعد حضرت سیّد صاحب فرماتے ہیں کہ شاہ سالار سوختہ نے اوّل وہ تمام شکوک جو دل میں پیدا ہو گئے تھے بیان کئے اس کے بعد باطنی توجہ کے ساتھ سب شکوک مدلّل طریقہ سے رفع کر دئے۔

عالم باعمل مفتی بے بدل زبدۃ الصالحین حضرت مولانا نواب

ضیاء الدین صاحب دامت برکاتہم۔ حضرت اقدس کے خلفاء میں صرف آپ کی ذات بابرکات اس وقت تک نگارخانہ ہستی میں زیب و زینت وجود کا باعث ہے آپ مدتوں ریاست حیدرآباد میں مفتی دوم رہے۔ اس وقت حضور نظام کے جاگیرداروں میں سے ہیں آپ کے والد ماجد نواب محی الدین خان صاحب مرحوم باوجود خاندانی ریاست و امارت کے خدا شناس دل اپنے پہلو میں رکھتے تھے اور اس زمانہ کے صاحب باطن اور اہل اللہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ ابتداً اثر جذب آپ کی طبیعت میں ساری تھا۔ جس کو ناواقف جنون سمجھتے تھے۔ لیکن بعد کو جب ذوق طبیعت کا انکشاف ہوا تو اس خیال خام سے لوگ باز آئے۔ آپ کی جود و سخا کا شہرہ تھا روپیہ کی قدر خاک سے بھی کم آپ کی نظر میں تھی۔ نواب صاحب قبلہ ابتدائے عمر سے زہد و اتقا سے آراستہ تھے زمانہ طالب علمی میں قرآن شریف حفظ کیا بعد فراغ تعلیم لذت فقر سے طبیعت آشنا ہوئی شیخ طریقت کی تلاش میں نگاہیں جستجو کناں ہر طرف دوڑائیں آخر حضرت اقدس کی جناب میں باریابی ہوئی۔ حیدرآباد سے بمبئی پہونچے بغداد شریف سے حضرت اقدس بمبئی آکر مقیم ہوئے تھے۔ نواب صاحب کی عقیدت مند طبیعت ریاست و امارت کو خیرباد کہکر فقر کی طرف مائل ہوئی شرف بیعت حاصل کر کے عرصہ تک ہمرکابی شیخ میں تزکیہ نفس کرتے رہے خدمات جلیلہ کے صلہ میں پیر کی نگاہ کرم کو اپنی جانب منعطف کر لیا۔ حیدرآباد اپنے ہمراہ بکمال عقیدت و شوق شیخ کو لائے۔ عرصہ تک حضوری میں رہکر منازل تقرب کو طے کیا یہانتک کہ خرقۂ خلافت اور سند اجازت حاصل ہوئی عون الحق کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔ اس وقت آپ کی ذات بابرکات

منبع کمال مرجع اہل حاجات ہے دربار غوثیہ میں نسبت قوی حاصل
ہے پیر و مرشد کا عشق پیرزادوں کے سچے احترام سے ظاہر ہے باوجود
کبر سنی و ضعیفہ ریاست جو حضرت سیدی مولانا شاہ مطیع الرسول صاحب
قبلہ مدظلہم الاقدس کے نام ماہانہ آتا ہے اس کے متعلق وصول ترسیل کا
کل انتظام آپ ہی فرماتے ہیں۔ آپ نے اپنی بزرگانہ شفقت سے
اس نیازمند راقم الحروف کی عقیدت کو شرف قبولیت بخشا اور
اپنا مرتبہ رسالہ ضیاء المکتوب جس کا اقتباس جابجا ناظرین کے ملاحظہ سے گزرا
مرحمت فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ بغرض شرکت و حاضری عرس شریف
حیدرآباد سے معہ جناب محترم نواب خواجہ حفیظ اللہ خاں صاحب وہمت
برکاتہم بدایوں بھی تشریف لائے تھے۔ اگرچہ راقم الحروف ضیاء پہلے ہی
زیارت سے محروم ہے لیکن دل میں دونوں حضرات کی عقیدت کی
جھلک پاتا ہے۔ اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ خداوند عالم دونوں بزرگوں کا
سایہ تادیر عزت و اقبال کے ساتھ قائم رکھے۔ آمین

زبدۂ ارباب کمال عمدۂ انتخاب جود و افضال عالیجناب معلی القاب
مولانا محمد یار خاں صاحب المخاطب بہ محی الدولہ بہادر۔ آپ ریاست
دکن کے سب سے اعلیٰ عہدہ احتساب پر فائز تھے محتسب عام اور
صدر الصدور سلطنت کہے جاتے تھے نسباً آپ صدیقی تھے بیعت
آپ کو سلسلہ چشتیہ اہل بہشت میں زبدۃ العارفین قدوۃ الکاملین حضرت
مولانا حافظ محمد علی صاحب چشتی خیرآبادی قدس سرہ سے تھی جس وقت
حضرت اقدس بغداد شریف سے معاودت فرما کر وارد بمبئی ہوئے جناب
ممدوح کے غایت اصرار و اشتیاق سے جس کا اظہار بوسیلہ حضرت
شاہ عون الحق نواب ضیاء الدین صاحب وقتاً فوقتاً ہوتا رہا حضرت
مولانا تشریف فرمائے دکن ہوئے۔ تمام اہل دکن میں ایک دھوم مچ گئی

ہزارہا بندگان خدا نسبت بیعت سے مشرف ہوئے تمام شرفا و با وجاہت غربا باعقیدت داخل سلسلہ ہوئے۔ نواب صاحب بھی حضرت اقدس کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہوئے آجتک آپ کا نام تمام ریاست دکن فیض رسانی خلق کے لئے مشہور ہے۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۲۸۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آیہ کریمہ (الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون) سے آپ کا مادۂ تاریخ رحلت برآمد ہوتا ہے۔ چونکہ نواب صاحب کو روح پر فتوح حضرت مولانا فخر الملۃ والدین قدس سرہٗ سے خاص علاقہ تھا لہذا اس نسبت قوی نے یہ رنگ دکھایا کہ تاریخ وصال بھی اوس آیہ شریفہ سے برآمد ہوئی جس سے حضرت فخر صاحب کی تاریخ کا اخراج ہوتا ہے۔ حضرت فخر صاحب کی تاریخ اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون سے نکلتی ہے۔ ان دونوں تاریخوں میں باعتبار شمار عدد ہمزہ کا نہیں لیا گیا ایسی تاریخوں کی مفصل و مبسوط بحث شرح رسالہ فخر الحسن۔ کتاب بہجۃ المرجان۔ اور شرح قصیدہ ملا نقشبند میں موجود ہے۔

حضرت اقدس کے خلفاء میں بدقت تمام جن حضرات کے حالات دستیاب ہو سکے قلمبند کر دیئے گئے سند اجازت صرف اون باکمال حضرات کو دی گئی جو علم و فضل میں یگانۂ آفاق ہونے کے علاوہ مدارج باطنی کی تکمیل سے مستحق اجازت ہو چکے تھے یہاں بعض مخصوص مریدین کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا منجملہ مریدین کے۔ جناب نواب ریاست علی خاں صاحب حیدرآبادی ہیں۔ آپ ریاست دکن کے رکن اعظم تھے آپ کا خطاب رفیق یاور الدولہ بہادر تھا ابتدا عمر سے آپ کو عقیدت و ارادت مشائخ کے ساتھ تھی۔ اور مرشد کامل کی جستجو میں پیک خیال کو ادھر ادھر دوڑایا آخر مقتضائے من

جلد و جلد جب حضرت اقدس حیدر آباد میں رونق افروز تھے آپ کے شوق طلب نے آپ کو حاضر دربار کرایا ہم آغوش تمنا ہوئے شرف بیعت حاصل ہوا ہمیشہ ظاہر و غایب کمال محبت و خلوص کے ساتھ عمر بسر کی آپ کا بذل و ایثار مشہور تھا اہل کمال کی قدردانی اہل حاجت کی حاجت براری آپ کا خاصہ طبیعت تھا۔ تمام عمر فیض رسانی خلق میں مصروف رہے۔ آپ کے تمام اعزا و احباب اور اہل قرابت بھی سلسلہ بیعت میں داخل تھے۔

مظہر فیض سبحانی جناب شیخ چاند محمد صاحب متوطن بمبئی علیہ الرحمہ۔ آپ بمبئی کے مشہور سیٹھ اور صاحب ثروت بزرگ تھے۔ اصل وطن آپ کا سورت تھا عقیدت کامل حضرت مولانا ابراہیم باعلظہ قدس سرہٗ[۵] سے رکھتے تھے اور حسب ارشاد مولانا ممدوح جب حضرت اقدس رونق افروز

---

[۵] حضرت مولانا سید ابراہیم قدس سرہٗ۔ آپ اجلۂ مشائخ عرب سے ہیں نسباً سید مذہباً شافعی ہیں۔ بانی مسجد جامع بمبئی سیٹھ محمد علی ناخدا عرب شریف سے باصرار تمام آپکو مسجد جامع کی امامت کے لئے بمبئی ہمراہ لائے تھے۔ ہندوستان میں آپ کے فضل و کمال کی شہرت علمی طبقہ کے ہر گوشہ میں مسلّم ہے۔ بمبئی میں آپ شیخ المشائخ اور قطب وقت سمجھے جاتے تھے آپ کے حلقہ درس میں جلیل القدر علماء استفاضۂ علمیہ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ چنانچہ مفتی عبداللطیف۔ سید عمادالدین رفاعی۔ مولوی عبدالفتاح گلشن آبادی وغیرہ نے آپ سے ہی اپنے ہی اکتساب علم کیا ہے حضرت اقدس سے مراسم خلوص و اتحاد بدرجۂ کامل مضبوط تھے۔ باوجود اس کے کہ آپ صاحب ارشاد مشائخ میں تھے۔ لیکن زمانۂ قیام بمبئی میں اپنے متوسلین کو ہدایت کرکے حضرت اقدس کے سلسلۂ بیعت میں داخل کراتے تھے۔ شیخ چاند اور سیٹھ محمد علی ناخدا کے دونوں لڑکوں کو بیعت سے اہل عقیدت با وجاہت تجار کو حضرت اقدس سے

بمبئی ہوئے تو شیخ صاحب داخل سلسلہ ہوئے۔ روز مرہ عقیدت جوش خلوص کے ساتھ ترقی کرتی گئی یہاں تک مرتبہ فنا فی الشیخ کہ اصل اصول طریقہ وصول الی اللہ کا ہے خصوصی امتیاز کے ساتھ حاصل کیا۔ ہر سال متعدد اشخاص کو آپ اپنے صرف سے حج بیت اللہ شریف کو بھیجا کرتے تھے بوقت واپسی حجاج نادارون کی امداد کرنا قلت زادِ راہ کے باعث جو لوگ بے وطنی کے عالم میں پریشان رہتے

تقبیل ابہامین

جس زمانہ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی وارد بمبئی ہوئے ناخدا اکبر جو ایک علم و سنت قلب اپنے پہلو میں رکھتے تھے مولوی اسمٰعیل صاحب کو اپنے مکان پر بطور مہمان لے آئے۔ جمعہ کے دن جامع مسجد میں نماز کے لئے مولوی صاحب بھی پہونچے۔ جس وقت موذن نے اذان خطبہ میں اشہد ان محمدا الرسول اللہ کہا معلم صاحب نے حسب معمول حضور کے اسم شریف پر اپنی انگلیاں بوسہ لیکر آنکھوں پر ملیں جیسا کہ اہلسنت کا شعار ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب عاشقان رسول کی اس محبت بھری ادا کو بھلا ٹھنڈے دل سے کب دیکھ سکتے تھے۔ نماز تو پڑھ لی لیکن مسجد سے واپس آکر ناخدا سے شکایت کی کہ مسجد میں جو یہ فعل ہوتا ہے قطعاً شرک ہے خطیب کو اس سے ممانعت کر دینا چاہئیے ناخدا نے کہا کہ میری کیا مجال ہے کہ میں حضرت خطیب صاحب کو منع کر دوں۔ البتہ اگر آپ بوقت ملاقات مکالمہ اور مناظرہ کرکے معلم صاحب کو عاجز کر دیں گے۔ اس کے بعد میں ممانعت کرنے کی جرات کر سکونگا مولوی اسمٰعیل صاحب بظاہر راضی ہوگئے۔ دوسرے روز معلم صاحب برائے ملاقات مولوی صاحب ناخدا کے مکان پر آئے ناخدا نے سلسلہ کلام شروع کیا۔ عرض کیا حضور یہ فعل جو بروقت اذان دیکھنے میں آتا ہے شرک و بدعت ہے یا مستحب و مستحسن۔ اگر جائز ہے تو کیا دلیل ہے خطیب صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لئے صرف یہی دلیل کافی ہے کہ صد ہا علما و اولیا و یہ اہلِ

اُن کو زاد راہ دیکر وطن پہونچاتا آپ کا معمول تھا صد ہا بندگان خدا کو آپ نے حرمین طیبین کی زیارت سے مشرف کرایا خود بھی متعدد بار حج کیئے۔ مدینۃ الرسول کی حاضری سے مشرف ہوئے غربا و مساکین کی اعانت کرنا روزانہ کا معمول تھا۔ غرض آپ کی ذات ستودہ صفات ملاذ غربا اور محب الفقرا تھی۔ شب و روز یاد الٰہی میں مصروف رہنا تصور شیخ میں مستغرق رہنا آپ کا کام تھا۔ فنائیت شیخ اس درجہ کامل تھی کہ جس روز شیخ کے وصال کی خبر اور مرض کی کیفیت بمبئی میں آپ کو معلوم ہوئی اُسی ہفتہ میں اسی مرض سے جو پیر و مرشد کو لاحق تھا آپ بھی جان بحق ہو گئے۔ رسالہ عبرت نامہ میں جو نظم میں مطبوع ہو چکا ہے آپ کے انتقال کی مفصل کیفیت درج ہے۔

سرچشمۂ جود و احسان نواب سید خواجہ حفیظ اللہ خاں صاحب قادری قبلہ دامت برکاتہم۔ آپ کے محاسن جلیلہ اور محامد حمیدہ کا قلمبند کرنا دریا کو کوزہ میں لینا ہے آپ حضرت اقدس کے مخصوص و

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۰

عرب و عجم اس مستحب و مستحسن فعل کو کرتے ہیں اگر کوئی ذی علم تمھارے پردے میں تمھیں وسیلہ و واسطہ بنا کر دلیل چاہتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ بے واسطہ سامنے آکر شرک و ضلالت ہونا اس پاک طریقہ کا ثابت کرے۔ میں استحباب و استحسان ثابت کرتا ہوں اور ابھی ابھی اہل علم پر امر صواب واضح ہوا جاتا ہے۔ ناخدا نے بار بار مولوی اسمٰعیل کی طرف دیکھا بھی اور اشارتاً کنایتاً جواب کے لئے بھی کہا لیکن وہاں انی بچارے بیڑا پار۔ صدارت بر نجاست پر اکتفا کیا گیا۔ ناخدا کی نگاہوں سے گر کر مولوی صاحب تو فوراً چلتے بنے لیکن معظم صاحب کی نفس قدسی صفات کی عام شہرت ہو گئی۔

معظم صاحب کا وصال ۲۲ رجب ۱۲۸۲ھ کو ہوا بمقام بندر سورت مدفون ہوئے۔

محبوب مریدین سے ہیں۔ حیدرآباد دکن کے باوقار جاگیرداروں میں ہیں۔
پیر کی نظر کرامت اثر نے حضور غوثیت مآب کی محبت رگ و پے میں
جذب کر دی ہے۔ ہر ماہ میں گیارھویں شریف جس دھوم دھام سے
ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آخر ماہ شعبان المعظم میں جشن ولادت حضور
دستگیر عالم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نہایت عظیم پیمانہ پر آپ منعقد
کرتے ہیں۔ یہ جشن مبارک غرّہ ماہ رمضان المبارک تک کہ خاص
یوم ولادت غوث اعظم رض ہے قریب ایک ہفتہ جاری رہتا ہے
تمام قرب و جوار میں اس کی سج دھج مشہور ہے اس دوران میں بلدۂ
حیدرآباد میں جنقدر علماء و مشائخ موجود ہوتے ہیں سب مدعو کئے جاتے
ہیں لنگر عام جاری رہتا ہے مشائخ کو علاوہ خاطر و مدارات کے نذور بھی
پیش کی جاتی ہیں۔ آپ کے مصارف کا ایک معمولی اندازہ
اس سے کیا جا سکتا ہے۔

اس جشن مبارک کے لنگر کے لئے چاول کثیر مقدار میں بدایوں
بریلی وغیرہ سے خرید کئے جاتے ہیں جس کے کرایہ میں رقم کثیر
صرف ہیں آتی ہے۔

اسی طرح ماہ جمادی الثانی میں اپنے پیر و مرشد کے یوم وصال
کی تاریخ نہایت اعلیٰ پیمانہ پر عرس کرتے ہیں سلسلۂ قادریہ کے
حلقہ بگوش حسن عقیدت کے ساتھ شریک ہو کر برکات عرفان
حاصل کرتے ہیں اور ہم خرما و ہم ثواب ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ آپ کے
مصارف خیر شبانہ روز جاری ہیں۔ فنافی الغوث ہیں حضور غوث
پاک رض کے نام پر بذل و سخا کی عجیب و غریب شانیں آپ سے ظہور میں
آتی رہتی ہیں۔ حضیا رے ربا آپ کی عنایات کا جس قدر شکریہ ادا
کرے کم ہے۔ آپ نے یہ سنکر کہ قادری آستانہ کے ایک خادم نے

آپ کے پیر و مرشد کے واقعات زندگی کو اپنی بساط کے موافق ترتیب دیا ہے اپنی عالی ہمتی سے مصارف طبع کا تمام بار اپنے ذمہ لیا ہے۔ محنت کا ثمرہ ملتے نظر آیا۔ ہمت و شوق نے اولوالعزمی کے ساتھ تکمیل پر مائل کیا۔ صرف خبر سنی تھی طبیعت مطمئن نہ ہوئی۔ عریضہ لکھکر استصواب کیا۔ آپ نے نہ صرف جواب سے عزت افزائی فرمائی بلکہ دو سو روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیا۔ الحمد للہ کہ تمناؤں میں جان پڑ گئی آرزوئیں شگفتہ ہوگئیں۔ یہ کتاب محض آپ کی عالی ہمتی کے باعث زیور طبع سے آراستہ ہوتی ہے ورنہ کہاں ناچیز و ناکارہ ضیا۔ کہاں حیدرآباد کا ایک نواب با جود و سخا۔ نہ دید نہ شنید ہاں اتنا رشتہ ضرور مضبوط کہ جس سرکار میں خادم و کفش بردار رہی تاجدار کا وہ بزرگ مخلص و جاں نثار۔ اس قرب نے دوری کو حضوری سے بدلکر نیا رنگ دکھایا خدا سے دعا ہے کہ عین حق کے صدقہ میں اس عین کرم اور اس گنہ گار کی مشکلیں آسان ہوں۔

آمین

ذکر وصال

حضرت اقدس کی عمر شریف کے چھیتر (۷۶) سال ختم ہونے کے بعد ستترواں سال گویا وصال باری کا سال تھا۔ ماہ مبارک ربیع الاوّل ۱۲۸۹ھ ہجری میں دونوں شانوں کے درمیان میں پشت مبارک پر زخم ثبور جس کو (اُدیٹ) کہتے ہیں نمودار ہوا۔ اس سے پیشتر قوت روحانی کے باعث اعضا میں کوئی خاص علامت انحطاط کی معلوم نہیں ہوتی تھی آخر عمر میں ظاہر بین نگاہوں سے حضور کی قوت نظر اوجھل ہو گئی تھی۔ زخم کے اظہار کے ساتھ ہی عقیدتمندوں کا ماتھا ٹھنکا۔ خدام وکفش بردار جو ہمیشہ نظارۂ جمال سے حضوری دربار رسالت کی لذت حاصل کرتے تھے۔ آئندہ اس دولت سے محروم ہونے کے خیال میں کلیجہ مسوس کر رہ گئے۔ صبح وشام کے حاضرباش جو دو ایک بار کی قدمبوسی سے اپنی تمناؤں میں خدا طلبی کی جھلک پاتے تھے ہجوم اضطراب کے ساتھ کئی کئی بار مدرسۂ شریفہ میں حاضر ہوتے اور عارض خدا نما کے دیدار سے اپنی پژمردہ آرزوؤں کو شگفتہ کرنے کی کوشش کرتے جتنی جتنی مرض میں شدت وزیادتی ہوتی گئی اسی قدر تمام شہر میں بےچینی اور اضطراب میں ترقی ہونا شروع ہو گئی۔ بدایوں اور بیرونجات کے نامی گرامی اطبا جو حضرت اقدس کے ہی تربیت یافتہ اور مستفیضین میں سے تھے۔ دور و دراز سے آنا شروع ہوئے۔ علماء کرام جن کو علالت کی حالت سے اطلاع ہوئی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ ہر طرح کے علاج ہر قسم کی ادویات کا استعمال ہوا

مگر افاقہ نہ ہوا۔ اور جس طرح خاصان خدا کو دربار قدس سے آزمایش میں ڈالا جاتا ہے جسمانی تکلیف۔ روحانی ترقیوں کا ذریعہ بنائی جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کو بھی قریباً تین ماہ تک اس ابتلا و امتحان میں میدان صبر و رضا سر کرنا پڑا۔ مرض بین کا یقین روز بروز اس سبب سے اور بھی ترقی کرتا جاتا تھا کہ ماہ محرم الحرام میں ایام عرس شریف حضرت سیدی مولانا شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے موقع پر خود زبان مبارک سے خبر رحلت کا اظہار فرما دیا تھا یہانتک کہ خود ہی قبر شریف کے لئے جگہ بھی مخصوص کر دی تھی۔ ربیع الثانی اور جمادی الاوّل علالت و مرض کی ہی حالت میں بسر ہوئے تمام متوسلین ماہ جمادی الاوّل کے آخر ہفتہ سے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر مدرسہ عالیہ میں آپڑے تھے حضور کا خلق عمیم جو اپنے خدام کے ساتھ تھا اس آخر وقت میں ایک لمحہ کو حضور سے غلاموں کو جدا نہ ہونے دیتا تھا۔

ایک دن جناب قاضی مولوی شمس الاسلام صاحب عباسی مرحوم جو آپ کے والد اقدس کے مخصوص مریدوں میں تھے عیادت کے لئے حاضر تھے حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا۔ کہ قاضی صاحب بمقتضائے (واما بنعمة ربك فحدث) آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقۂ وہابیہ نجدیہ کے لئے مامور کیا گیا تھا الحمد للہ کہ بتائید ایزدی اس فرقۂ باطلہ اور اس کی ذریات اسمٰعیلیہ و اسحاقیہ کا رد پوری طور پر ہو چکا دربار نبوت میں یہ سعی قبول ہو چکی اور میرے دل میں بھی اب کوئی آرزو باقی نہ رہی عنقریب میں اس جہان فانی سے جانے والا ہوں اسی طرح ایام مرض میں اشارتاً کنایتاً وقت وصال کی اطلاع خود زبان مبارک سے فرماتے رہے یہانتک

دوسری تاریخ ماہ مبارک جمادی الثانی پنجشنبہ کے دن اپنے صاحبزادہ
شیخ الاسلام فی الہند تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محب
رسول قدس سرہ کو طلب فرما کر نماز جنازہ کی وصیت فرمائی وقت کا
تعین کہ بعد ظہر اس ہستی ناپائیدار کو ترک فرمایا جائے گا بتا کر اور تمام
اسرار عرفانی اور انوار رحمانی نظر ہی نظر میں سپرد فرما کر اندرون
دولت خانہ لیجانے کا حکم دیا۔ خدام میں کہرام مچگیا۔ رقیق القلب
مریدین ضبط گریہ نہ کر سکے چارپائی مکان کے اندر پہونچا دی گئی۔

حکیم سراج الحق صاحب قدس سرہ۔ اور مولانا مرید جیلانی صاحب
و مولانا انوار الحق صاحب جو سب سے زیادہ عزیز اور مخصوص تھے
خدمت کے لئے مامور ہوئے حضرت تاج الفحول و دیگر مخصوص حضرات
وقتاً فوقتاً زیارت کے لئے جاتے اور بادیدۂ نم واپس آتے اسی
عالم میں ظہر کا وقت آیا۔ اشارہ سے فریضۂ الٰہی ادا فرما کر ذکر خفی میں
مستغرق ہوگئے۔ کئی ساعت اسی طرح گزر چکیں تو مولانا سراج الحق
صاحب نے عرض کیا کہ حضور غلاموں سے آخر وقت میں کچھ تو
ارشاد فرمایئے۔ اس کے جواب میں آپ نے جہر کے ساتھ نہایت
بلند آواز سے دو بار اللہ اللہ ارشاد فرمایا جس کو تمام خدام نے جو
دولت سرا کے باہر پریشان تھے بخوبی سنا۔ ادھر اسم ذات زبان سے
برآمد ہوا اودھر روح مبارک خانۂ تن سے برآمد ہو کر تشریف فرمائے
خلد بریں ہوئی۔ ایک نور سا دہن مبارک سے چمکا اور بلند ہو کر غائب
ہوگیا۔ سارے شہر میں تاریکی چھاگئی آفتاب فضل و کمال غروب ہوا۔
بھیانک و بے رونقی تمام گلی کوچوں میں عیاں ہونے لگی دیکھنے والے
اس حالت کے ہزاروں موجود ہیں۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ حضرت
مولانا سراج الحق قدس سرہ نے بہ شرکت دیگر علماء کرام بدایوں غسل دیا

بعد نماز عصر غسل مبارک سے فارغ ہو کر جنازہ شریفہ عیدگاہ شمسی کو جو آثار قدیمہ
بدایوں میں یادگار سلطان دین پناہ حضرت سلطان شمس الدین التمش علیہ الرحمۃ
ہے روانہ ہوا۔ ہزارہا بندگان خدا جن کا اندازہ وشمار دشوار تھا جنازہ میں
شریک تھے۔ باوجودیکہ باران رحمت الٰہی راستہ بھر ترشح ریزہ تھا
لیکن چاروں طرف سے مسلمان غول کے غول بیتابانہ اُفتاں خیزاں
چلے آتے تھے دوسری قوم کے سیکڑوں عقیدتمند بھی بادیدہ اشکبار
معیت میں تھے۔ غرض بعد نماز مغرب حضرت قبلتنا الاولیا تاج الفحول
قدس سرہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم صدیقی رئیس وساکن محلہ سوتھہ
بدایوں کا قول ہے کہ میں بعد نماز مغرب بارادہ شرکت نماز جنازہ شریفہ
بعجلت تمام گھر سے روانہ ہوا مجھے صحیح معلوم نہ تھا کہ نماز جنازہ عیدگاہ
میں ہوگی یا کہیں اور صرف اس خیال سے کہ بجز عیدگاہ کے اور دوسری
جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں ہزارہا آدمی نماز پڑھ سکیں عیدگاہ کی طرف
روانہ ہوا جس وقت سوتھہ کی چوکی سے نیچے قبرستان کے قریب
پہونچا یکایک قبور کے درمیان سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
کا غلغلہ کانوں میں پہونچا جس کی ہیبت سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے
لیکن یہ یقین واثق ہوگیا کہ جنازہ مبارک ضرور اس طرف سے روانہ
ہوا ہے اسی طرح بہت سے واقعات اکثر صلحا وابرار بدایوں کو آپ کے
وصال کے بعد پیش آئے۔ جو بوجہ طوالت نظر انداز کئے جاتے ہیں نماز
کے بعد جنازہ آستانہ عالیہ قادریہ مجیدیہ کو روانہ ہوا۔ اور اول
وقت نماز عشا شب جمعہ میں کہ دوم وسوم جمادی الثانی کی درمیانی
شب تھی جسد اطہر کو حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ اور مولانا مرید جیلانی
صاحب و مولانا حکیم سراج الحق صاحب و مولانا انوار الحق صاحب نے

مرقد منوّر کے اندر رکھ دیا - انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم بارک علی جسدہ المنور
وروحہ المطہر وقبرہ المعطّر وبارک ببرکتہ علینا ما طلع الشمس والقمر - اس شب
جمعہ مبارک کی فضیلت عالم آشکار ہے سب سے افضل تر برکت یہ ہے
کہ یہ شب منوّر شب علوق حمل انور حضور خیر البشر سید الانبیا والمرسلین خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم ہے - اسی باعث حضرت سیدنا امام احمد حنبل رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اس شب مبارک کو شب قدر سے افضل قرار دیتے ہیں - اسی
بابرکت رات کو حضرت اقدس کی روح طیّب وطاہر نے خلوت وصال
الٰہی کے لئے منتخب فرمایا - بعد وصال مبارک ایک ہفتہ تک متواتر
شبانہ روز تلاوت کلام مجید و دلائل خیرات شریف و کثرت درود شریف
کا دور جاری رہا - قبر شریف پائیں مزار اقدس حضرت سید شاہ عین الحق
قدس سرہٗ حسب الارشاد حضرت اقدس بنائی گئی - تعویذ بالکل سنگ مرمر کا
ہے - اب آستانہ قادریہ دو حصوں میں منقسم ہے بڑی درگاہ معلّی میں مزار
منوّر حضرت مولانا شاہ عین الحق قدس سرہٗ کا ہے اور دوسرا حصہ جو درگاہ
خورد کہا جاتا ہے اس میں حضرت اقدس کا مزار شریف ہے - عرس شریف
تیس سال تک نہایت عظیم پیمانہ پر ایک ہفتہ شبانہ روز ہوتا رہا بعد
وصال حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ صرف تین دن ہوتا ہے - یکم سے
تیسری جمادی الثانی تک قرآن خوانی اور محافل میلاد شریف ہوتی ہیں -

تصانیف

علمائے مصنفین کی تصانیف اُن کے ولی خیالات اور روحانی جذبات کا آئینہ ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر ہر مصنف کی تصنیف کا رنگ نرالا اور دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ ہر انسان پر اوس کی عمر میں مختلف جذبات طاری ہوتے ہیں ایک ہی عالم کی مختلف اوقات کی تصانیف مختلف جلوے دکھاتی ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس قدس سرہٗ کے حالات صغر سنی اور شباب اور زمانۂ تحصیل علم پھر زمانۂ درس و تدریس پھر زمانۂ ترک و تجرید پھر زمانۂ استغراق توحید پھر زمانۂ ہدایت و ارشاد ودفرق باطلہ حسب الحکم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم والہ الامجاد جن کا مختصر تذکرہ ہدیۂ ناظرین ہوچکا جس قدر انقلابی پہلو لئے ہوئے ہیں۔ وہ عقل ظاہر کو خیرہ کررہے ہیں۔ پھر حضرت کی تصانیف پر نظر کرنا ہم جیسے ظاہر بیں آدمیوں کا کام نہیں۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض علماء کو اپنی تصانیف کی جمع و تدوین و اشاعت و تعداد و نمبر شماری کا شوق ہوتا ہے۔ یہاں ہمیشہ سے اپنے حالات و کمالات ظاہری و باطنی کا اخفا فرمایا گیا ہے۔ پھر تصانیف کا صحیح اندازہ کیونکر ہوسکتا ہے مگر کتب حالات حضرت اقدس سے بطور انتخاب چند کتابوں کے نام اور ان کے مضامین ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

حضور پر نور کو تصنیف کا شوق زمانہ طالب علمی سے تھا اکثر کتب درسیہ پر ہنگام قرات سے حواشی تحریر فرمائے تھی۔ بعد فراغت بوقت درس نوائب مبارک کام کے واسطے کافی وقت ملا۔ اکثر علوم و فنون میں کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔ عالم شباب میں خصوصیت کے ساتھ

توجہ ساری ہیئت و ہندسہ منطق و فلسفہ پر مبذول رہی۔ لیکن ان علوم ظاہر میں بھی تحقیق باطن کا رنگ غالب تھا۔ اختلافی مسائل میں اکثر طبع والا کا رجحان اشراقین کے اقوال کی جانب رہا۔ لیکن نہ صرف تقلیداً بلکہ ہر معرکہ کا فیصلہ و تصفیہ اشراق انوار باطنیہ سے فرمایا گویا ظلمت افسانہ میں شمع حقیقت کا نور پھیلایا اس کے بعد دینیات میں قلم اوٹھایا۔ تفسیر و حدیث۔ فقہ۔ اصول۔ کلام میں تصنیفیں ہوئیں پھر رنگ تصوّف طبع مقدس پہ غالب آیا آخر عمر میں جب ہند میں فتنہ نجدیہ کی بنا قائم ہوئی اور گروہ اہل بدعت برعکس نہند نام زنگی کافور یہ اہل حدیث و توحید مشہور مذہب حنفیہ سنیہ سنّیہ کا مدّمقابل بنا تو خامہ شرربار خدا کے غضب کی تلوار بنکر اُن سے دوچار ہوا۔ اور دم واپسیں تک اسی میں مشغول رہی۔ حقّانیت و خلوص کا پتہ (جو اس تصانیف کا حقیقی منشا تھی) اس واقعہ سے بھی چلتا ہے کہ جب قریب وفات حالت سکرات تھی اور زبان زبارک پہ کلمۂ طیّبہ جاری تھا حاضرین سے فرمایا کہ حضرت تاج الفحول کو بلاؤ اور دریافت کرو کہ اعدادین کا کوئی رسالہ ایسا تو باقی نہیں جس کا جواب ہم نے نہ لکھا ہو اور ہمارے بعد عوام اہل اسلام کو باعث تشویش ہو۔ جواب میں جب حسب منشا نفی سُنی روئے منور دمکنے لگا اور بہ آواز نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ اور حقیقتاً انھیں پاک تصانیف اور سچّے خلوص کا اثر ہے جو ہندوستان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس فرقہ مخذولہ کے قدم متزلزل ہوگئے سنّیوں کو ہر مباحثہ مکالمہ کے لئے قبل از وقت بیش از بیش جواب ہاتھ آگئے اس سرمایہ سے نہ صرف عوام فائدہ مند ہوئے بلکہ اکثر آجکل تصانیف علما و مصنّفین مابعد فقط اسی ذخیرہ کا ایک علمی نتیجہ تفصیل ہیں۔ مگر افسوس کہ ابتدائی تصنیفات کا اکثر حصّہ زمانہ غدر میں تلف ہو گیا۔ اور بہت کم کتابیں باقی رہیں۔

منجملہ تصانیف علم معقول حاشیہ میرزاہد رسالہ ہے شناوران بحر زخار علوم معقول میرزاہد رسالہ کے تحقیقات و تدقیقات اور اس کے حواشی کے دقائق و نکات سے واقف ہیں متاخرین میں کم کوئی معقولی گذرا ہوگا جس نے میرزاہد رسالہ کے حاشیہ میں زور طبع نہ دکھایا ہو۔ مگر حضرت اقدس کے حاشیہ کی شان سب سے انوکھی و نرالی ہے۔ اس کے معرکۃ الآرا مباحث کا ذکر ہماری اس مختصر سوانح کو معقولی دقیق رسالہ بنا دیگا۔ صرف میرزاہد کے ایک قول و تحقیق کل مرد مسبوق بعدم تحقیق المولوف جو حضرت سے سطر کر لکھی ہے ایک مستقل رسالہ کا حکم رکھتی ہے بحدیۃ ذاتیہ و زمانیہ کے اختلاف میں محققین کے اقوال اور ان پر جرح و قدح آخر میں تحقیق بحدیۃ زمانیہ کا اثبات قابل ملاحظہ اہل تحقیق ہے۔

شرح فصوص الحکم زمانۂ قیام حیدرآباد میں جب وہاں کے اکابر علما و اعاظم مشائخ آپ کے حلقۂ استفاضہ و درس میں شامل ہوئے تو اکثر اوقات مثنوی شریف مولانا روم اور فصوص الحکم کے مطالب زبانی بیان ہوتے تھے پھر ان کے اصرار سے بطور درس سلسلہ جاری ہوا۔ اغلب کہ اسی زمانہ میں یا اس سے قبل نوبت تصنیف شرح فصوص کی آئی۔

فن تصوف تو گویا حضرت اقدس کا خاص جولانگاہ ہے۔ پھر اس میں حضرت کے جو کچھ نکات و حقائق کا اظہار کیا ہے اسکی نسبت ہمارا کچھ لکھنا چھوٹا منھ بڑی بات ہے اور مشکل یہ ہے کہ اب اس کے مسودے بھی نہیں ملتے حتی کہ مدرسہ عالیہ قادریہ کے کتب خانہ میں بھی بجز چند اوراق کے پتہ نہیں۔

شرح مسلم امام نووی۔ اس کے بھی اب صرف چند اجزا بطور تبرک باقی ہیں اکثر حصہ مفقود ہے افسوس کے سوا کیا چارہ ہے

معتقد المنتقد علم کلام کی وہ کتاب ہے اور ایسی تصنیف ہے جس نے بڑی بڑی کتابوں کی ضرورت و احتیاج سے مستغنی کر دیا ہے یہ ہی پر سطوت

تصنیف ہی علم کلام وعقائد میں ایک محققؒ کامل اور متبحر وسیع الفیض مسلّم
بنی ہوئی ہے۔ فرق باطلہ مستحدثہ زمانہ موجود کا ردّ جابجا شامل کیا گیا ہے گویا
ردّ فلسفہ حدیث کے ابنا وقایم فرمائی تھی حضرت اقدس کے اکابر معاصرین
نے جو اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس تحریر کی عظمت و جلالت
کو سراہا ہے وہ ان تقریظوں سے ملاحظہ کیجیے

صورۃ ما حررہ الامام الفاضل النحریر الکامل علم الھدیٰ سند الوریٰ
مستند الوقت حجۃ العصر الاستاذ المطلق المولوی فضل حق الخیر
ابادی صانہ اللہ عن نتہ الاعادی مقرّظاً علی ھذا الکتاب المستطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اثنی علی ربی الحمید واحمد۔ واصلی
علی من سائر محامدیہ احمد۔ وخُلقہ
کخلقہ من خلائق الخلائق احمد و
ہمہ ھا المسمّیٰ محمد۔ علیہ وعلیٰ آلہ
وصحبہ الصلوۃ الدائمۃ والسلام
السرمد۔ وبعدُ فقد طالعت الرسالۃ
التی صنفہا ورصفہا مولانا السمیدع
الاروع الاورع البارع المتبرع
الضارع المتفرع الشائع المتضرع
ذو المناقب الثواقب الجلیلہ والانظار
الثواقب الدقیقہ الجامع بین العلوم
العقلیۃ والنقلیۃ ومعارف الشریعۃ
والحقیقۃ۔ طلائع الثنایا والنجاد
ذائع الصیت فی انجاد الحق وقل

میں اپنے رب حمید کی حمد و ثنا کرتا ہوں
اور اس پر جو خدا کی سب حامدوں میں
احمد ہے اور خلق عظیم اس کا مثل اسکی
خلقت جمیل کے تمام خلائق کے خلاق
سے احمد ہے اور اسم شریف اس کا
مثل اس کے محمد و احمد ہے درود
پڑھتا ہوں انپر اور انکی آل و اصحاب پر
ایسا درود کہ دائم و سرمدی ہو امّا بعد
میں نے وہ رسالہ دیکھا جسکو تصنیف کیا مولانا
نے جو بڑے رتبہ والے بڑے عالم
بڑے متقی بڑے فائق بڑے متقی
بڑے متشرع صاحب مناقب ثواقب
جلیلہ و انظار ثواقب دقیقہ جامع
علوم عقلیہ و نقلیہ و معارف شرعیہ

قرن طلع من النجد فی الاغوار
والانجاد۔ العریف العریف العظیم
الصفی الخفی الحصی الحنفی مولانا المولی
فضل الرسول القادری الحنفی متع
الله المومنین بطول بقائه وصانه
فی حرزه ووقائه۔ وجعل خیر
ایامه یوم لقائه۔ فاذا هی مع
وجازتها جامعة لحقائق العقائد
دافعة لمکائد اهل الحقائد
کلها تبیان وصراح للحق الصراح
وتبیین لاوضاع الهدی والصلاح
طلوع مطالع عباراتها الفصیح
لصبح الحق الصابح اصباح وفصاح
ولظلام ظلم المبطل کشف و
فضاح۔ وتلاطم الکلم التی سرت
فیها بالاقتراح الاوم للقرائح
باهام الحق القراح۔ وکلم وجرح
لمن اجترح الافساد والاجتراح
یهتدی بها الضلیل الی سنن
اهل السنة السنیه۔ ویروی
به الغلیل من شریعة الشریعة
البیضا النهیه۔ فقد فضح بها
فروق الفرق بین الحقائق الحقة الدینیة

حقیقت میں علوم کے بلند ٹیلوں کے
چڑھنے والے حق کے شہروں اور
راستوں میں مشہور آوازہ والے
جنہوں نے اُس سینگ کو جو نجد سے
نکلا چورا چورا کر ڈالا بڑی معرفت والے
بڑے مرتبہ کے علم و سنت خالص
مہربان اکرم مولانا مولوی فضل رسول
صاحب قادری حنفی اللہ مومنین کو
اون کے طول بقا سے نفع کرے اور
اُن کو اپنے حرز و امان میں رکھے اِس
رسالہ کو جو میں نے غور سے دیکھا تو وہ
باوجود اختصار کے حقائق عقائد کا جامع
ہے مکائد اہل حقائد کا دافع ہے
سرتاپا حق صریح بیان صریح ہے
اور اوضاع ہدایت کی تبیین و توضیح ہے
ظلم اہل باطل کے ظلمتوں کے کشف و
تفضیح ہے اُس فرقہ باطلہ کے لئے
جسے فساد و بدعت پھیلانا چاہا تھا خنجر
و تلوار ہے اس کے ذریعہ سے گمراہ
طریقہ اہلسنت سنیہ پاتے ہیں پیاسے
اسکے باعث دریاے شریعت بیضا
سے سیراب ہوتے ہیں اس سے
عقائد حقہ دینیہ اور مکائد فرق باطلہ

وبين ابا طيل الفرق الدنية۔ وافتضح بها عوار الاعاور الروية من المعتزلة والنجدية فاذ قد نجد بها الحق نجودا۔ ترك كل نجدي منكودا منجودا فقط

محمد فضل حق فاروقی خیرآبادی

دنیہ کا فرق ظاہر ہوا اور معتزلہ و نجدیہ کے تمام عیوب و نساوات کے تفضیح ہوئے تھا

محمد فضل حق فاروقی خیرآبادی

جناب مولانا مولوی حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام اور جناب مولانا مولوی مفتی صدر الدین خانصاحب وغیرہ اعاظم علمائے زمان نے بھی اس کتاب کے متعلق اپنی رائیں ظاہر کیں اُن سے اس کی جلالت شان اور عموم فیضان کا اندازہ ہو سکتا ہے ناظرین کی دلچسپی کے لحاظ سے مختصراً درج ذیل ہیں۔

خلاصہ تقریظ مولوی مفتی صدر الدین خانصاحب دہلوی

میں نے اُس رسالہ کاملہ اور عجالہ نافعہ کو دیکھا جس کو دانشمند مدقق عالم ماہر محقق فاضل کامل و عالم ممتاز بلند رتبہ و رہائے بے پایاں روشن طبع جناب مولانا مولوی فضل رسول بدایونی قریشی قادری نے تحقیق عقائد یعنی اصول ملت تابان میں تالیف کیا ہے۔ اس رسالہ کو میں نے لفظاً و معنی بہتر و خوب پایا اور نظم علم کلام کے اعتبار سے چمکتا مہکتا دیکھا بلند مرتبہ اور مرتفع قدر ہے۔ کوئی کتاب اور کوئی رسالہ علم کلام کا اس کا مقابل نہیں خوری ہے اُس کو جو اس سے حصہ پائے اور اس کو پڑھے یہ رسالہ سراپا نور اور سراسر سرور ہے

ترجمہ شعر عربی میں اس رسالہ کی تعریف کر رہا ہوں اور تعجب کر رہا ہوں کہ یہ رسالہ کیسا ہے جو نگاہوں کے سامنے پیش ہوا ہے اور دنیا کی تعریفوں سے برتر ہے۔ ایسے نور سے چمکتا ہے کہ کوئی ستارہ اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور کیونکر نہ ہو اگر آفتاب اُس کے مقابل آئے ذلیل و شرمندہ ہو

حررہ العبد المسکین مفتی محمد صدر الدین غفرلہ

ترجمہ

خلاصہ تقریظ جناب مولانا شیخ احمد سعید صاحب خلیفہ سلسلۂ مجددیہ دہلی

بعد حمد و صلوٰۃ کہتا ہے بندۂ محتاج طرف خدائے مہربان کی احمد سعید نقشبندی
مجددی حنفی۔ میں نے معتقد المنتقد (مصنفہ فاضل کامل عالم عامل بزرگ رتبہ
جامع معقول و منقول و معانی بیان سمیٹنے والے علوم ادیان کے مولانا و بالفضل
اولانا مولوی فضل رسول القادری خلد المنان کو دیکھا اس کو نہایت صاف
بیان سے عقائد اہلسنت پر شامل پایا ایسی فصلوں کے ساتھ جو قواعد دین
اور اصول شریعت میں اہل بدعت و گمراہی اہل ہوی گروہ شیطان کے لئے
سر توڑنے والی ہیں خدا اُن کو سب مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزا دے۔

ترجمہ

خلاصہ تقریظ مولانا حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام

مجھے متن متین اور کتاب معتقدات سلف صالحین کے مطالعہ کا شرف
حاصل ہوا۔ یہ ایسی کتاب ہے جو راہ راست کا پتہ دیتی ہے اور طریقہ قوی
و درست پر رہنمائی کرتی ہے جس پر چلنے والا راہ نجات پاتا ہے اور
تاریکیوں سے بچتا ہے یہ ایسی علامہ کی تصنیف ہے جس کا تمام عالم میں نظیر
نہیں وہ عارفین کا امام ہے اور عابدین کا زاہد کا راو صاف بیان کرنے
اور اظہار سے مستغنی ہے جامع معقول و منقول ہے اور ہمارا پیشوا بزرگ
مانا ہوا ہے اور ایسا وہ کیونکر نہ ہو حالانکہ وہ فضل رسول ہے تائید کرے
اللہ مسلمانوں کی اس کی درازی عمر سے اور کثرت افادات سے اور
گمراہوں کی پیٹھ توڑنے سے اس کی تصانیف سے میں نے اس کتاب کو عقائد
اہل سنت پر مشتمل پایا اور معتزلہ اور اُن کی متبعین ھنالیں اور وہ جو

جماعت اہل حق ویقین سے نکل گئے ہیں اُن کی خرافات کے ابطال پر
متأمل دیکھا یہ کتاب اس لائق ہے کہ فضلا اپنے مدارس میں اس کو
پڑھائیں۔ فقط

اُس زمانہ کے علمائے کاملین محققین نے اس متن متین کا داخل درس
طلبہ علوم اہلسنّت ہونے کا مشورہ دیا اُس کے مطابق بفضلہ تعالےٰ بہت
مدارس میں وقتاً فوقتاً اس کا درس ہوتا رہا۔ اول مرتبہ بمبئی میں طبع ہوئی
مگر بسبب نہ موجود ہونے حضرت مصنّف رحمۃ اللہ علیہ یا کسی دوسرے مصحح کے
اُس میں بہت غلطیاں رہ گئیں۔ آخر میں بڑا غلطنامہ لگانا پڑا بعض نسخوں میں
وہ بھی نہ لگ پایا۔ اس شکایت کے رفع کے لئے دوبارہ مطبع اہلسنّت
پٹنہ میں حامیٔ سنّت ماحیٔ بدعت مولانا قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم
نے اپنے اہتمام سے باجازت حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد مطیع الرسول
عبدالمقتدر صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین مسند مجیدیہ و وارث علم و
فضل حضرت سیف المسلول طبع کیا۔ پہلے اس متن مبارک کی شرح کا فخر
حضرت جناب مولانا حکیم محمد سراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت
علامہ مولانا مولوی فیض احمد صاحب مصنّف ہدیہ قادریہ وغیرہ برادرزادہ
حضرت مصنّف رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حاصل ہوا۔ مگر افسوس کہ وہ اب
دستیاب نہیں اور ہمارے ہاتوں میں نہیں رہی۔ طبع ثانی میں
جبکہ قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم کا اہتمام تھا تو جناب عالم اہلسنّت
ماحیٔ بدعت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے انہوں نے
فرمائش کرکے اُس کا تحشیہ کرایا۔ مولانا نے ابتدا میں مختصراً بطور حواشی
کلام کیا بعد کو بمشورہ مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی بعض مقامات
پر بسط و تفصیل سے بھی لکھا چنانچہ مقدمہ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ
یہ ہے۔

خلاصہ ترجمہ

خطبہ مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی

تعریف اُس خدا کو جس نے انوار دین کے مینار کو جمال فضل رسول مبین سے منوّر فرمایا جس سے طلب رہنمائی کرنے والوں کی بہبودی ظاہر ہو گئی۔ اور بلند کیا اُسی خدا نے نشانوں راہ یقین کو جلال تقی علی مکین سے جس سے بند ہو گیا فساد مفسدین کا۔ برکت نازل فرمائے رب تعالیٰ حضور سرورِ عالم پر اور اُن کی آل و اصحاب اور اُن کے فرزند اور اُن کے گروہ پر اما بعد کتاب معتقد المنتقد (خاتم المحققین عمدۃ المدققین سیف الاسلام شبیر سنت دور کرنے والے تاریکی کے بند کرنے والے فتنہ کے مولانا الاجل الابجل سیف المسلول معین الحق فضل الرسول السُّنّی الحنفی القادری البرکاتی العثمانی البدایونی بلند فرمائے حق تعالیٰ اُن کے مقام کو اعلیٰ علیین میں اور اُن کو بہتر سے بہتر اسلام و تمام مسلمانوں کی طرف سے جزا عطا فرمائے) اپنے باب و نصاب میں یکتا و کامل تھی اوس کی طبع کی طرف وہ متوجہ ہوا جسکو خداوند تعالیٰ تاج خیرات اوڑھا چکا ہے اور اُس کو توفیق والا بلکہ وقف موقف نیکیوں پہ بنا چکا ہے یعنی حامی سُنّت مولانا قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی۔ اونھوں نے اس کی تصحیح میرے متعلق کی مجھکو قاضی موصوف کی دینی جانفشانی دیکھکر امتثال امر کرنا پڑا۔ اس کے لئے مجھے جو نسخہ معتقد کا ملا وہ بمبئی کا مطبوعہ تھا جس کو کاتب نے نسخ و تحریف و تبدیل کر ڈالا جسکی تصحیح میں میں نے کمال جد و جہد کیا اور مختصر مختصر حلّ مشکلات و کشف معضلات و لغات بھی کرتا گیا جب کچھ اجزائے کتاب طبع ہو گئے تو مجھے میرے دوست خالص حامی دین مولانا وصی احمد صاحب سنّی حنفی محدث سورتی کا اشارہ ہوا کہ میں بجائے اختصار بسط و تشریح و توضیح کردوں پس میں نے جو کچھ لکھا وہ یہ موجود ہے اس کا نام میں نے المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد تاریخی رکھا فقط

اس کتاب مبارک معتقد منتقد میں باوجود اختصار کے تمام معرکۃ الآرا مسائل کا فیصلہ کردیا گیا ہے بالخصوص بحث صفات باری اور اسی ضمن میں امکان کذب باری کی تردید اور باب دوم میں بحث نبوت اور مسئلہ امتناع نظیر حضور نبی اکرم بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث شفاعت کی تقریر بسیط وغیرہ وغیرہ قابل حظ علما و لطف یابی فضلا ہیں خطبہ کتاب ہی میں گویا تمام مضامین کا لب لباب موجود ہے۔

ترجمہ

کتاب معتقد

سب تعریف ہے اُس ذات کو جس پر ہر وہ صفت محال ہے جسمیں نہ نقصان ہے نہ کمال پھر کیونکر اُن کی تجویز ہو سکتی ہے جو سراسر نقصان ہیں جیسے جہل۔ کذب۔ عجز۔ برتر ہے ذات اُس کی اُس سے جو اہل ضلال عیب لگاتے ہیں وہ معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے تمام بڑے چھوٹے گناہوں کا سوا کفر کے جس کے لئے جا ہے اگرچہ وہ کبائر پر اصرار کرتا ہوا مرا ہو اُس پر ثواب و عذاب واجب و لازم نہیں اور اُس کے افعال معلل بالاغراض واسباب نہیں اور درود سلام اُس کے انبیا پر جو خاص کر لئے گئے ہیں عصمت و وحی شریعت کے ساتھ اور انواع فضیلت کیساتھ۔ کوئی غیر نبی اُن کا مساوی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اُن سے بڑھکر غیر نبی کو ان سے افضل کہنا شریعت محمدیہ میں کفر ہے۔ خصوصاً صلوٰۃ وسلام نبیوں کے ختم کرنیوالے پر جن کے بعد کسی نبی کی تجویز کرنا کفر ہے اور دین سے خروج ہے ایسے خصائص والے ہیں جو ان سے قبل کسی مخلوق میں جمع نہ ہوئے اور اون کے بعد ان کے مثل کا محال ہونا یقینی۔ وہ یقیناً امتی گناہگاروں کے بخشوانیوالے ہیں اگرچہ گناہگار بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کرتے ہوں۔ وہ ہمارے

سردار اور آقا محمد ہیں اور درود وسلام آپ کے آل و اصحاب سب پر۔

ایک مقام پر حضرت اقدس قدس سرہٗ نے ردِّ ندوہ کی طرف اشارہ فرمایا جس کو کرامت یا الہام یا پیشینگوئی کہنا چاہیے چنانچہ جناب مولانا فاضل بریلوی صاحب اپنی شرح المعتقد المستند میں لکھتے ہیں ص۱۹۵ حاشیہ و ہٰذا ومنہ الخ

ترجمہ۔ یہ ردّ ہی ندوہ مخذولہ کا حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے جو ان کی وفات مقدس کے بہت بعد پیدا ہوا۔ اہل ندوہ یہ گمان کرتے ہیں کہ تمام اہل ہوا و بدع سے محبت فرض ہے جو ایسا نہ کرے اوس کی نماز روزہ بلکہ ایمان بھی مقبول نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں مبتدعین کا ردّ قتل نفس کی برابر ہے اور کبھی کسی امر میں برائی نہ کرنا چاہیے اس ندوہ مخذولہ کے ناظم محمد علی نے تمام اہل ضلالت وہابیہ نیچریہ وغیرہ کو اکابر دین سے شمار کیا اور ان کا ردّ حرام کیا اور ان کا اختلاف مثل خلاف آئمہ اربعہ ٹھہرایا اور سب کو حق پر بتایا۔ علمائے اہلسنت ہند نے اون کا ردّ مند وب سمجھا اور ہم سب کے پیشوا ابن مصنف علام حضرت محب رسول تاج الفحول خاتمۃ المحققین مولانا شاہ عبد القادر القادری البدایونی قدس سرہٗ تھے اور ابن عبد ضعیف نے بھی ان کے ردّ میں کتابیں لکھی ہیں جنمیں وہ فتویٰ ہے جس پر علماء حرمین نے تقریظیں لکھی ہیں۔

تنبیہت الفقہین فی تحقیق رفع الیدین یہ فن حدیث کی کتاب ہے جس میں معرکۃ الآرا اصولی بحثیں ہیں اور تمام صحاح بالخصوص بخاری سے تمام احادیث رفع یدین نقل کر کے سب پر تفصیلی تنقید فرمائی ہے اور احادیث بخاری کا دیگر کتب کی احادیث سے راجح ہونے کا خیال ضعیف و غلط ٹھہرا کر ضعف رواۃ بخاری و مسلم پر مفصل بحث کی گئی ہے غرضکہ یہ کتاب اپنی شان تحقیق میں ایک یادگار فن کتاب ہے اور خیالات باطلہ مخالفین مذہب حنفیہ کے ابطال میں بے مثل و بے نظیر ہے۔

رسالہ سلوک۔ باصرار جناب شیخ حکیم عبد العزیز صاحب کلی مکہ معظمہ میں تصنیف
فرمایا گیا ہے جس میں طریق سلوک و معارف طریقت بیان کئے گئے
ہیں دوسرا رسالہ سلوک نواب ضیاء الدین خانصاحب کے واسطے فوری لکھدیا
تھا ہمارے پیش نظر ہے چونکہ وہ مختصر اور نافع ہے شامل مرکز تیب ملفوظات اولیا
اس لئے ہم اس کو بجنسہ درج کریں گے۔

رسالہ وحدۃ الوجود۔ اس رسالہ میں وحدۃ وجود و وحدۃ شہود کے مبحث عظیم کی
نہایت محققانہ بحث فرمائی ہے اور دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔

رسالہ تحفہ موسیقی۔ رسالہ نبض اور دو رسالے طب کے وہ جو عربی زبان
میں بفرمائش جناب حکیم ہاشم علی خاں صاحب نبیرہ حکیم سید بیر علیخانصاحب
مرحوم استاذ حضور تصنیف ہوئے تھے۔

اس کے بعد فن مناظرہ کی تصانیف کا حال ہدیہ ناظرین ہے دربار
رسالت سے جو خدمت اعانت سنت آپ کو مفوض ہوئی تھی اس کی
آخر دم تک بخوبی تکمیل فرمائی یعنی تحریرات فرقہائے باطلہ بالخصوص
نجدیہ وہابیہ غیر مقلدین کی تردید جس کی ابتدا و انتہا ایسی حضور فرماگئے کہ آج
بڑے بڑے علمائے مصنفین حضور ہی کی تصنیفات سے تمام و کمال کام
چلا رہے ہیں اس سلسلہ تصنیف میں ہم سب سے پہلے کتاب بوارق محمدیہ کا
نام لکھینگے جس کی وجہ تصنیف و تالیف تائید غیبی اور حضور کا ایک خصوصی
شرف تھا اعلیحضرت اقدس تاج الفحول قدس سرہ تحفہ فیض میں تحریر فرماتے
ہیں حضور اقدس دہلی میں حضرت خواجہ خواجگان قطب الاقطاب رضی اللہ
تعالے عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے دیکھا کہ حضور خواجہ کھڑے ہیں
اور دونوں ہاتوں پر اس قدر کتابیں رکھی ہیں کہ آسمان تک بلند ہوگئی
ہیں عرض کیا حضور خواجہ یہ تکلیف کتابیں اٹھانے کی حضور نے کیوں اٹھائی
ہے جواب میں ارشاد ہوا تمہارے لئے مولوی فضل رسول مؤان کتابوں کو لو

اور ان کی مدد سے فتنۂ شیاطین دفع کرو۔ اس کے بعد ہی بعجلت حضور نے کتاب مذکور بواری تصنیف فرمائی جس میں اصول کلیہ وہابیہ کے باطل کئے گئے ہیں زبان فارسی ہے اب کمیاب ہے مگر بمبئی مدرسہ احمد یہ قصاب محلہ سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

کتاب الصلوٰۃ اس کتاب میں کل مسائل صلوٰۃ پر کلام فقہیانہ و محدثانہ طرز پر فرمایا ہے عربی زبان میں ہے کا ترجمہ اعلحضرت آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عین الحق عبد المجید قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔

رسالہ احقاق الحق و ابطال الباطل فارسی زبان میں ہے جواز ندا یا رسول اللہ و استعانت بانبیاء و اولیا کا اثبات ہے۔ یہ رسالہ حضرت سلطان العارفین شیخ شاہی موئے تاب روشن ضمیر سلطانجی بدایونی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حکم سے لکھا گیا ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار ایک شخص حاضر خدمت حضور ہوا اور عرض کیا حضور میرا ورد یہ ہے الصلوٰۃ والسلام علیک ایہا النبی اللھم الصلوٰۃ والسلام علیک ایہا النبی الرحیم اس پر ایک وہابی حکم شرک لگاتے ہیں حضور نے ان صاحب کو سمجھا دیا کہ آپ جو پڑھتے ہیں اس کو پڑھے جائے ان کو شرک و کفر بتانے والا خود جاہل و ضال ہے ان صاحب نے عرض کی کہ حضور اس مسئلہ پر اگر رسالہ تصنیف فرماویں تو ہم عوام کو بہتر و نافع ہو اس وقت حضور نے کثرت اشغال درس و افتار کا عذر فرمادیا اس کے بعد جب حضرت برہان الکاملین سلطانجی صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے تو ملاحظہ فرمایا کہ قبر مبارک مجلا اور روشن آئینہ کی طرح ہے اور اندر حضرت سلطانجی صاحب تلاوت کلام الٰہی میں مصروف ہیں اور اسی حالت میں ادھر متوجہ ہو کر حکم دیتے ہیں کہ مولانا فضل رسول اس سائل کا سوال پورا کردو اور رسالہ جواز ندا و استعانت میں تحریر کرو۔ غرضکہ حضور کی تصنیفات اور خدمات احیائے سنت

واجائے بدعت حکم خدا و خاصان خدا سے نہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک
اُن کی روحانیت وجلالت ہر قاری وسامع کے دل پر خاص اثر ڈالتی ہے
تصحیح المسائل - اس کتاب بسیط و لاجواب میں مولوی اسحاق دہلوی
کی مائۃ مسائل کی غلطیاں اور خلاف تحقیق ومخالف مسلک حق اختراعات
وفتوے کی تصحیح کی گئی ہے اور اکثر مسائل اختلافیہ مابین مقلدین و غیر مقلدین
وہابیہ کی ایسی تحقیق وتوضیح فرمائی گئی ہے جو اپنی خوبی میں لاثانی ہے
چونکہ خلوص سے اور حکم خدا ورسول سے خدمت دین کرنے والے حضرات
فائدہ مخلوق و اصلاح خلق سے غرض رکھتے تھے لہذا طرز بیان میں کبھا
ممکن جو عامیانہ رنگ آجائے چہ جائیکہ سبّ و شتم تمسخر و ہزل یہی وجہ
ہے کہ اُن کے ارشادات للہیت وخلوص کا جلوہ دکھا کر آج تک اثر
ڈال رہے ہیں۔ یہ کتاب چند بار طبع ہو چکی ہے آخر بار بمبئی میں کوئی
پچھ ساٹ سال ہوتے ہیں کہ طبع ہوئی تھی مگر اب کمیاب ہے - زبان
فارسی ہے -

سیف الجبّار - اس کتاب میں فرقہ نجدیہ کی تاریخ اور اُن کے شیوع مکامدو
عقائد کا تذکرہ اُس کے ساتھ ہی مسائل کی توضیح مبسوط کتاب ہے چند بار طبع
ہو چکی ہے حال میں میرٹھ میں طبع ہوئی ہے -

نور المومنین بحث شفاعت میں مکمل تحریر زبان اُردو -

الکمال فی بحث شد الرحال - اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ
شد رحال زیارت اماکن مقدسہ کے لئے منع نہیں ہے اور حدیث
ممانعت کا مطلب کتب شرح حدیث سے بتایا گیا ہے -

فصل الخطاب - زبان اُردو رد فرقۂ وہابیہ میں -

تلخیص الحق - زبان اُردو جواب رسالہ مولوی حیدر علی ٹونکی وہابی کا
جو اُنھوں نے فصل الخطاب کے جواب میں لکھا تھا -

تبکیت النجدی - اونھیں مولوی حیدر علی صاحب نے ایک رسالہ کلام الفاضل الکبیر در بارہ امکان نظیر لکھا یہ اس کا زبان فارسی میں ہے مباحث عقلیہ و نقلیہ کلامیہ و فلسفیہ کو حد کمال تک پہونچا یا ہے۔

حرز معظم - یہ اردو زبان میں مختصر رسالہ آثار منیفہ و تبرکات شریفہ کے متعلق ہے۔

نقل فتوے

حضرت اقدس کی تصانیف مطبوعہ مشہورہ اور غیر مطبوعہ کے علاوہ ایک فتوے ہے جس کو ہندوستان کے آخری اسلامی تاجدار خاتم السلاطین ہند حضرت ظل سبحانی سلالہ و دودمان تیموریہ خلاصہ خاندان مغلیہ سلطان ابن السلطان خاقان ابن خاقان ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی جنت آشیانی نے دہلی سے بہ کمال حسن عقیدت آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا - یہ استفتا بارگاہ سلطانی سے نواب معلی القاب علاء الدولہ یمین الملک سید محی الدین خان بہادر استقامت جنگ خلف الصدق جناب اعظم الدولہ امین الملک محمد منیر خان بہادر بدایوں لیکر آئے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں شاہانہ اداب کے ساتھ خریطہ سلطانی پیش کیا آپ نے شاہی مہمان کو درویشانہ مہربانی کے ساتھ ٹھیرایا۔ اور فوراً جواب استفتا مرتب فرمایا۔ دہلی کے تمام اکابر علمائے اعلام نے تصحیح و تصدیق کی مہریں کر دیں فرمان سلطانی سے یہ فتویٰ ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ ہجری میں دار الخلافت شاہجہان آباد محلہ زینت آثاری مطبع مفید الخلائق میں مطبوع ہوا چونکہ یہ استفتا مسلمانان ہند کے اخیر تاجدار کے حسن عقیدت کی یادگار رہے اور آجکل کے بعض مسائل متنازعہ کا فیصلہ۔ اس لیے اصل استفتا معہ جواب کا حرف بحرف نقل کر دینا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال - چہ میفرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین درحق شخصے کہ میگوید نمودن محفل مولود شریف بہ تعین یوم گناہ کبیرہ و قیام نمودن در محفل مولود شریف شرک و فاتحہ نمودن بر طعام و شیرینی حرام است و استعانت خواستن از اولیاء اللہ شرک و پنج آیت بطریق ختم بدستور مستمرہ قدیم بدعت سیئہ است و معجزہ قدم مبارک حضرت نبوی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم حق نیست - و میگوید معائنہ تعزیہ بالقصد یا بلاقصد کفر است و از دیدن ہولی و سیر دسہرہ گو بلاقصد باشد کافر میگردد و بر زن آں طلاق جاری میگردد - و خطہ کعبہ شریفہ و مدینہ منورہ را بزرگی نیست ازیں جہت کہ دراں سرزمین ظلم میشود و شنیدہ می آید ساکنان آنجا ظالم اند کہ در مدینہ منورہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ را قتل کردند و در مکہ معظمہ عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالے عنہ را قتل کردند و حضرت امام حسینؓ را از مکہ بدر کردند و الحال علمائے دین محمدی را کہ فی الحقیقت مہاجرین بودند از مکہ اخراج و بدر کردہ بسمت ہندوستان روانہ کردند حالانکہ قاتلان حضرت عثمانؓ و کشندگان ابن زبیرؓ و برارندگان حضرت امامؓ خود را مسلمان میدانستند چنانچہ ساکنان حال کہ اول از قوم عرب و سکنائے قدیم زیادہ از آبادی سرخانہ ہیچ جہت نخواہد بود الا ہمہ رسیدگان از عجم و ہند و غیرہ اند خود را مسلمان میدانند پس دریں صورت اقتدا در نماز عقب آں شخص جائز است یا نہ و بیعت کردن بر دست او مسلمین را درست است یا نہ و در شرع شریف برائے آں چہ حکم است و بر تو ابعین آں چہ حکم است فقط بینوا توجروا النقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ دین پناہ وفقہ اللہ لما یحبہ و یرضاہ -

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی

ابو ظفر سراج الدین

الجواب

اول دریافت کردن ایں امور ضروری ہست کہ علمائے دین و مفتیان شرع

هر یک امر از امور مندرجه این منقولات چه فرموده اند تا ادراک حکم شرعی در حق قائل
آسان گردد حال امر اوّل یعنی نمودن محفل مولود شریف به تعیین یوم این است
که قسطلانی در مواهب لدنیه نوشته گفت ابن جوزی که هرگاه ابولهب کافرے
که در ذم او قرآن نازل گردید بسبب خوشی کردنش به شب مولود نبی صلی الله
علیه وسلّم در عذاب تخفیف یافت پس چه باشد حال مسلم موحد از امت آں
حضرت صلعم که خوشی کند بمولد او و خرچ کند در محبت او۔ آنچه بهر سد قسم
میخورم که نخواهد بود جزاے او از خداے کریم مگر اینکه داخل خواهد فرمود
او را از فضل عمیم بجنات نعیم و اهل اسلام همیشه محفل میکنند در شهر مولد و ولیمه ها
میسازند و در شب هاے آں تصدق میکنند بانواع صدقات و اظهار سرور
مینمایند و در نیکی ها زیادت میسازند و بخواندن مولد کریم اهتمام مینمایند و از برکات
او هر گونه فضل عظیم بر ایشان ظاهر میشود و تجربه کرده شد از خواص او
که امانست در آں سال و نوید است بعجلت حصول مطلوب الله تعالے
رحمت کند بر کسے که شبهاے مولد مبارک را عید سازد تا که صدمه سخت رسد
بر کسیکه در دل او انکار و عناد باشد تا اینجا از مواهب لدنیه ترجمه نموده
شد محمد بن علی الدمشقی در سبل الهدایه والرشاد از حافظ ابوالخیر سخاوی
نقل کرده که عمل مولد شریف بعد قرون ثلاثه پیدا گردیده زاں بعد اهل اسلام
در سائر اطراف و شهرهاے کلان همیشه در شهر مولد مجالس مکلفه و صدقات
و اظهار سرور و زیادت در نیکی با و اهتمام بخواندن مولد کریم کرده می آیند
و از برکات او بر ایشان فضل عظیم ظاهر میشود۔ از ابن جزری نقل نموده که
امانست در آں سال و نوید است بعجلت حصول مراد و از ابن کثیر نقل نموده که
صاحب اربل در ربیع الاوّل محفل مولد بکمال تکلف می نمود و ابن دحیه
براے وے مولد تصنیف کرده امامان برین عمل تعریف کرده اند که از
ایشان حافظ ابوشامه استاذ نووی است ابن جوزی گفت نیست

ودرآن مگر رغم شیطان و مضبوطی ایمان علامه ابن طغربل گفت محبان نبی
صلی الله علیه وسلم در خوشی مولد ولیمه ساخته اند در قاهره از ایشان است ابن
فضل استاد استاد ما ابو عبدالله النعمان و قبل از و جمال الدین عجمی و یوسف
بن علی شامی و منصور النشار و ابو موسی الزرهونی و صاحب سبل الهدی واقعات این
اکابر و خوشی کردن بدین نبی صلی الله علیه وسلم و تاکید بدان در هنا مات بیان
نموده گفت که امام ابن بطاح در فتوای نوشته که درین شب جمع کردن مردمان
و خورانیدن آنچه جائز است خوردن آن و شنوانیدن آنچه جائز است شنودن
آن و دادن بخواننده در خوشی مولد نبی صلی الله علیه وسلم این همه جائز است
و کننده آن ثواب بر قصد نیک و خاص نیت بفقرا مگر در فقرا ثواب زیاده
است امام مخلص در کتابی گفت سبب نجات و کمی عذاب است امام علامه
ظهیر الدین گفت که بدعت حسنه است خالی از رقص و غیره ذا مام شیخ نصیرالدین
گفت حسن است باعث ثواب خالی از ممنوعات - امام ابوشامه گفت که جواز
فعل بدعت حسنه و استحباب بدان و امید ثواب بحسن نیت متفق علیها است
و از احسن بدعات است آنچه در روز موافق یوم مولد میکنند از صدقات و اظهار
زینت و سرور که با احسان فقرا مشعر است محبت نبی صلی الله علیه وسلم
و تعظیم و اجلال وی در دل فاعل و شکر خدا و اول در موصل شیخ عمر این
عمل نمود و اقتدا کرد با و صاحب اربل و غیره - امام صدر الدین گفت
که بقصد اظهار سرور بمولد نبی صلی الله علیه وسلم ثواب داده شود حافظ ابن
حجر عسقلانی گفت که بدعت حسنه است و اصل آن از حدیث صحیح بخاری و
صحیح مسلم ثابت که یهود در مدینه روز دهم محرم روزه میداشتند آنحضرت استفسار
فرمود گفتند که درین روز الله تعالی فرعون را غرق نمود و موسی را نجات
داد آنحضرت فرمودند که من بموسی احق ام از شما پس امروز روزه داشتند و حکم روزه
آن روز فرمودند بنابراین سزاوار است که روز معین مولد قصد کرده شود -

از حافظ ابن جزری و حافظ بمشقی استشهاد بقصه تخفیف عذاب ابولهب شب
دوشنبه نقل نموده گفت که شیخ جلال الدین سیوطی در فتاوی گفته که بدعت حسنه
است باعث ثواب و اجلی دلیل سوای آنچه حافظ ذکر کرده بر من ظاهر شده
آن عقیقه فرمودن آنحضرت از نفس خود بعد نبوت و در شرح سنن ابن ماجه
گفته که بدعت حسنه مندوبه است اگر خالی از منکرات شرعیه باشد و چند
شعر ذکر نموده یکے ازان اینست ؎

یا مولدا فاق الموالد کلها
شرفا و ساد بسید الاسیاد

و ذکر کرد کلام شیخ جلال الدین سیوطی بر فاکهانی و در آنست که احداث
کرد او را ملک عالم و قصد کرد باو تقرب بخدا و حاضر شد نزد او جماعتے کہ ازاں
علما و صلحا اند بی نکیر از ایشان و پسند کرد آنرا ابن دحیه این گرد علما متدین آنرا
پسند کردند و برقرار داشتند و انکار ننمودند این است که مختصراً از سبل الهدی
التقاط نموده شد و همه آنچه دران مذکور است قطره ایست از بحر نسبت بآنچه دیگر
اکابر ذکر نموده اند فاما قدرے که ذکر کردیم کافیست برائے اثبات اینکه جمع کثیر
و جم غفیر از ائمه دین و اهل حل و عقد امور مسلمین اتفاق دارند بر استحباب و مثبت این
فعل و اقرار بر عمل آں پس قول باطل قائل که گناه کبیره هست محض از جهالت و
بطالت شند و خارج سواد اعظم و مخالف جماعت است عالمے را از عوام و خواص
امت محمدیه بسبب استحسان و استحباب آں فاسق و کافر گردانیدن است اگر بهره
از علم دین میداشت لا بد او را از کدام عدل و ثقه بر میداشت و همت بر تحقیق
عدالت تمام وسائط تا منتهی بر میگماشت حالا سند کدام یک حدیث از صحاح
و غیرها پیش نماید که دران مرتکب آں گناه کبیره و مستحسن آں بنا شد و نیست بفضل الله
تعالیٰ اگر دعوے داشته باشد پیش آرد همیں میدان همیں گوئے بر سر شاخ
نشسته بن را بریدن کار عقل نیست و حال امر دوم یعنی قیام نمودن در محفل مولد شریف

اینکه امام برزنجی در عقد الجوهر نوشته که استحسان نموده اند اماماں صاحب الروایة
والرویة قیام را وقت ذکر ولادت آنحضرت صلی الله علیه واله وسلم مولانا حسن
دمیاطی مدرس مسجد الحرام در فتوے نوشته که امت محمدیه اهلسنت وجماعت
مجتمع شده اند بر استحسان قیام مذکور و رسول الله صلعم فرموده است که امت من
بہ گمراهی مجتمع نخواهد شد علامه مدابغی گفت که عادت جاری گردیده بقیام وقت
ذکر ولادت و این بدعت مستحبه است که اظهار فرح و سرور و تعظیم است دران الی
آخر الفتوے و مهر و دستخط مفتیان هر چهار مذهب مزین است همه باحکم حسن آں
ونقل استحسان از علمائے کثیر پیشوایان دین واسلام کرده اند و مولانا عبدالله سراج
علیه الرحمة نوشته که قیام وقت ذکر ولادت توارث ائمه اعلام است واماماں و
حکام آں را برقرار داشتند بے تکبیر منکر و رد راد و لهذا مستحسن است عبدالله بن
مسعود رض گفته چیزے را که مسلمانان نیک دانستند پس آں چیز نزدیک خدا نیک
است و صاحب سیرة شامی که بدعت گفته صاحب حلبی تشریح کرده داده که
بدعت حسنه است چه هر بدعت مذموم نیست و بعد تحقیق بدعت محموده نوشته
که تحقیق یافته شد قیام وقت ذکر ولادت آنحضرت صلی الله علیه وسلم از عالم
امت پیشوائے اماماں در دین و تقوی امام تقی الدین سبکی و متابعت کردند
دراں بریں فعل مشائخ اسلام زمانه او و بعد بیان مکاتیب نوشته که این
کفایت میکند در رد این پس قول باطل قائل که شرک است غیر از جنون چه
توان گفت شرک در شرع موافق مذهب اهل سنت و جماعت عبارت است
از اثبات شریک در الوهیت چنانچه در شرح عقائد نسفی وغیره مذکور است قیام
و قعود را از اں چه علاقه قیام که اختصاص بعبادت ندارد برخلاف سجود و این
امر در تفسیر عزیزی مصرح است در ذیل آیه کریمه والرکع السجود و حال سجده با
اختصاص اینکه به نیت عبادت شرک است به نیت تحیت که شرک نیست در
شرائع سابقه جائز بود در این شریعت حرام کرده بنده مذهب صحیح همین است

و این امر هم در تفسیر عزیزی مصرح است از همه این و آن گذشتیم و برای تبکیت
و اسکات مدعیین بحواله مائة المسائل بسند کرده‌ایم که تفرقه سجده عبادت
و سجده تحیت در انجا هم مسلم است پس هرگاه که حال سجده چنین باشد تبرک نمودن
قیام در محفل غیر از اختراع دین جدید چه تصور توان کرد ـ

و حال سوم و پنجم اینکه حضرت شاه عبدالعزیز صاحب در فتوی معروفه می نویسند
رفتن بعد سال یکروز معین کرده سه صورت دارد اول آنکه یکروز معین نموده
یک شخص یا دو شخص بغیر هیئت اجتماعیه مردمان کثیر بر قبور محض بنابر زیارت و استغفار
بروند اینقدر از روی روایت ثابت است تفسیر در منثور نقل نموده که
هر سال آنحضرت صلعم بر مقابر میرفتند و دعا برای مغفرت اهل قبور میخواندند اینقدر
ثابت شده است و مستحب دویم آنکه بهیئت اجتماعیه مردمان کثیر جمع شوند و ختم
کلام الله کنند و فاتحه بر شیرینی یا طعام نموده تقسیم در میان حاضران نمایند این
قسم معمول در زمانه پیغمبر خدا صلعم و خلفا راشدین نبود اگر کسی اینطور بکند باک
نیست زیرا که در این قسم قبح نیست بلکه فائده احیا و اموات را حاصل میشود و
در جواب علی محمد خان صاحب مرحوم رئیس مراد آباد ارقام فرموده‌اند که در تمام
سال دو مجلس در خانه فقیر منعقد میشود مجلس ذکر وفات شریف و مجلس ذکر شهادت
حسنین که در محرم روز عاشورا یا یک دو روز پیش قریب چهار یا پانصد کس بلکه
گاهی قریب یک هزار کس فراهم می آیند و درود میخوانند بعد از آن که فقیر می آید
می نشیند ذکر فضائل حسنین که در حدیث شریف وارد شده در میان می آید
و آنچه در احادیث اخبار شهادت این بزرگان و تفصیل بعض حالات و بدمآلی قاتلان
اشقیا وارد شده نیز مذکور میشود الی آخر ما قال بعد از آن ختم قران و پنج آیت
خوانده بر ما حضر فاتحه نموده می آید پس اگر این چیزها نزد فقیر بهمین وضع که مذکور شد
جائز نمی بود اقدام بر این اصلا نمی کرد و بعد از آن آنچه نا مشروع است حاجت
بیان ندارد تمام شد ملخصاً و در جواب مولوی عبدالحکیم پنجابی که طعن نمودن

عرس بزرگان نموده می نویسند این طعن مبنی است بر جهل یا حوال ملعون علیه زیرا که غیر از فرائض شرعیه مقرره را هیچ کس فرض نمی داند نے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان باهداء ثواب و تلاوت قران و دعاء خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز برای آنست که آن روز مذکر انتقال ایشان می باشد از دار العمل بدار الثواب و در آخر حدیث زیارت فرمودن رسول الله صلی الله علیه وسلم قبور شهدا را بر سر هر سال روایت نموده و در روایتے دیگر که چهار خلیفه همچنان میکردند مولوی رفیع الدین صاحب در استفتائے مشهور رجبیه ثابت کردن صحت عرس از دلیل صوم اثنین به بلال رض از جهت دلالت و هجرت و انزال وحی و اخبار وفات آنحضرت صلعم دران روز و رفع انتظار مردگان که درین روز میباشد و دریافت شدن اجتماع ارواح درویشان درهمچنین روز در عالم برزخ بمعاملات مکاشفه می نویسند پس امداد بدعا و ختم و طعام بدعتے مباح است و وجه قبح ندارد و شاه ولی الله صاحب در همعات می نویسند از نیجا است حفظ اعراس مشایخ و مواظبت زیارت قبور ایشان و التزام فاتحه خواندن و صدقه دادن برای ایشان و اعتنائے تمام کردن بتعظیم آثار و اولاد و منتسبان ایشان و در انفاس العارفین در وقعات والد خود می نویسند می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناه چیزے فتوح نشد که برای نیاز آنحضرت طعامے پخته شود قدرے نخود بریان و قند سیاه نیاز کردم شب در واقعه دیدم که انواع طعام بحضور آنحضرت صلعم عرضه میدارند و در آن میان آن نخود و قند نیز معروض داشتند بنهایت ابتهاج و بشاشت اقبال فرمودند و آن را طلبیدند و چیزے از آن تناول فرمودند و باقی در اصحاب قسمت کردند فقط

هرگاه که از کلام این اکابر آنچه ذکر کردیم ظاهر گردید پس باطل شد قول قائل جاهل که حرام است و بدعت سیئه و مسند علوم دین الشراذل زمانه

دریں بلاد منتہی است باین بزرگواران ونسبت نمودن استقلال حرام باین کرام سلسلہ دین خود برہم کردنست۔

وحال امر چہارم اینکہ در تفسیر عزیزی متعلق آیہ اماتہ فاقبرہ موجود کہ بنا برانیست کہ از اولیا مدفونین ودیگر مومنین انتفاع واستفادہ جاریست وآنہارا افادہ واعانت نیز متصور ودر تفسیر سورہ انشقت نوشتہ اند بعضے از خواص اولیاء اللہ کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمیگردد واویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہا می نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند ومی یابند وزبان حال آنہا در آنوقت ہم مترنم باین مقالات است ؎

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

در رد بر وہابیہ دریں مسئلہ مولوی محمد موسیٰ صاحب خلف الصدق مولوی رفیع الدین صاحب در رسالہ حجۃ العمل از شاہ عبدالعزیز صاحب نقل کردہ اند در ینجا سخنے است واجب التنبیہ کہ استعانت از غیر خدا بوجہیکہ اورا خالق عون ومستقل در تصرف داند حرام است واگر اورا مظہر عون الٰہی دانستہ استعانت نماید جائز است واین نوع استعانت از صحابہ تا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ومولوی رفیع الدین صاحب ودر تصحیح المسائل وغیرہ بخوبی ثابت گردیدہ است پس مقصود قائل اگر معنی اول است دراں کلام نیست ونہ کسے مدعی آں و اگر معنی دویم ارادہ کردہ است شک نیست در خروج او از اہل حق ودخول در مذہب نجدیہ کہ کافہ علمائے عرب وعجم خصوص در این مسئلہ ضلال او با دلہ قطعیہ ثابت کردہ اند وحال امر ششم اینکہ در مواہب لدنیہ نوشتہ از خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است کہ ہر گاہ مشی میفرمودند بر سنگ ہر دو قدم آنحضرت دراں اثر میفرمود چنانچہ مشہور است قدیماً وحدیثاً وذکر کردن معجزہ را

محمد بادی در کتاب المعجزات دیگرے در خمیس ناقلاً عن فخر الرازی و جلال الدین
سیوطی در انموذج و رزین صاحب صحاح در خصائص و حلبی در انسان العیون
باسنادها و از امام سبکی و حافظ زہری و تلمسانی در فتح المتعال باسنادها و از حافظ
متولی و ابن سبع و نیشاپوری و شیخ عبدالحق در مدارج و بوصیری در ہمزیہ
وغیرہم فی غیرہا ارسے در کتب ستہ مروی نیست و از مذکور نبودنش دراں
و در دیگر کتب مخصوصہ و عدم اطلاع منکر بر اصل آں باشند آں حکم نفی
قضیہ رہست نمی آید خصوصاً دراں حال کہ جماعتے از آئمہ بوصف شہرت ذکر
کردہ و تلقی بقبول نمودہ بر منکر نکیر ساختہ باشند و غایت سعی جہل منکر الاعجاز
اول براینکہ در مواہب لدنیہ وغیرہ کتب سیر ثابت نشدہ است بنا بر آں
صاحب سیرۃ شامی نوشتہ کہ وجود ایں در کتب حدیث و تواریخ صلا نیست
فقط محمدیان بالیقان ہر گاہ کہ از نفس مواہب لدنیہ و دیگر کتب معتبرہ ثابت
کردند مادہ انکار از بیخ برکندہ گردید و نیافتن صاحب سیرۃ شامی آنرا در کتب
حدیث و تاریخ متلاشی گردید در یافتن جناب جلال الدین سیوطی اوسنادا و
در خصائص و رزین صاحب صحاح و ذکر نمودن او در انموذج و تعریض نمودن حلبی
و تلمسانی براں و ثابت نمودن آں از مستنداں۔ دوم اینکہ قاضی بیضاوی
صاحب تفسیر کبیر و نیشاپوری و مدارک و حسینی و جواہر وغیرہ نوشتہ اند
کہ اثر قدم ابراہیم علیہ السلام بر سنگ و غوص آں در آں و بقائے اثر آں تا زمان
دراز خاصہ ابراہیم علیہ السلام است فقط قطع نظر از اتہام نام بیضاوی و حسینی و
جواہر میگوئیم کہ از سوق کلام منکر اعجاز ظاہر کہ انکارش خاص باین خصیصہ
نیست بلکہ از اصل کلی فضل محمدی یعنی ما خص نبی بشی الا وکان سیدنا صلی اللہ
علیہ وسلم مثلہ کہ باب جامع معجزات کثیرہ است انکار دارد در فصل ثانی
از مقصد رابع از مواہب لدنیہ ایں اصل موجود و تمام فصل گویا کہ بیان فروع ایں
اصل است۔ از انجملہ است واما ما اعطیہ سلیمان علیہ السلام من کلام الطیر و تسخیر الشیاطین

والریح والملک الذی لم یعطه احد من بعده فقد اعطی سیدنا صلی الله
علیه وآله وسلم مثل ذلک وزیادة خاصه ابراهیم علیه السلام بودن منافی وجود
مثل آن نسبت در کسیکه خصیصه او انجماع خصایص جمیع انبیا است بلکه مقتضا
آنست به بینید که صاحب مواهب لدنیه وجود اثر قدم ابراهیم علیه السلام
را در تائید و تقویت عوض قدم آنحضرت صلی الله علیه وسلم در سنگ
آورده است و در آخر نوشته وما خص نبی لشیٔ من المعجزات والکرامات الا وقد اعطی نبینا
صلی الله علیه وسلم مثله کما نصوا علیه مثل الاعجاز که مدار انکار بر بودن لفظ خاصه
در کلام مفسرین که امام همه امام رازی است نهاده صاحب خمیس از همان
امام همام در معجزات ختم المرسلین نقل نموده حال امر هفتم وهشتم اینکه ایمان وکفر
در مذهب اهل سنت وجماعت عبارت است از تصدیق وتکذیب کار دل است
واقرار بزبان رکن زائد است یا شرط اجرای حکم در دنیا وخوارج میگویند که
ایمان عبارت است از تصدیق مع الطاعت ولهذا بر گناه میگویند که هر
معصیت شرک است از غایت شهرت حاجت استنا ندارد وقائل
که بر فصل هشتم کفر را مرتب ساخت عام از آن که قصد که کار دل است
همراه آن باشد یا نه خروج صریح است از دائره اهلسنت وجماعت
واشد وجه خبث تعزیه غیر فرض این امر نیست که قومی او را عبادت
میکنند بدین تقدیر هم از معاینه اش حکم کفر چنانکه قائل میگوید
باطل چه لازم می آید که معاینه شمس وقمر وگنگ وجمن هم کفر باشد ونوشیدن
آب آن که بکدام مرتبه باشد واز زمان بعثت تا فتح مکه معظمه چه قبل
هجرت چه بعد از آن در عمره آنحضرت صلعم وآمدن صحابه در زمان برای
حج در روز فتح مکه در بدن آنحضرت وتمام صحابه معبودان باطله را ظاهر و
باهر است وبعد فرضیت حج قبل فتح که صحابه برای حج می آمدند
بسبب بودن اساف ونائله که نام بتان است

برکوه صفا و مروه از سعی دراں مقام تامل کردند آیہ کریمہ فلا جناح علیه ان
یطوف بهما نازل گردید در کتب فقه رفتن در اعیاد مشرکین بقصد تعظیم و موافقت
در افعال ایشان کفر نوشته اند در طحطاوی نوشته و یکفر باتیانه عید المشرکین تعظیما
و در عالمگیری نوشته و یکفر و جبه الی بیروز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذلک
الیوم و بشراۂ یوم البیروز شیئا لم یکن یشتریه قبل ذلک تعظیما للبیروز لا للاکل و الشرب
و باهدائه ذلک الیوم للمشرکین و لو بیضة تعظیما لذلک لا باجابة دعوة مجوسی
حلق راس ولده همچناں در دیگر کتب فقهیه در بلاد شام مرسوم بود که مسافران
در معابد کفار اقامت میخودند چنانچه تا حال در بلاد جنوبیه هند مروج است حضرت
عمر رضی الله عنه که از کفار و میین انجا عهد نامه گرفتند دراں نویسانیده اند
که مسافران مسلمانان را از اقامت در معابد خود منع نسازند این روایت
در طحطاوی وغیره کتب معتبره موجود در فتاوی عالمگیری نوشته که
مسلمان را مزدوری مجوسی برائے روشن کردن آتش او لاباس به است
کذا فی الخلاصه و در نوادر هشام از محمد رح مرویست که اجاره ساختن تصاویر و
تماثیل در خانه اگر اصباغ ارستا جه است پس اجر نیست برائے او کذا فی السراجیه
مزدوری مسلم ذمی را برائے بنائے بیعه و کنیسه جائز است و حلال است برائے او
اجر و کذا فی المحیط و صحیح بخاری بیت باب الاسواق التی کانت فی الجاهلیة فتبایع
بها الناس فی الاسلام یعنی این باب در بیان بازار هائیست که در جاهلیت بودند
پس بیع و شراء کردند مردم دراں در اسلام در فتح الباری نوشته فقه این ترجمه
آنست که مواضع معاصی و افعال جاهلیه منع نمی کنند از فعل طاعت دراں
و حدیثی که در این باب مذکور است اینکه ابن عباس گفت عکاظ و مجنه و
ذو المجاز بازارها بودند در جاهلیه پس هرگاه که اسلام آمد مردمان گناه پنداشتند
تجارت را دراں پس الله تعالے نازل فرمود که نیست بر شما گناه در موسم
حج و در علتی تشریف بردن آنحضرت صلی الله علیه وسلم هم در این بازارها

وخرید نمودن پارچه مرویست در صحیح بخاری ست که آنحضرت صلعم سال فتح در مکه
میفرمود که خدا و رسول حرام کرد بیع خمر و میته و خنزیر و اصنام را ابن حجر در فتح الباری
نوشته که علت منع بیع اصنام عدم منفعت مباحه است برین تقدیر اگر آنچنان
باشد که اگر شکسته شوند که صاحب آن بآن منتفع شود بیع آن اصنام جائز است
نزد بعضے از علمائے شافعیه و غیر ایشان و اکثر بر منع هستند برائے حمل نهی
بر ظاهر آن و ظاهر آنست که نهی از بیع اصنام برائے مبالغه است در تنفیر از آن
و در همان حکم است صلیب که نصاری تعظیم میکنند و حرام است ساختن
جمیع این همه انتهی ببینید که ساختن بت کفر نیست و در جواز بیع آن تفصیل علی الاختلاف
و مزدوری ساختن بتخانه و برافروختن نار معبود مجوس جائز و دیدن تعزیه بقصد
یا بلا قصد کفر پس در مخالفت این قائل با شریعت محمدیه شکے نیست۔

و حال امر نهم اینکه انکار بزرگی خطه کعبه شریفه و مدینه منوره صرف استخفاف
مکه معظمه و مدینه منوره نیست انکار و استخفاف قرآن و حدیث و مخاصمه با خدا و
رسول هم هست قرآن و حدیث مالامال اند از بزرگی آن دو مکان متبرک
جعلنا البیت مثابة للناس وامنا وهذا البلد الامین ۔ بواد غیر ذی
گردانیدیم بیت الله را مرجع برائے مردم و جائے امن قسم میخورم این شهر امن دهنده را ۔ در میدان که زراعت
زرع عند بیتک المحرم ۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة
نزدیک خانه تو که بزرگ است ۔ تحقیق اول خانه که تیار ساخته برائے مردم در شهر مکه است
مبارکا وهدی للعالمین ۔ فیه ایت بینت مقام ابراهیم ومن دخله
برکت داده شده و هدایت کننده برائے جهان ۔ در آن نشانهائے روشن اند یک از آنها نقش قدم مبارک ابراهیم است
کان امنا ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا و
و هر کس که در آید در آن باشد در امن و برائے خدا بر مردم حج خانه خدا است هر کس که طاقت دارد و لوری بسوئے او
ومن کفر فان الله غنی عن العالمین ۔ ومن یعظم شعائر الله فانها
و کسیکه انکار کرد از فرضیت حج پس تحقیق خدا تعالی بے نیاز است از اهل جهان و کسیکه تعظیم کند نشانهائے خدا را پس تحقیق تعظیم آن

من تقوى القلوب - قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اطيبك
از پرهیزگاری دلهاست - فرمود رسول خدا صلی الله علیه وسلم چه عجب خوش
من بلد واحبک الی ولولا ان قومی اخرجونی منک ما سکنت غیرک
شهرے وچه عجب دوست داشته شدۀ تو بسوی من واگر قوم من اخراج نمیکردند مرا از تو سکونت نمیکردم غیر تو
وقال والله انک خیر ارض الله ولولا انی اخرجت منک ما خرجت
وفرمود قسم بخدا بتحقیق تو بهترین زمین خدائے دوست ترین زمین واگر من بیرون کرده نمیشدم از تو بیرون نمیشدم - و فرمود
رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال هذه الامة بخير ما عظموا
رسول خدا صلی الله علیه وسلم همیشه باشد این امت بسرکت تا وقتیکه تعظیم کنند
هذه الحرمة حق تعظيمها فاذا ضيعوا ذلک هلکوا - وقال رسول الله
این حرم را حق تعظیم پس وقتیکه ضایع خواهند ساخت تعظیم را هلاک خواهند شد - فرمود
صلى الله عليه وسلم - المدينة خير لهم لو كانوا يعلمون لا يدعها
مدینه بهتر است برائے مردم کاشکے میدانستند بزرگی آن نمیگذارند
رغبة الا ابدل الله فيها من هو خير منه ولا يثبت احد على
از روے انحراف مگر بدل خواهد کرد خدائے تعالی دران کسی که بهتر باشد از وے و نمی ماند
لأوائها وجهدها الا كنت شفيعا له يوم القيامة وقال ان
کسے بر شدت و تکلیف آن مگر باشم برائے او در روز قیامت - شفیع
ابراهيم حرم مكة فجعلها حراما واني حرمت المدينة ما بين مأزميها
ابراهیم علیه السلام حرام کرد مکه را و من حرام کردم مدینه را درمیان دو طرف او
ان لا يهراق فيها دم ولا يحمل فيها سلاح لقتال ولا يخبط فيها شجرة الا لعلف وقال امرت بقرية
و آنکه ریخته نشود دران سلاح برائے جنگ وافشانده نشود دران درخت مگر برائے علف فرمود امر کرده شدم بقریه
تاكل القرى يقولون يثرب وهي المدينة تنفي الناس كما ينفي الكير خبث الحديد وقال لا تقوم الساعة
که بخورد قریها را که مردم آن را یثرب میگویند و آن مدینه است و دور میکند مردم را چنانچه دور میکند آتشدان آهنگر خبث آهن را - قایم نشود
حتى تنفي المدينة شرارها كما ينفي الكير خبث الحديد وقال لا يكيد اهل المدينة احد الا انماع كما ينماع الملح في الماء وقال من
قیامت تا آنکه دور میکند مدینه بدترین مردم خود را چنانکه دور میکند آتشدان آهنگر آهن را - فریب نمیدهد اهل مدینه را کسے مگر گداخته خواهد شد چنانکه گداخته

يموت في المدينة فليمت بها فاني اشفع لمن يموت بها وعن ابي هريرة

بميرد در مدينه پس بميرد در آن پس من شفاعت خواهم كرد براى كسيكه بميرد در آن

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الايمان ليأرز الى المدينة

بدرستيكه ايمان جاى ميگيرد بسوى مدينه

كما تأرز الحية الى جحرها متفق عليه قال عمر ابن الخطاب رضى الله عنه

چنانكه جاى ميگيرد مار بسوى سوراخ خود

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو بوادى العقيق يقول

شنيدم رسول خدا صلعم وحضرت در ميدان عقيق بودند

اتانى الليلة آت من ربى فقال صل فى هذا الوادى المبارك وقل

كه قريب مدينه است آمد مرا شب آينده از رب من پس گفت نماز كن در زمين ميدان

عمرة فى حجة - اين همه احاديث در مشكوة شريف مروى اند وآنچه معاند خدا و

بابركت وبگو عمره در حج - رسول در دليل آورده كه در ان سرزمين ظلم ميشود على فرض المحال

دليل نفى بزرگى شدن نميتواند چه ظلميكه از سكنه مكه معظمه در عهد آنحضرت صلى الله

عليه وسلم بوقوع آمده از ابتداء وجود آدم تا اينم از هيچكس بوقوع نيامده

باشد چنانچه اين مطلب در تفسير عزيزى متعلق لا اقسم بهذا البلد وانت حل

بهذا البلد مصرح است بان هم بقعه خانه كعبه از بزرگى معزول گشت

چنانچه در تفسير عزيزى در ذيل آيه كريمه ان الصفا والمروة من شعائر الله مذكور است

چنانچه خانه كعبه بسبب آنكه چند روز در غلبه كفار بيت الاصنام وبتخانه گرديده از

قبله ومطاف بودن اهل زمان معزول وساقط نگشت لان ما بالذات لا يزول

بما بالغير همچنان اين دو كوه صفا بسبب آنكه جاهلان كه اساف ونائلة را

بر آنها نهاده پرستش ميكردند از شعائر الله بودن معزول وساقط نگشت بلكه اين

معنى بحضرت ايشان هر فاش انتها است كه لا يزول بالغير قوله در مدينه منوره الخ

اين جاهل بدين عبارت آگهى علمائيان مصر وعراق را سكنه مدينه منوره قرار داده

نمیدانند که سکنه مدینه مهاجر و انصار بودند در نسبت قتل حضرت عثمان بادشمنان
بر رافضیان ترقی نموده در تحفه اثنا عشریه طعن دهم از مطاعن حضرت عثمان
چنان منقول است که صحابه همه بقتل او راضی بودند و در جواب نوشته اند این همه
کذب صریح و بهتان ظاهر است که بر صبیان هم پوشیده نیست الی آخر التفصیل
و ساکنان مکه در عقد بیعت عبد الله بن زبیر بودند و قتل ایشان بدست حجاج
ثقفی شقی رئیس لشکر شام بود و حضرت امام حسین بطلب و استدعای اهل
کوفه رونق افروز آن سو شدند و اهل مکه در آن وقت منشوره و مصلحةً منع نمودند
هر خاص و عام این وقایع را میدانند مگر این کوردل باطنی و ظاهری را شامت
نفی بزرگی حرمین محترمین بر بی وقاهت آورده است منکرین بزرگی حرمین محترمین
و دشمنان سکنه بلدین مکرمین و کذابان جاهل و مفتریان باطل و مبتدعان محرفان
دین و مکفرین سواد اعظم مسلمین و مخترعان مذهب خبیث مخالف قرآن و حدیث حاشا
که از علمای دین محمدی باشند و دشمنان دین محمدی و اعدی اعادی شرع احمدی
هستند سبحان الله کفار که آنحضرت صلعم را از مکه اخراج نمودند در بزرگی مکه حرجی
رو ندادند بلکه در همان حال عمده ترین بزرگی کعبه که قبله گردیدن است ظهور یافت
و نزول اکثر آیات بینات از پیش رب العالمین و ارشاد احادیث طیبات
سید المرسلین در عین همان ازمنه در بزرگی کعبه شریف امضا یافت و از اخراج
این مفسدین در دین و ملحدین خباثت آگین که ضلال ایشان باجماع اهل حل و عقد
و کافه ائمه عهد و اتفاق سواد اعظم و اجتماع جماعت خیر الامم بحکم قضاة و مفتیان
مذاهب اربعه بظهور رسیده خانه کعبه از بزرگی معزول گردیده حالا باید دانست
که این قائل مخالف اهل سنت و خارج از جماعت است و داخل در زمره اهل
هوا مثل خوارج و روافض و سائر اهل بدعت و اقتدا باو در نماز و بیعت کردن
بدست او مثل اقتدا در نماز و بیعت بدست خارجی و رافضی است و توابعین ل
ال مثل توابعین رافضی و خارجی والله اعلم بالصواب فقط کتبه فضل الرسول اثابه الله علیه بفیوض القبول

اصل فتویٰ پر جن علمائے کرام کی مواہیر و دستخط ثبت ہیں اُن کے اسمائے گرامی بغرض آگاہی درج کیے جاتے ہیں۔ مولانا مفتی محمد صدر الدین صدر الصدور دہلی مولانا سید محمد مدرس مدرسہ عربیہ دہلی۔ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی۔ مولوی محمد مظہر صاحب۔ مولوی محمد عمر صاحب۔ مولوی محمد کریم اللہ صاحب۔ مولوی فرید الدین صاحب واعظ مسجد جامع۔ مولوی حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب۔ مولوی حکیم محمد امام الدین خانصاحب۔ مولوی قاضی احمد الدین صاحب۔ قاضی محمد علی صاحب۔ مولوی محمد عزیز الدین صاحب۔ مولوی تفضل حسین خانصاحب نواسہ مولانا رشید الدین خانصاحب مولوی سید شبیر علی صاحب امروہوی مولانا حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام۔ مولوی داد بخش صاحب مولوی حسن الزماں صاحب۔ مفتی محب اللہ صاحب۔

ذکر نظم و شاعری حضرت اقدس

شاعری اظہار خیالات اور دلی جذبات کا ایک روشن آئینہ ہے ہر انسان کو فطرۃً اُس کا کچھ حصہ عطا ہوا ہے جسطرح سب کی کمالات متفاوت ہوتے ہیں یونہی اسمیں بھی تفاوت ہے طبقات الاولیا علما میں کم کوئی صاحب تصنیف ہوئے ہوں گے جنھوں نے نظم میں اپنے خیالات کا تھوڑا بہت اظہار نہ فرمایا ہو حضور اقدس نے بھی وقت غلبہ شوق گاہے گاہے کلام نظم ارشاد فرمایا عربی فارسی اردو سب زبانوں میں آپ کا کلام برکت التیام موجود ہے مگر چونکہ قصداً جمع کر نیکا نہ ہوا لہذا وہ آپکے معتقدین کے پاس متفرق ہے اکثر کلام حضرت اقدس کا رنگ تصوف و نعت شریف حضور سید انام و مدح اصحاب کرام اہلبیت عظام اولیائے کرام ہے جسکا خلاصہ ایک ایک غزل بغرض اختصار درج ذیل ہے شاعری مجازی میں جو حقیقت آشنا حقیقت ہے آپنے کبھی کبھی بہ اصرار احباب کلام فرمایا مگر وہ حکم النادر کالمعدوم رکھتا ہے بعض حاسدانہ طبیعت والوں نے حضرت اقدس کو اپنے کلام کی وجہ سے زمرہ شاعران مجاز میں شمار کر کے حضرت اقدس کے دوسرے ہزار کمالات عظیمہ پر پردہ ڈالنا چاہا

ہم کو اس کی شکایت نہیں چاہئے کیونکہ آفتاب کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا حضور کے کمالات ظاہر و باطن کسی کے اظہار کے محتاج نہیں مثلاً حضرت سیدنا امام شافعی یا حضرت اقدس سرکار بغداد محبوب اعظم کی شاعری کو پیش کر کے ذریعہ فخر بتایا جائے تو یہ ایک عجیبی بات ہوگی

شجرۂ طیبہ قادریہ

در انبساط آمدہ بحر محیط ذات — از موج او نشاں کہ بود اصل کائنات

اطلاق در تعین اول چو زد قدم — نور محمدی بحدوث آمد از قدم

یکقطرۂ و بحر محیطے درو نہاں — موجے و موج خیزد و عالم ازاں عیاں

گردید از تموج آں موج آشکار — انواع بحرہا کہ بروں باشد از شمار

زاں جملہ گشت بحر ولایت چو منجلی — شد مظہر کمال خفی و جلی علے

باز آمدہ بجوش چو آں بحر بیکراں — نہرے ز غیب سوئے شہادت شدہ رواں

گردید سید الشہداء و مصطفےٰ — ایں نوع کرد وصف شہادت خدا عطا

عشاق حق چو عزم سفر سوئے او کنند — در راہ او بخون خود اول وضو کنند

زاں نہر یافت بحر عبادت چو انفجار — شد ذات پاک حضرت سجاد آشکار

چوں انشعاب شعبۂ توحید شد ازاں — گردید چوں حضرت باقر رواں ازاں

زاں چشمہ شد چو چشمۂ صدق و صفا رشاں — شد مشتہر بجعفر صادق در انس و جاں

زاں چشمہ بحر حلم و تحمل چو رو نمود — فرمود ذات موسی کاظم ازاں شہود

بحر رضا چو جوش زد و فیض عام شد — موسی رضا امام علیہ السلام شد

زاں بحر شہر معرفتے گشت چوں عیاں — معروف ساختند بمعروف رہجہاں

زاں چشمہ شد چو چشمۂ اسرار آشکار — آمد بنام سری سقطی در اشتہار

جاری چو گشت سلسلہ جزر و مد دراں — شد سید الجنو و جنید جنیدیاں

درجہ بدرجہ ہر فقیہے گشت ہیچ ثاں — شبلی و عبد واحد و بوالفرح بوالحسن

وقت ظهور بحر سعادت چو در رسید — شد ذات پاک حضرت شیخ ابوسعید

زان بحر موج خیز عظیمی شد آشکار — در جوشش آن برآمده یک موج بیکنار

کز موج اول آنچه که تا لجه اخیر — پیدا است جمع آمد و شد پیر دستگیر

زان بعد ذات سید رزاق شد پدید — بوصالح آنچه آمد و بونصر در رسید

سید علی و سید موسی که تا — سید حسین سید احمد گذاشت جا

زان پس بهار دین شه ابراهیم ایرجی — زان بعد ذات شیخ محمد شد جلی

قاضی جیا و بعد از آن حضرت جمال — سید محمد آمده احمد بصد کمال

زان بعد گشت حضرت فضل الله آشکار — پس یافت شاه بو البرکات اشتهار

من بعد شاه آل محمد نمود رو — گردید عین حضرت حمزه روان از او

پس ذات پاک سیدنا آل احمد است — کز وی ظهور چشمه عرفان ابد است

کرده صفات حق چو به ذاتش ظهور تام — عین الحق از صفه بعد او نه یافت نام

ای شاه عین حق تو سراپا رحمتی — آبی به آتشم که تو دریای رحمتی

این تشنه کام بر لب دریا رسیده را — مستسقی و به پیش نظر آب دیده را

محروم و ناامید مگردان ز جویبار — بر خود ببین نه بر عمل این گناهگار

از بحر فیض ساغر آبی مکن دریغ — در میکده که دمی شرابی مکن دریغ

یک قطره ز آب نعمت اللهم بس است — یک جرعه از شراب وصال تو ام بس است

یا رب بحق این حضرات و طفیل شان — ما را ز نار رها کن و به ما نجود رسان

غزل

فتاده در گل و لای عدم بود آدم و احمد — بسر تاج نبوت یکه تاز عرصه سرمد

چو گردانید عنان از سوی سوی وادی کثرت — وجود انبساط از بطون اندر ظهور آمد

عوالم مطلقاً غیب و شهادت علوی سفلی — فروغ جمله زان شمع وجود انبساط آمد

وجود منبسط ظلی بود از اولین خلقش — که در عرف شریعت نور احمد نام پیدا شد

بعارف نسبت چه حاجت شرح سرّ این معمارا
که در هر ممکن او لمعهٔ زان نور می بیند

مے صاف محبت پاک از غش بایاید
که سرّ این معما را ز راه ذوق بکشاید

مپرس از مشرب مستِ ترا بانی که در هر شئے
جز آن محبوب کل چیزے نمی بیند نمی داند

غزل

کلیم اللہ تا سینا و دیدہ
حبیب اللہ باو ادنےٰ رسیدہ

کلیم اینجا ببرق از خود رمیدہ
حبیب اللہ باللہ آرمیدہ

کلیم اینجا برخ پردہ کشیدہ
حبیب آنجا حجب ها بر دریدہ

کلیم از لن ترانی بر خود طپیدہ
حبیب از قدر اسرٰی شد برگزیدہ

کلیمش ذوق آوازش چشیدہ
حبیب او گل نظارہ چیدہ

کلیم اللہ کلام او شنیدہ
حبیب اللہ رخش دیدہ بدیدہ

زدیدہ ہست فرقے تا شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

غزل

فنا چیست عکس جلالِ محمد
بقا چیست ظلِ ظلالِ محمد

جہان کمال از چہ گردید روشن
ز شمس کمالِ الکمالِ محمد

نباشد نباشد نباشد نباشد
شریک خدا و مثالِ محمد

بجز مطلع قاب قوسین بلیے
نشد راست بر حسب حالِ محمد

بود شاہ شاہان دنیا و عقبےٰ
غلامِ غلامانِ آلِ محمد

کرے کیا بشر اس کا شرح شمائل
کہ قرآن ہے وصفِ خصالِ محمد

کروں وصف کیا میں سراپا کا اس کے
کہ مہر نبوت ہے خالِ محمد

یہی ورد ہے مستنا کا دو جہاں میں
من و دست و دامان آلِ محمد

دیگر

محبوب حق ہیں سب جو محمد کے یار ہیں
ارکان کان فضل جو ہیں اُن میں چار ہیں

اُن چار میں سے فضل خدا کے کلام سے
ثابت ہوا ہے جنکا سو وہ یار غار ہیں

کیا سر ہے کہ اُن کو پیمبر نے خود کہا
سر خدائے پاک کے وہ رازدار ہیں

کیا مرتبہ خدا نے عنایت کیا انھیں
ہر حال میں جہان میں نبی پر نثار ہیں

تھے اوج عرش پر بھی وہ مونس رسول کے
غار زمین میں وہ نہ فقط غمگسار ہیں

صدیق اُن کا نام رکھا خود رسول نے
لطف رسول حق سے عجب نامدار ہیں

قربت نبی سے تھی انھیں حال حیات میں
بعد از وفات بھی بہم اُن کے مزار ہیں

جنت میں بھی رفیق نبی ہیں وہ بالیقیں
مخبر جو اُس کے حضرت عصمت شعار ہیں

دوزخ حرام اُن کو ہے بے شبہ سرفراز
چشم کرم سے آپ کے جو ایکبار ہیں

کیا عزت اُن کی ہوگی کہ جن پر رسول کی
پیاری نگاہیں مہر بھری بے شمار ہیں

کیا عظمت اُن کی ہوگی جو مخصوص انھیں یہ ہیں
جن کے کہ فضل خاص ہزار و ہزار ہیں

وہ راز ہیں جو وہ تو نہیں حرمت سے اُنکے ہم
دونوں جہان میں فضل کے امیدوار ہیں

دیگر

جو مدح حضرت فاروقؓ کا خیال آیا
کمال دین نبی کا شغل جمال آیا

کمال قوت دین نبی ہوا ظاہر
نبی کے دین میں جب سے وہ باکمال آیا

طبق میں ارض ضلالت کے زلزلہ آیا
سر پر دین پہ جو وہ شاہ باجلال آیا

حکومت اُن کی نہ مخصوص نوع انس میں تھی
کہ دیو بھی ہر اک تابع مثال آیا

کیا ہے جب سے کہ شقہ نے اُنکے جاری نیل
نہ اُن کے حکم میں ہے اب تک اختلال آیا

جو حکم اُن کا ہے زندہ تو وہ بھی زندہ ہیں
وہ واقعی ہے تو یہ کس طرح محال آیا

دعا جو مانگی تھی نبی نے اُن کے ایمان کی
عمر کو جذبہ محبت سے جوش حال آیا

اثر سے نور محمد کے دل ہوا پر نور ۔۔۔ کہ جس کے سامنے خورشید مثل خال آیا
جبیں سے اُن کے ملا نور جان ایمان کو ۔۔۔ قدم سے اُن کے دل کفر پائمال آیا
کہاں ہو کفر کو تاب اونکی تیغ براں کی ۔۔۔ کہ ظل اُن کا ہو جب دافع ضلال آیا
بجز فرار مفر کیا ہو اُن سے کافر کو ۔۔۔ کہ سایہ اُن کا ہے شیطان پہ وبال آیا
عرب سے تا بہ عجم اور روم سے تا شام ۔۔۔ مسخر اُن کے اوامر کا بال بال آیا
رہے حمایت دین نبی میں وہ مشغول ۔۔۔ کبھی نہ خطرۂ آرام جان و مال آیا

دیگر

یہ ذی النورین کی مدح و ثنا ہے ۔۔۔ کہ وہ نور دو چشم مصطفےٰ ہے
ہوا اُس سے منور خانۂ دین ۔۔۔ سراپا نور ہے نور خدا ہے
عیاں ہے شکل نورانی سے اُس کے ۔۔۔ کہ نور حق مجسم ہو گیا ہے
ہوا تھا نور ظاہر باطن اُسکا ۔۔۔ یہی باریک نکتہ ذی النورین کا ہے
نبی کا یار بھی ہے جو بنش بھی ہے ۔۔۔ عجب تو خود علی نور بنا ہے
وہ نور صبغتہ اللہ تھا ازل سے ۔۔۔ اُسی پہ خاتمہ اُن کا ہوا ہے
گناہوں کے ضرر سے ہو وہ ڈھال ۔۔۔ کہ سامان جیش عسرت کا کیا ہے
طفیل اُس کے ہو میری مغفرت بھی ۔۔۔ یہ میرا مدعا یہ التجا ہے

دیگر

سخن میں میرے نہ یہ بوچھی گلابکی ہے ۔۔۔ گل بہار نو لائے بو تراب کی ہے
علی کے دفتر جب میں جو ہیں بہشتی ہیں ۔۔۔ نہ کچھ حساب کی حاجت نہ کچھ کتاب کی ہے
علی کا عرصۂ اوصاف ہے وہ بے پایاں ۔۔۔ کہ ایک ذرہ جبیں تو آفتاب کی ہے
سر رسول ہے حضرت علی کے زانو پہ ۔۔۔ نزول وحی سے کچھ حالت ایک خواب کی ہے
نماز عصر علی نے پڑھی نہیں کہ ہوا ۔۔۔ غروب جیسے سدا عادت آفتاب کی ہے

نبی افاقہ میں آئے تو آفتاب پھرا ۔ علی کے واسطے عزت یہ آنجناب کی ہے
ہوئے علی ہی جو کل ملتفات کے فاتح ۔ یہ فتح خیبر اثر ایک فتحباب کی ہے
کتاب حاوی شرع و طریقت اک ہو جز ۔ سخن مدینہ علم نبی کے باب کی ہے
کتاب خلق نبی سے جو حکمت عملی ۔ ملا کے دیکھے تو تلخیص اک کتاب کی ہے
سخن میں اس کے کہ معصوم کا ہو وہ در علم ۔ نہ انتقاد کی حاجت نہ انتخاب کی ہے
خم غدیر میں ہے جو کہو لائے علی ۔ ہماری ہستی ہے اسکی نہ ہستی آپکی ہے

دیگر

نام حسین شافی ہر درد مند ہے ۔ ذکر حسین کافی ہر مستمند ہے
قصر کمال آل نبی کیا بلند ہے ۔ جس کے کمر سے عقل کی قامت کمند ہے
عالم کو رنج رحمت عالم سے غم نہ ہو ۔ منکر وہی ہے اس کا جو ناحق پسند ہے
یک نیزہ سر پہ خلق کے آیا ہے آفتاب ۔ بالائے نیزہ یا وہ سر سربلند ہے
تن سے جدا ہے وہ سر سردار سروراں ۔ ہے شغل ذکر حق وہی اور وعظ و پند ہے
جاری ہے فیض ملک شہادت میں آشکار ۔ حاجت روائے دل ہر مستمند ہے
ظاہر میں عجز قدرت باطن کا وہ کمال ۔ سمجھا ہے کس نے سر حکمت حق چون و چند ہے
سر طلسم حق کو سمجھتے ہیں اہل حق ۔ گو عقل عامہ کی نظر چشم بند ہے
ہوتا ہے صبر سے جو خدا صابروں کے ساتھ ۔ ظاہر میں گر چہ تلخ ہے باطن میں قند ہے
کیا عرصہ مہیب شہادت میں شاد کام ۔ جو لانیوں پہ آل نبی کا سمند ہے
نور خدا ہے روح مصفی ہے اُن کی ذات ۔ صدموں سے جسم کے نہ انھیں کچھ گزند ہے
ذکر زبان و لب پہ نہیں مجھکو التفات ۔ ذکر حسین اور مرا بند بند ہے

دیگر

جمع شد خاطرم ای زلف پریشانی یاب ۔ طبع شد بی خلش ای جنبش مژگان دریاب

خاطر آلم رام از نہ خلیدن تنگ است | غمزۂ بی نسبت نوای خار بیابان ز رباب
می کشد تنگ در آغوش مرا جمعیت | میرود تفرقہ ای فتنۂ دوران ز رباب
خوف کفر است کہ بت می کشدم جانب دیر | از حریم حرم ای کعبۂ ایمان ز رباب
بر دل عاشق خو کردہ آلام و محن | شادی آوردہ ہجوم ای غم ہجران ز رباب
جای ننگ است کہ دریوزہ کنم از دگران | بندہ خاص توام ای شہ جیلان ز رباب
اکبر مرگ دل و جان است فراموشی تو | اکبر یاد تو بود حرز دل و جان ز رباب

ایک مولوی شریف حضرت کا نظم فرمایا ہوا مطبوع و مقبول انام ہے۔ رنگ تصوف اور رنگ ردّ وہابیہ و رنگ عشق و محبت کا مجموعہ ہے۔ اولیاء اللہ شاعری مجاز میں بھی بہت اظہار حقیقت و معرفت کرتے ہیں خواجہ حافظ مولانا جامی وغیرہ بلکہ حضور غوث اعظم و خواجہ اکرم اور ان سے بھی متقدمین اس بنا پر حضرت نے بھی کلام مجاز کہا ہے۔ مگر بہت کم اب وہ بھی نہیں ملتا فن شعر میں حضرت کو کسی سے تلمذ نہیں نہ اکابر کو اس کی ضرورت ہوتی ہے نہ وہ زائد تکلفات شاعری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سبب سے بعض اوقات بعض محاورات اون شعرا کے خلاف تحریر فرماتے ہیں جو صرف فن شاعری کو اپنا مایۂ افتخار سمجھکر اسمیں رات دن مشغول رہکر ناموری حاصل کرنا چاہتے ہیں جاہل و ناقص آدمی ایسے مقامات پر اعتراض کو تیار ہو جاتے ہیں مثنوی مولانا روم پر بہت کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں مگر سب لغو و مہمل قصیدۂ خمریہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر جہال ہمیشہ اعتراضات کرتے ہیں علما نے جوابات دئے ہیں۔

مکتوبات

مکتوب اوّل۔ عرضداشت حضور اقدس جناب ہدایت مآب برہان الواصلین سلطان الکاملین حضرت صاحب قبلہؒ در زمانۂ ابتدائے سلوک لقا و بقیہ العرض جناب قبلۂ العارفین کعبۂ الطائفین و دین پناہی ظل اللہی عونی فی النوائب غوثی فی المصائب حضرت ابی و ربی و مرشدی و مولائی دام دوامہم۔ گمراہ روسیاہ ظلوم جہول فضل رسول چہ عرض سازد و بکدام گذارش پردازد ظاہر تباہ باطن سیاہ استغفر اللہ نہ طاعتے نہ عبادتے نہ ذکرے نہ فکرے محکوم ہوائے نفسانی مغلوب وساوس شیطانی محروم از نیل مرام کاسد آغاز فاسد انجام اعمال ظاہر منحصر در ہرزہ درائی و بادیہ پیمائی۔ اشتغال باطنیہ منحصر در تخیلات مالیخولیائے راکب ناقۂ بے مرادی طالب غایات بے نتیجہ کسب مبادی فاقد اتباع قبلۂ دو جہان قاصد صعود بام بے نردبان نعوذ باللہ من تغلیط النفس و تضلیل الشیطان لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم المنان و دین پناہا ظل اللہا اموریکہ از حضور فیض موفور النور ہدایت ماموراز شامت نفس در امتثال آں کما ینبغی باوجود سہولت سراسر قصور توفیق رفیق نیست و بخت شفیق نیست پس در خیالات ترتب نتائج۔ و ثمرات از تلفیقات واہیات ؎

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا بداد بوئے
ندمید صبح بختم چہ گنہ نہم صبا را

توفیقے کہ نیست و ہمہ آفات ناشی از بیخاصیت فاما بوالہوسیہا کہ در سر پیچیدہ است ہلاک میکند بارہا عازم عرض حال بحضور قبلۂ الانام شدم فاما بمعائنۂ سیئات اعمال و مشاہدۂ قباحات افعال انفعالے و ندامتے حجابے و خجالتے نقیبہ پیدا گردیدہ ہر بار مانع آمد بو الفضولیہا پیش شد کہ من و این بیابان مور لنگے و تخت سلیمان حالانکہ دارم سگ و خوک ازاں فائق و گبر و ترسا از نفرت ازاں لائق آہ کہ نقصاں ہم کمال نیست کہ آنہم موصل الی المرام و موجب حسن انجام میگردد بہر حال حالانکہ چناں مشکل نمود دار

درصورت روی ظهور نموده هرچند که در اصل قلیج کا بالوجوه ترجیح باختیارش پرداخته
و بوسیله ارشاد سامان حیارت تنبیها و ترجیها مهیا ساخته ؎

گر طمع خواهد ز من سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد ازین

بنگر از طول داستان آرزوهایی دراز نبود و کلمه مختصره ایجاز نموده می آید که توفیق
ترتیب غایت بوجاهت آنحضرت باجابت مقرون گردد ؎

از کریمان کارها دشوار نیست

بدلائل عقلیه کما ینبغی قد عن و کما هو حقه متیقن گردیده است که بی نظر صاحب نظران
هیچ کاری بر نمی آید و بوجهی درے نمیگشاید ؎

بی عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیه هستش ورق

و از شرایط صلوح و استعداد مواد که سنگ راه اکثر فلاسفه از سداد و رشاد گردید
محض بی حقیقت و ناشی از فساد فرسخت چه بفیض صور را تصرف در ماده هم کار نیست
بس آسان بفعل ما یشاء رحمتی است بر اهل دین بنابرین هدایت بارائة الطریق
اگر کافیست پس برای صاحب نظران اعمی که محتاج دست گرفتن است محروم
از فواید آن و وای بر حال امثال ما کوران شکسته پا گرفتار سلاسل اضلال اسیر چاه غی
و ضلال هایم مگر وجه عالی همتی صاحب قوتی کریمی رحیمی چون ذات جامع الحسنات
حضرت قبله گاهی ارشاد پناهی بی سابقه استحقاق محض شفقة علی مخلوق الخلاق
دستیاری فرماید و حبل المتین هدایت و عروة الوثقی عنایت در دست و کمر بسته
از قعر چاه بکنار چاه و از راه بسر منزل رفاه رساند و درین کششها و کوششها قضایکه
از قسم حرکات اطفال مرضی وقت خوردن دوا از تلخ سر زند التفات نماید ؎

من چه گویم چه تو میدانی عیان نام پیران طریقت گرفته ام محض محروم نمانم درین
سفر از خدمت بزرگی بخواندن در دوسه از معمولات خاندان حضرات سیادت
آل حسن رسول نما قدس سره و شرح قصیده برده شعر

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته
لكل هول من الاهول مقتحم

مامور شده بودم امروز که بعد اشراق بخواب رفتم بزیارت حضرت ختم المرسلین امام المتقین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم مشرف شدم وہماں شعر بحضور بخواندم ارشاد شد که یک شعر قصیده بانت سعاد ازکعب ہم خوب است انرا ہم باید خواند چنانچه ایں شعر بر زبان مبارک گذشت از خواب که بیدار شدم مرا یاد نماند لہذا عرض ساخت که بارشاد شعر ممدوح معزز گردد و اجازت قصیده شریفه بطریقیکه معمول باشد مرحمت شد ہرچند ایں معامله سابق ہم ازیں دو مرتبه برکت درودے که از حضور ارشاد گردیده است دست داد و یک مرتبه اوّل دیدم که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر چاه زمزم نشسته آند و من ہم نشسته ام و آب از چاه جوش نموده بالا رسیده بطرفے میرود و من بدو دست ور اساله و اجرار آن مشغولم و یک مرتبه دیدم که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجائے جلوس فرموده اند مردمان می آیند و می روند من ہم رفتم و باز آمدم و بوقت گردیدن چناں متخیل است که ہفت طواف کرده آمدم بار اوّل بر چاه زمزم لمعان رخسارہائے مبارک که بغایت روشن بوده بدیدم بنوعیکه از کمال درخشندگی نظر ہم قرار واقعی قرار نمی گرفت آنہم غنیمت است الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ و از توجه امید ہا ست بیت

والا خوش باش کاں سلطان دین را
بدر ویشان و مسکینان سرے ہست

والادب

مکتوب دوم بنام نامی حضرت مولانا عبد القادر صاحب قبله دامت برکاتہم علینا وقت عزم حرمین طیبین زادهما اللہ شرفاً و تعظیماً صدور فرموده بسم اللہ الرحمن الرحیم و به نستعین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین بحضور دارسعادت و ثنار فضیلت آثار قرة العین فلاح الکبد راح القلب نزہته الخاطر مولوی عبد القادر

حفظه الله تعالی بالباطن والظاهر بعد دعا مطالعه نمایند به احسنت نامه رسید
موجب سرور موفور گردید امریکه طلب ساخته اند از وقت ظهور قصد شما حج و زیارت
از ته دل میخواستم که بیان کنم فاما منتظر طلب شما بودم که درین امور رغبت و طلب
طالب زیاده کار میکند الحمد لله که توفیق یافتند الله تعالی به ثمرات آنهم مستفید
سازد آمین۔

جان من هرگاه که بفضله تعالی بر جهاز سوار شوند بسم الله مجریها و مرسٰها ان ربی
لغفور رحیم کتاب مستطاب کامل النصاب صحیح بخاری شریف از اول تا آخر بطور
دور ختم نمایند و طهارت جامه و جای نماز و وضو را ملتزم باشند و تمام اوقات
روز و شب را سوا ضروریات طبعیه مثل نوم و اکل و غیرها و سوا ضروریات
شرعیه مثل نماز و اوراد معمولی و نوافل مستوعب قرأة صحیح تربیت سازند گویا که تمام
کتاب را متصلاً در جلسه واحده خوانده اند که اتصال اشتغال در جمیع اشغال مرعی
دارند نه انفصال و بعد ختم برین منوال کتاب الحج و آنچه متعلق بزیارت است ابوابیکه
متعلق بمکه معظمه و مدینه منوره از حالات قدس سمات سرور کائنات از مجال
عبادت و معاملات عادت و سفر هجرت و غزوات که در اراضی مدینه و مکه مابین
آن هر دو حرم بمیان آمده اند و امثال ذلک را از کتاب مذکور خوب ضبط سازند
و صورت حج را از احرام تا طواف رخصت علی التمام در ذهن حاضر سازند هرگاه که
از میقات احرام بندند تصور سازند که حضرت ختم رسالت چنین ارشاد فرمودند و
احرام من فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم است همچنین در لباس و تلبیه و جمیع افعال
حج فعل آنحضرت را نصب العین دارند و چون به مکه معظمه رسند عظمت بلد را
باین نوع تصور دارند که مسجد بنای نبی ابراهیم است و از آنکه اقتضای مظهریت حق
دارد و قبله پسندکرده مولد آنحضرت است صلی الله علیه وسلم و بر مکانات خاص
مثل طواف و سعی و صفا و مروه و غار حرا و غیرها که ذکر مرور و جلوس آنحضرت
در حدیث صحیح آمده و هر جا آنحضرت را صلی الله علیه وسلم بهمان حال تصور نمایند

گویا که می بینید و در مساجد و امکنه و آثار و در راه عرفات و غیرها همان تصور را مستحکم دارند
و هرگاه که بمدینه منوره برسند خوب عقد قلب بران راسخ دارند که آنحضرت صلی الله
علیه وسلم حیات موجود و مشاهده میکنند خصوصاً در وقت حاضری بحضور نور النور بمرتبه
یقین رسانند و مابقی متعلق این مبحث از طریقه مراقبه محمدیه واضح خواهد شد و دیگر
تراکیب معموله از کتب و رسائل آداب ظاهر است و معلوم آن برخوردار سعادت آثار
حاجت تقریر و تحریر نیست و این وقت از نوشتن اینقدر حروف دل باختیار نمانده اگر
خواسته خدا است از عقب هم نویسم برخوردار سعادت آثار مولوی سراج الحق را
گفته ام که نقل طریقه مراقبه کلمه طیبه و طریقه مراقبه محمدیه ارسال دارند باید که
هر دو را در یک رساله بگونه شرحے و بسطے جمع سازند که شاید طالبے را بکار آید
و اجازت بجمیع آنچه مذکور است درین دو تحریر و جمله اوراد و اذکار و اشغال و اعمال
و اوفاق که مجاز بودم بآن از حضور حضرت قبله جهان و کعبه ایمان قدسنا الله بسره
المجید و نیز اجازت دادم شما را بگرفتن بیعت در سلاسل علیه قادریه و چشتیه و
نقشبندیه و سهروردیه و مداریه بشرائطه و لوازم آن اگر کسے اصرار کند اگر طالب
و مکتسب راغب باشد سبحان الله از دل و جان هرچه معلوم باشد بخدمت شان
عرض باید نمود و تعظیم او بجا باید آورد که طالب خدا است و اگر از عوام باشد هم
خالی از فائده انسلاک در محبت محبان و محبوبان خدا نیست المرء مع من احب
جان من قابل و لائق تحریر و تقریر اینگونه امور نیم فاما صرف بموجب آنکه المامور معذور
در جرأت نمودم اللهم اغفر لی و لجمیع المومنین و المومنات کتبه الراقم الآثم
فضل الرسول الکیبوی رجب سنه باره سو اوناسی هجری قدسی۔

مکتوب سوم ایضاً بنام نامی اسم گرامی حضرت مولانا صاحب ممدوح دامت برکاتهم
علینا متضمن نصیحت و وصیت در باب تحمل مصیبت و استقامت و اتباع شریعت۔

بسم الله الرحمن الرحیم برخوردار سعادت و آثار قرة العین لخت جگر مولوی عبد القادر
سلمه الله تعالی بعد دعا ها واضح باد جانمن اگر نظر بر جاه دنیا است اهتمام باید بار الٰهی

حسب اقتضائے وقت و زمان از ترک دین و ایمان و ملازمت و متابعت فاسقان
و کافران کردنی ست حفظنا اللہ و ایاکم و جمیع المسلمین و اگر مقصود اہل دین و اتباع
سنت سید المرسلین و رضائے رب العالمین است پس بفقر و فاقہ و صبر و توکل و
قناعت بطیب خاطر و کشادہ پیشانی مشغولی بیاد الٰہی و درس و تدریس باید انشاء اللہ
تعالیٰ النقطہ صلاحیکہ در حرز طبع آن بد خوردار اقبدیدہ است اگر نقشو تمام یافتہ
مستوعب اسرار ہائے شما گردید فہو المراد و الا موقوف است بتحمل شدائد و تجرع
مصائب بطیب خاطر بے جزع و فزع تحقیق و تعبیر کہ این امور موجب محو آن
نقطہ میگردند بحفظکم اللہ تعالیٰ و الدعا۔

مکتوب چہارم بنام نامی و اسم گرامی مسند نشین شرع مبین حضرت مولانا قاضی
حمید الدین صاحب مرحوم قاضی مچھلی بندر بسم اللہ الرحمن الرحیم قاضی صاحب عالیجناب
فضیلت مآب معرفت آیات اکرم الاخوان قاضی حمید الدین صاحب۔ زاد اللہ
محامدہم پس از سلام مسنون و دعاہائے ترقیات روز افزون واضح باد نامہ نامی
و صحیفہ گرامی در عین انتظار رسید و باعلام خیریت مزاج سامی و رسیدن بعافیت و
شاد کامی خیلی مسرور و مبتہج گردانید الحمد للہ ثم الحمد للہ و تعالیٰ شانہ از ہر گونہ مکارہ محفوظ
و بیاد خود و اشتغال یادگار و افکار ہمولہ محفوظ دارد و کار بندہ بندگی و خدمت است باید
کہ دران تہاون و تساہل نماید و قبول و عطا ثمرات بدست مولی است شعر

حافظ وظیفہ تو دعا کردن است و بس
در بند آن مباش کہ نشنید و یا شنید

یاد آن برادر دینی اکثر اوقات رفیق وقت است تاثیر محبت و غیبت بسبب الم
مباعدت زائد از وصلت است در التماس بانچہ گذارش نمودہ ام غایت سعی و
مجاہدہ مرعی دارند وہمین مجاہدہ را کہ عبارت از فنا است در ذکر خدا غایت مدعا
پندارند فقیر را ہم بدعا یاد فرمایا شند و از حال حدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربہ
کہ استفسار نمودہ اند حالش اینکہ حدیث مذکور مرفوعا از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

روایت میکنند و مضمون حدیث شریف مفاد آیه کریمه وفی انفسکم افلا تبصرون است
و شرح آن طولے دارد که در بیان نمی آید مختصراً بدین قدر تسلّی باید فرمود من عرف
نفسه بالحد و شاعرف ربه بالقدم و از معانی شعر

ز دریای شهادت چون نهنگ لا برآرد سر
تیمّم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

که استفسار نموده اند مگر این شعر منسوب به امیر خسرو دهلوی است رحمة الله علیه
معنیش این که مراد دریای شهادت کلمه اشهد ان لا اله الا الله است چون سالک
ورزش نفی و اثبات به کمال رساند نهنگ لا که عبارت از فنا نفی ماسواست
گاهے که عبارت است از بقا و تجلی ذات بیارد و چون تکمیل کمال موقوف بر سفر
ثانی ست یعنی سفر از حق بسوئے خلق بعد سفر از خلق بسوئے حق نوح را که عبارت
از سالک است تیمّم یعنی قصد تیاک بغیر توجه بخلق ضروری است و وقوف
دران مقام و عدم تنزل ازان نقصان است کما هو مقرر عندهم والسلام خیر ختام

مکتوب پنجم فرمان عالیشان که بنام نامی جناب نواب محمد ضیاء الدین خان صاحب
ادام الله تعالی فیوضهم شرف صدور ارزانی فرموده عزیزی واحبی بروحی روحی
نواب ضیاء الدین خان عامله الله تعالی بایسمه الرحمن بعد سلام مسنون و دعا بر
ترقیات روز افزون و شوق از حد بیرون واضح باد راحت نامه رسید
مضمونش حالی گردید از اهتمام بعبادات و ریاضات خیلے سرور و ابتهاج رو نمود
اللهم زد و بارک اللهم زد و بارک اللهم زد و بارک از شرائط و واجبات این راه
است که از مجالس ملاهی و مجامع رقص و سماع رواجی احتراز کلی بر خود لازم گیرند و
مروت و پاس خاطر و اطاعت کسے را درین باب دخل ندهند و از آزردگی اقربا
و امرا اصلا نه ترسند و اراده توبه افاغنه عهد و بیه که رقم نموده اند بسیار امر
مرغوب است موافق معمول بعمل آرند و اجازت دادم در تخصیص بلکه عموم مجاز
گردانیدم هر که دست انابت بسوئے شما دراز کند روگردان نسازند و داخل طریقه نمایند و

آنچه تعلیم نموده اند تعلیم کنند و حال فقیر این است هر چند صحت تمام و افاقت بالتمام حاصل نیست فاما نسبت سابق تخفیف بسیار است الحمد لله علی ذلک والدعاء۔

مکتوب ششم ایضاً بنام مبارک جناب نواب صاحب ممدوح مد ظلهم

بسم الله الرحمن الرحیم روحی و روحی احبی و محبی اعز از جان نواب محمد ضیاء الدین خان عامله الله تعالی باسمه الرحمن بعد سلام مسنون و شوق از حد بیرون و دعاهای ترقیات روز افزون واضح باد راحت نامه مورخه ۱۴ ماه مبارک رسید موجب کمال سرور و انبساط گردید ظاهراً مجاهده و ریاضت آن سراپا صداقت حسب قاعده مجربه ارباب طریقت مقرون به برکت و اجابت است که بعد فراغ از اشتغال باز همان شوق در اشتغال است و کلال و اضمحلال راه نیافته الحمد لله اللهم زد و بارک و تمم بالخیر نیت اعتکافات که نموده اند ضرور بعمل آرند و اسما حسنی اگر موافق اعداد اسما گنجایش ندارد هر اسم را نود و نه بار با حرف ندا خوانده باشند لا اقل بعد هر نماز یازده یازده بار ورد اسما حسنی در اعتکافات موجب ترقی برکات و حفظ از آفات است که درین اوقات متحمل نباشد و اسم جلیل و کلیم یعنی یا غیاثی عند کل کربة و در حسن ختم باید خواند معمول همین است و تبدیل مکان مناسب که فقیر قصد تحریر درین باب داشت الحمد لله که خود متنبه شدند و از احیاء لیالی ماه شریف و ذکر محافل الانوار خیلی خوشی و خورسندی رو نمود همیشه ملتزم آن باشند نزد فقیر اینهمه از برکت اعتکافی است که در جوار مزار فائض الانوار غوثنا فی النوائب و عوننا فی المصائب پناه ظل الله حضرت ابی و ربی قدس الله سره العزیز نموده اند عمل دوازده محفل خیلی محبوب و مرغوب مزاج اقدس بوده است و امر تکمیل و تتمیم طریق اخلاص میدیگارم اگر بران مداومت خواهند نمود انشاء الله تعالی زیاده تر متمتع و منتفع خواهند شد و آن نسبت که کتاب فتوح الغیب مقولات تبرکات حضرت جناب غوث الثقلین قطب الکونین مولانا شیخ عبد القادر جیلانی قدسنا الله بسره الرحمانی جمع کرده حضرت مولانا سید ابو الفر موسیٰ قدس سره خلف الصدق حضرت غوث الثقلین رضی الله عنهما و قدس الله سرهما است شیخ عبد الحق محدث دهلوی علیه الرحمة ترجمه آن بزبان فارسی نموده اند در کتب خانه حضرت محی الدوله بهادر

مرحوم مغفور دیده بودم و غالب نزد دیگر حضرات هم باشد تلاش نموده از انجا خواهند و دانما در نظر دارند و اگر احیاناً در انجا دستیاب نشوند بنگارند که از اینجا بفرستیم که اشتغال خواندن این کتاب مستطاب با حضور قلب کم از اعتکاف نیست و هر روز جمعه بعد نماز اشراق ختم قرآن شریف با جتماع چند کس نموده هدیه روح مقدس جناب حضرت صاحب قبله کونین و کعبه دارین قدس الله سره العزیز نموده باشند و چیزها دیگر هم وقت شروع نوشتانیدن خط منظور بود فاما اینجا که رسیدم دل باختیار نماند مصرعه این زمان بگذار تا وقت دگر + والدعا همه خورد و کلان نام بنام سلام و دعا خواهند راقم فضل رسول ۲۷ ربیع الاول شریف۔

مکتوب هفتم ایضاً بنام نامی معظمی مکرمی نواب محمد ضیاء الدین خان صاحب دام فیضهم۔

بسم الله الرحمن الرحیم اعزی احبی روحی و روحی اعز از جان نواب محمد ضیاء الدین خان عامله الله تعالی باسمه الرحمان پس از سلام مسنون و دعای ترقیات روز افزون واضح باد رحمت نامه رسید و موجب کمال سرور و ابتهاج گردید الحمد لله که از خیر مظهر در و ورود ظهور فرمود یعنی شوق زیارت حرمین شریفین در دل خویش نمود و قبول فرماید مصرعه

در کار خیر حاجت هیچ استخاره نیست

الله تعالی بحسنات و سعادات مستعد نموده مع الخیر و الظفر با زیارت و آفات و بستگان و مشتاقان نصیب گرداند آمین آمین آمین و از ماه معینه روانگی از حیدرآباد اطلاع دهند که قبل از آن چیزی از اوراد و آداب زیارت حرمین شریفین و امکنه متبرکه انجا نویسانیده فرستاده آید و هر چند برائے ادائے فریضه میروند تاهم رضائے و ارضائے حضرت والده ماجده خود مقدم دانند و خوشنود ساخته رخصت شوند و برائے دیگر اهل و عیال که طمانینت مصارف ایشان کافی است اما معامله والده امرے دیگر است اعزا قبل از سفر از همه اهل معرفت عفو و سماح سازند و شما که بفضله تعالی از کسے کدورتے در دل ندارید فاما ممکن که از شما کدورتے داشته باشند بسبب یا بلا سبب اهتمام عفو و سماح از آن صاحبان زیاده تر باید نمود و در علم شما اگر از دست و زبان یکسے رنجے رسیده و حقے تلف گردیده باشد طلب عفو از آن کسان واجب و درین کار پابند ننگ و عار نباید شد

بعضی از خدمت گاران هم بلجاجت و التجا نموده عفو خواهند و راهنمی نمایند و وقت سفر
با تنفسے جدال و تکرار نسازند و با رفیق که همراه باشد زیاده تر حفظ آں منظور نظر دارند
و بر خادم تحکم و تجبر نسازند و عادت تکبر هندوستان را ترک سازند و نشستن و
برخاستن و سائر معاملات تفوق نجویند و خود را در هر قافله بجز و برادر همه حجاج کمتر
شمارند و خادم خود را مثل مخدوم دارند و خدمت ضعفا و مساکین هر چه ممکن باشد
از دست خود نمایند این عمل اثر عجیب دارد که خلوات و اعتکافات در جنب آں
چیزے نیست. مصرعه .

ذوق این می نشناسی بخدا تا نچشی

و از خادم و غیراں اگر قصورے سرزند اعراض و اغماض نمایند و هرگز بسبب مطالبه
نمایند و وقت رسیدن بمبئی از برادرم شیخ چاند محمد صاحب که مرد با خدا یگانه
در صدق و صفا و اخلاص و وفا اند ملاقات سازند تقرر مرکب وغیره هر کار که بآں
حاجت خواهد شد بخوبی انجام خواهند نمود و از وقت سواری مرکب تا رسیدن
بخانه کعبه هر وقت کعبه شریفه را پیش نظر خود داشته تصور کنند که بزیارت خانه
خدا میروم و هر گاه بحرم محترم رسند خیال خانه را گذاشته متوجه بسوئے صاحب
خانه شوند و خیال کنند که هر خانه را صاحب خانه می باشد خانه که بزرگ تریں
خانهاست صاحب این خانه صاحب عظمت و جلالت حقیقی ست همه توجه دل بسوئے
او منحصر باید داشت و نفی و اثبات و پاس انفاس زیاده از عادت معهوده بعمل آرند
و از کثرت صحبت و اختلاط مردمان حذر دارند و اگر میسر شود کلام بے ضرورت نسازند
و در غار حرا شریف و ثور شریف حاضر شده هر قدر زمانے که میسر آید بنیت اعتکاف
نشسته همه اوراد شبانه روز یکبار و در هر یک از دو مکان و الا شان بخوانند و هر گاه
از مکه معظمه روانه مدینه منوره شوند هر وقت خود را متوجه حرم محترم مدینه طیبه دارند
و هر گاه که از حرم محترم انجا فائز شوند متوجه بروح احمدیه و حقیقت محمدیه بشوند و شغل
اللهم صل علی محمد و آله بیش از بیش در انجا نمایند بطوریکه معلوم و معمول ست و عده نزیں

اسباب حصول برکات حرمین ادب و تعظیم و تکریم حرمین محترمین و همه چیزها که نسبتی
بآن حرمین معظمین وارند از انسان و حیوان و نباتات و معدن و قلت کلام الا بقرآن
خصوصاً کلام دنیا و از حکایات و شکایات احتراز کلی نمایند و مقدم توجه تجدید آن رسول
دانند کلام دنیا ضروری و کلام دینی با اهل دین ممنوع نیست مگر آنهم بقدر حاجت و از زیارت
آثار متبرکه آنجا مثل قبا و احد وغیره که معلوم سکنه آنجاست محروم نمانند و اگر در
رفتن یا آمدن ممکن باشد بوقت رسیدن قافله در رابغ بر سواری ثعلبه نیز رو
که در آنجا بسیار بهم میرسد و معرفت جمال کسی را همراه گرفته ضرور مشرف
زیارت شهدای بدر رضی الله تعالی عنهم و تشرف بآن زمین مقدس حاصل سازند
و اگر کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب یا تاریخ سمهودی درین سفر همراه دارند
و گاه گاه آنرا مطالعه کنند خوب است والدعاء ۔

مکتوب نهم در تعزیت وفات شریف حضرت سید محمد حسن صاحب العلائی
قدس سره بنام مستحکم جنگ بهادر که از اجل مریدان سید صاحب موصوف اند و
در حسن اخلاق و محبت دین معروف اند بسم الله الرحمن الرحیم اعز و اکرم کریم الشیم همه
لطف و تمام کرم نواب مستحکم جنگ بهادر دام مزیده هم بعد سلام مسنون و دعائے
ترقیات روز افزون واضح باد خبر ارتحال عارف کامل و اصل اکمل وحید عصر فرید
دهر حضرت بابرکت سید محمد حسن صاحب قدس سره دریافت گردید غایت الم
بقلوب مخلصان رسید اگرچه موت در حق ایشان نعمت است که وصل حبیب بحبیب
کمال پذیرفته فاما مکتسبان فیض و فیضان انوار را البته محل تاسف است بحسب
ظاهر لیکن قوت افاضه ارواح کامله پس از مفارقت بدن ترقی می یابد طلب و توجه
مستفیدان بالاتر از صحبت فائده میدهد و تمام آن بلد مقتضی را مماثل حضرت مغفور
ندیدم از دو سه روز که ذکر و فکر میآوردن تاریخ وفات حضرت موصوف از
کدام آیت کریمه در مدرسه قادریه عیان بود دیروز دیدم اندرون قبر لطیف به
فرش مکلف شادان و فرحان نشسته هستند قریب رسیدم حسب عادت کریمه

باستقبال شتافته مصافحه نموده برفرش نشانیدند و طعام طلب نمودند وچند قدح بتکلف باسرپوش پیش نمودند چون سرپوش برداشته شد نور محض بود پرسیدم این کجاست در جواب آیه کریمه اللہ لطیف بعباده یرزق من یشاء وهو القوی العزیز خواندند چون بیدار شدم بدل خطور کرد که اگر اعداد حروف این آیه کریمه موافق سال وفات حضرت ممدوح برآید کرامت آن حضرت باشد هرگاه حساب کرده شد برابر آمد اطلاع این حال بآن خجسته خصال که از محبان آن مقبول بارگاه ذوالجلال اند مناسب دانستم والسلام خیر ختام فقط

مکتوب پنجاهم بنام حکیم ولایت علیخان صاحب مقیم گوالیار بعد القاب وخیریت حق تعالی بآنچه شاید محفوظ و از آنچه نباید محفوظ دارد آمین درود شریف مفتاح خزائن دارین است هر قدر که توانند بخوانند و لازم دانند اما وقت درود شریف از خیالات دور مانند حتی که خواننده خود را و خودی را اصلا خیال نه نمایند و تصور فنا و فانی شدن خود هم نه نمایند ودعای حزب البحر رسد هفت روز لا اقل سه روز روزه دارند و فطار از شیر و برنج نمایند و بعد نماز اشراق غسل نموده یک پارچه از سفید غیر مستعمل برتن پیچیده در خلوت یک دوگانه بنیت ایصال ثواب بروح حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سره و جمله شیوخ طریقت تا حضرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وتمام اولیاء امت محمدیه علی سیدنا الصلوٰة والسلام خوانند در هر رکعت بعد فاتحه آیة الکرسی یکبار سوره اخلاص سه بار و بعد فراغ ازین دوگانه بر مصلا نشسته حزب البحر بخوانند باین طریق اوّل مرتبه از افتتاح شروع نمایند تا آخر دعا و اختتام بخوانند بعد ازان نفس دعا بلا افتتاح سی مرتبه بخوانند و در مرتبه سی ام اختتام هم بعد دعا بخوانند بعد ازان دوگانه بنیت قضاء حاجت بخوانند در هر رکعت بعد فاتحه سوره اخلاص بست و یکبار و اگر ممکن باشد تمام آن روز و روزهای دیگر را هم در خلوت گزارند و اگر صورت نه بندد وسوره کافرون وسوره نصر وسوره اخلاص وسوره فلق وسوره ناس بخوانند و بر سر سوره بسم اللہ الرحمن الرحیم بخوانند و برخاسته بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم سه بار خوانده

بارچہ معمولی بہ پوشند و بجائے حاجت و ضرورت بروند و ہر قدر کہ قلت در صحبت خلق ممکن باشد اختیار نمایند ہمیں طور سہ روز یا ہفت روز عمل نمایند و در اثنائے او قات بورد الله الصمد بے قید عدد و طہارت مشغول باشند و بعد از سہ روز یا ہفت روز دعا ہر روز صد مرتبہ قبل نماز فجر اگر دست دہد ورنہ بعد نماز فجر و سہ مرتبہ بعد نماز مغرب بہماں طریق بخوانند یعنی اوّل شروع بکلمہ تمیز از افتتاح نمودہ شنود و بعد از اں سہ مرتبہ نفس دعا بخوانند و در مرتبہ اختتام ہم بعد دعا ختم نمودہ بخوانند و یک مرتبہ بعد نماز ظہر و یک مرتبہ بعد نماز عشا خوانندہ باشند اللہ تعالیٰ از کرم خویش در لوا این فضل خواہد فرمود۔

شغل مراقبہ حقیقت محمدیہ

اما بعد از شغل مراقبہ حقیقت محمدیہ پرسیدہ اند آنچہ از عارفان محققین منقول است مختصراً باید شنید و ضحیاد کہ چنانچہ ایمان ظاہر موقوف بر دو جزء است یعنی توحید و رسالت ہمچنیں ایمان باطن بے تحقیق و تحقیق بہ ہر دو جزء تمام نمیشود و طالب حقیقت مدار مشق ہر دو جزء لابد است و قناعت بر توحید صرف نقصان است کہ عرفان مرتب بہ مشق اوّل بعض غیر مسلمان را ہم دست میدہد و مشق بعض آثار مراقبہ حقیقت محمدی را طرق بسیار است سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ از ابن ابی ہالہ برائے تعلق آموختہ اند یاد نمودہ و معنی آں فہمیدہ در خلوت نشستہ بعد ادائے دوگانہ نفل دہد آں بروح پر فتوح حضرت خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم شروع در قرأت حلیہ کند باین طریق کہ چشم بند کردہ یک جملہ با تصور معنی خواندہ بگویند صلی اللہ علیہ وسلم یازدہ بار و تنزع بعض بخطاب بازو صفے کہ دراں جملہ است پیش چشم خود خیال کنند کہ صورت بگیرد باز چشم کشادہ بند نمایند و جملہ دوم چشم بند نمودہ با تصور معنی خواندہ گویند صلی اللہ علیہ وسلم یازدہ بار بہماں خیال بہمیں طور تا آخر رسانند اگر خدائے تعالیٰ توفیق دہد یک اربعین اعتکاف نمایند بشرائط معمولہ و بعد نماز فرض و سنن و نوافل و اوراد معمولہ و خواب ضروری وقت را

همچنین دو حصه سازند حصه اول در شغل نفی و اثبات بطرق معلومه که جداگانه مسطور و حصه دوم در شغل حقیقت محمدی علیهما السلام که مذکور شد و اگر قوت اعتکاف چهل روزه نباشد خواه مانع دیگر باشد از ادای حقوق وغیره بیست و یک روز الاقل

یازده روز و بعد فراغت از اعتکاف تصورات یک یک جزرا که جداگانه می کردند مجموعًا تصور نمایند یعنی هر قدر زمان که توانند در خلوت نشسته حلیه مبارک را متصلاً بلافاصله بخوانند و بهر جمله که بگویند تصور معنی بدل و تمثل بچشم کرده بعد تمام حلیه بترتیب مراقبه برده تماشای شکل مبارک را متصف بهمان صفات مقدسه یک مرتبه پیش روی خود متمثل خیال کنند بار دوم همین طور هر قدر که حضوری و شوق دست دهد تعین عدد در کار نیست اگر اعتکاف بالکل میسر نباشد بی اعتکاف هم شروع نمایند اجازت است بالجمله بعد این شغل مذکور و فراغت از اعتکاف مذکور در اعتکاف دیگر که آن هم اقل از یازده روز نباشد مشغول شوند باین طریق که بخوانند اللّٰهمّ صلّ علیٰ چشم بند دارند و خیال کنند که مقام کنز مخفی است و بر لفظ پاک محمد چشم بکشایند و تصور کنند که ظهور اول است و بر لفظ و آله خیال کنند که تمام عالم تفصیل همان ظهور است و نتیجه در اعتکاف شغل حلیه مذکور است همه آن امور مرعی دارند بعد اعتکاف هم در خلوت نشسته بشغل مذکور برابر چشم بند نموده سازند و در جلوت چشم کشاده همان طور مشغول باشند ـ مجاهده شرط است والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا بی مجاهده راهی نمی کشاید مگر بطریق خرق عادت و آن امر دیگر است خارج از لازمه طالب مرتبه سوم که منتهی مجاهده اهل تجربه است آن شغل روح مطهر آن حضرت مظهر الله اکبر در عالم برزخ بی مداخلت هیات و اشکال جسمانی و بی ذکر زبانی و اینهم اعتکاف بدستور ضرور و به ضرورت بی اعتکاف هم اجازت است مالا یدرک کله لا یترک کله ـ یاد و خیال محبوب بهر حال که میسر آید غنیمت است و مشق این خیال ارشاد کرده اند که در خلوت به شرائط نشست به قبله خیال کنند که به مواجه مزار فائض الانوار نشسته ام و آن مزار جسم تمام عالم امکان است و چنانکه تمیز کند در خود که

جسمے دارد وجانے دارد و در مرده که جسم باقی است وجان نه دارد همچنان مرزا مقدس کالبد کل
کائنات عالم تصور کند وجان تمام عالم آنچه هست وتمام عالم بآن زنده ان روح محمدی صلی الله
علیه وسلم است تا آنکه او تعالی به طفیل محبوب پاک خود از تصویر و تصور بتحقیق وتحقق رساند و
همین است معنی رسالة و نبوة در طریقه و مراد ما ارسلناک الا رحمة للعلمین و سر توحید صرف که
از مجاهده مشق نفی و اثبات حاصل نبود هرگاه که باین تحقیق منضم گردد آن زمان ایمان حقیقی
بدست آید و حصن حصین که اصلا شیطان را در آن مداخلت نباشد قبل از آن و در همه
مقامات توحید این خصوصیت نیست نیز گفته اند که مشق اول گو بانجام رسد لازم نیست که به
ثمره مشق ثانی رساند و مشق ثانی به هرگاه که به کمال رسد به ثمره مشق اول رساند مگر
طریق سلوک همان است که معلوم و مروج است قدموا قدمه الله نیز از مجربات حکمای
ایمانی است که در زمان سابق بسبب حکومت اسلام وقلت فسق و فجور و قوت قرب
عهد آنحضرت صلی الله علیه وسلم ظهور برکت این ریاضت بنهایت بود حالا در این بلدان
مثل سابق نمایان نیست فقیر راقم الحروف واقف است از احوال آن شخصے که موافق
ارشاد مرشد خود که محقق و حکیم روحانی مجاهده بسیار کرد چون نوبت این مجاهده بسید
ترقی کجا آنچه داشت از آن هم خالی ماند و جنون و وحشت بهم رسانید مرشدش فرموده که
چون دل یکسر متوجه شے جدید گردید آنچه از پیش داشت مذهول گشت در این ممالک
که در قبضه مشرکان است و شرک و کفر و فسق شایع مطلوب و کمال مقصود بسبب
احاطه ظلمات حاصل نشد که این راهم دخلی است چنانکه حضور سید کائنات علیه
افضل الصلوات در بعضی غزوات بدریافت آنکه در این مکان عذاب خدا نازل
شده کوچ فرمودند و حکم انداختن آب که در مشکها پر کرده بودند و آرد که بآن خمیر
کرده بودند نمودند اگر قصد مدینه منوره نمایی مناسب می نماید آن فقیر فورا بغیر اسباب
و سامان روانه شد و حصل ما حصل.

اولاد

حضرت اقدس کی شادی جناب قاضی مولوی امام بخش صاحب مرحوم کی دختر سے ہوئی تھی قاضی صاحب بدایوں کے شرفا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے نسباً صدیقی تھے ہمیشہ عہدہ ہائے جلیلہ پر مامور رہے۔

ایک صاحبزادی جن کی شادی حضرت مولانا حکیم سراج الحق صاحب کیساتھ ہوئی اور جن کے بطن سے جناب مولانا منیر الحق پیدا ہوئے اور دو صاحبزادہ حضرت مولانا محی الدین مظہر محمود صاحب اور حضرت مولانا عبدالقادر مظہر حق صاحب حضرت اقدس کی اولاد امجاد سے آپ کی یادگار ہے

امام العلماء مقدام الفضلا حضرت مولانا شاہ مظہر محمود محمد محی الدین القادری قدس سرہٗ صفر المظفر کی سترھویں تاریخ ۱۲۴۳ھ قدوس میں آپ پیدا ہوئے مظہر محمود تاریخی نام قرار پایا بچپن سے کمال بزرگی کے آثار چہرہ سے نمایاں تھے تھوڑی سی عمر میں علمی خزائن کو حسن تحقیق کے ساتھ اپنے تصرف میں کر لیا معقول و منقول کو بزرگ والد نے پیار بھری نگاہوں کے ساتھ اس انداز سے پڑھایا کہ تمام امثال و اقران پر فائق ہو گئے۔ بزرگ نام کی نیرنگ نسبت نے بھی اپنا رنگ دکھایا احیائے سنت پر کمر ہمت باندھی لا الٰہ الا اللہ کی جان پر آپ کے قلم نے رقم سے چمک چمک کر بجلیاں گرانا شروع کیں۔ ایک طرف آپ کے دست شفا نے آب بقا کے جوہر دکھائے فن طب کی طرف طبیعت کا زیادہ رجحان تھا۔ مریضوں کا ہجوم آپ کے باب کرم پر ہر وقت نظر آتا۔ آپ نہایت خندہ پیشانی اور شگفتہ مزاجی سے یکساں دلجوئی علاج فرماتے جود وعطا خلق و حیا نے آپ کے اوصاف حمیدہ میں اور بھی چار چاند لگا دئے۔

خدا نے پاک کو تھوڑے دن اس پاک ذات کو دنیا میں رکھنا تھا اس وجہ سے ہزاروں خوبیاں ہزاروں اوصاف آپ کی ہستی میں جمع کر دئے تھے۔ جوانی باپ جراتیں باطنی

اور مدارج روحانی بھی شباب پر پہونچے ہوئے تھے بزرگ ومقدس دادا کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر شیخ کی خدارس نگاہوں کے سہارے منزل قرب کا طواف ہر وقت میسر تھا بیس برس تک ساجد امجد کی حضوری میں رہکر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس کی حضوری کے مزے اڑالئے۔ زہد واتقا کی شان چہرہ سے جھلک جھلک کر عیاں ہونے لگی غرض یہ کہ آپ کی ذات تھوڑی عمر میں مستجمع صفات تھی درس وتدریس کا شغل تصنیف وتالیف کا شوق عبادت وریاضت کا کمال وطب وحکمت کا اشتیاق سب ہی کچھ تھا۔ طب میں قانون بوعلی سینا کا حاشیہ بکمال تحقیق متقدمین کی شرحوں سے ملخص کرکے اس خوبی سے لکھا کہ قانون کے تمام مشکل مسائل حل کردئے اسی طرح میر زاہد رسالہ کا حاشیہ لکھکر اپنی معقولی شان کا اظہار فرمایا ہے۔ مولوی سراج احمد سہسوانی جو آپ کے بھی کہ لینے کے خوشہ چین تھے اور بعد کو وہابی غیر مقلد ہوکر مناظرہ کے میدان میں آئے اور سراج الایمان رسالہ لکھکر نجدیت کی تائید کی آپ نے رسالہ شمس الایمان میں ساری قلعی کھولدی اور یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ شمس الایمان کی حق نما شعاعوں سے بالکل بے نور ہوکر رہ گیا۔ اگر اجل کچھ اور مہلت دیتی تو خدا معلوم کیا کیا علمی نشو ونما آپ سے ہوتی مگر مصداق لایستقدمون ساعۃ و لایستاخرون۔ وعدہ کم نہ زیادہ ابھی عالم شباب ہی تھا کہ عین موسم بہار میں صرصر خزاں کا جھونکا آیا یعنی آپ نے بڑے ماموں مولوی غلام حیدر صاحب کی ملاقات کا قصد فرمایا۔ جو ان دنوں سہارنپور میں تحصیلدار تھے۔ وہاں جاکر یکایک آپ سخت بیمار ہوگئے پیمانہ قضا وقدر نے اتنی مہلت نہ دی کہ مکان واپس تشریف لاتے سہارنپور ہی میں ۶ ذیقعدہ ۱۲۷۶ھ راہی خلد بریں ہوئے ستائیس سال آٹھ ماہ بائیس روز تک اس فانی گلشن عالم کی سیر فرمائی۔ مزار مبارک آپ کا روضۂ مقدسہ حضرت سیدنا شاہ نور قدس سرہٗ قادری (جو حضرت محی الدین عالمگیر خلد مکانی کے زمانہ کے بزرگ اور حضور غوث پاک کی اولاد امجاد سے ہیں) میں جانب شمال واقعہ ہے۔ یہ آستانہ آبادی سہارنپور سے جانب غرب ہے اندرون احاطہ دو مزار ہیں

ایک قبر جو جانب شرق ہے وہ آپ کے جد مادری قاضی امام بخش صاحب مرحوم کی ہے دوسری قبر شریف آپ کی ہے۔ احاطہ مذکور کی شرقی دیوار کے نیچے بدایوں کے ایک اور شخص مولوی ابو محمد صاحب مرحوم تحصیلدار کی قبر ہے۔ مقبرہ متبرکہ کے دروازہ پر یہ فقرہ تاریخی کندہ ہے۔ مدفن المولی الاجل محی الدین الحنفی القادری المجیدی البدایونی اسکنہ الاالہ الجنۃ ۱۲۷۰ھ آپ کے تلامذہ میں منجملہ مشاہیر کے قاضی محمد نذر اللہ ولد قاضی محمد مظہر اللہ مرحوم وقاضی محمد حسین مرحوم اور رؤسا قاضی محلہ میر صفدر علی ولد میر حیدر علی مرحوم ساکن محلہ چاہ میر وقاضی قمر الاسلام ولد قاضی عبد السلام مرحوم محلہ کوچہ عباسیان مولوی سراج الحق ولد قاضی صفی اللہ مرحوم و شاہ احسان اللہ عباسی مرحوم وغیرہم ہیں

مولانا الحاج جناب مولوی حافظ مرید جیلانی صاحب مرحوم آپ صاحبزادہ حضرت مولانا محی الدین قدس سرہ کے ہیں ۹ شعبان ۱۲۶۲ھ میں پیدا ہوئے مظہر احسن نام تاریخی رکھا گیا صرف چھ برس کی عمر ہوئی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن بزرگ دادا کے سراپا شفقت آغوش میں رہکر والد ماجد کی یاد کو بھول گئے ناز و نعم میں پرورش پائی پیار و محبت کے ساتھ تعلیم دی گئی حضرت استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد صاحب قدس سرہ اور حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی تربیت میں تحصیل و تکمیل علوم کی فن طب کی طرف زیادہ طبیعت مائل رہی۔ آپ کے حسن اخلاق اور وسعت ہمت نے آپ کے حلقہ احباب کو وسیع کر دیا تھا۔ روپیہ پیسہ کی آپ کی نظر میں کوئی حقیقت نہ تھی شرف بیعت اپنے مقدس دادا سے حاصل تھا حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ اپنے والد کی طرح آپ بھی عین عالم شباب میں ۸ ربیع الثانی ۱۲۹۷ھ راہی عالم بقا ہوئے ایک فرزند اور ایک دختر اپنی یادگار چھوڑے ایک شادی خاندان میں دوسری شادی محلہ شیخ پٹی بدایوں میں قاضی جمیل الدین صاحب وکیل ایٹہ کی ہمشیر کے ساتھ ہوئی جو ہنوز بقید حیات ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت شہید مرحوم مولانا حکیم عبد القیوم نور اللہ مرقدہ تھے لڑکی کی شادی قاضی مبشر الاسلام صاحب عباسی قاضی ریاست رامپور کے ساتھ ہوئی۔

قاسم نورِ ہدایت قاصم ظہرِ ضلالت مجمع العلوم والفہوم حضرت مولانا الحاج الحکیم شاہ محمد عبد القیوم
الشہید مرحوم قدس سرہٗ ۔ آپ صاحبزادہ جناب مولوی حافظ محمد جیلانی صاحب
کے ہیں ولادت باسعادت ماہ عید الفطر ۱۲۸۳ھ میں ہوئی آپ کے فرجد امجد حضرت
سیف اللہ المسلول نے آپکا نام محمد عبد القیوم تجویز فرمایا۔ اور ذاکر رسول اللہ نام تاریخی
قرار پایا۔ سچ فرمایا گیا ہے الاسماء تنزل من السماء ذکر حضرت خاتم رسالت شفیع امت نبی رحمت
علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نام پاک کی برکت سے آپکا خمیر طینت اور جزو روح بن گیا تھا۔
والد ماجد کی رحلت کے بعد بچپن ہی سے حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ کے آغوش
شفقت میں تربیت پائی۔ پیار و محبت کے انداز محبت و رافت تلطف کا ہونے علم و
فضل کا بہ حقی اثر رگ و پے میں ساری کر دیا۔ تھوڑی سی عمر میں بالاستیعاب بکمال
تحقیق و تدقیق جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ صرف و نحو۔ معانی و ادب۔ فقہ۔ اصول تفسیر
حدیث عقائد کلام منطق فلسفہ۔ ریاضی وغیرہ حضرت تاج الفحول ؒ سے حاصل کرنے۔
اس کے بعد طب کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت مولانا حکیم سراج الحق
صاحب قدس سرہٗ سے علماً و عملاً اس فن شریف کو حاصل کیا پھر دہلی جا کر جناب حاذق الملک
ابو سعید حکیم عبد المجید خانصاحب مرحوم سے بہ نہایت غور و تامل تحقیق و تدقیق فرمائی
جناب حکیم محمود خانصاحب نے آپ کی ذکاوت و ذہانت دیکھکر اور یہ سنکر کہ جناب
مولانا حکیم سراج الحق صاحب کے تعلیم یافتہ حاذق الملک سے سند طب حاصل
کرنے کو آئے ہیں۔ نہایت فرحت و انبساط کے ساتھ سند تکمیل پر دستخط فرمائے
تھوڑی سی عمر میں رب العزت نے وہ دستِ شفا اور ذہن صحیح التشخیص اور فکر رسا عطا
فرمائی تھی کہ امراض مزمنہ عسیرۃ العلاج ذراسی توجہ سے قلیل مدت میں بکلفت
زائل ہو جاتے تھے ۔ بڑے بڑے اطباء آپکی خدا دادطبی قابلیت پر رشک کرتے تھے
محض خدا کی قدرت ہی قدرت تھی کہ اس درجہ شہرت اس فن خاص میں آپ کو
حاصل ہوئی کہ ہندوستان بھر کے مایوس العلاج بیماروں کی تمنائیں آپ کی دولتسرا
کا طواف کرنے لگیں ۔ علم کلام میں توغل خاص تو میراث خاندانی تھا بالخصوص

فرقہ وہابیہ کے رد کی طرف پوری توجہ مبذول تھی۔ تحریر اس درجہ پر زور اور مدلل کہ مخالف ہیبت کلام سے دم بخود ہو جائیں لطافت فصاحت نزاکت بلاغت اور سلاست عبارت اس پر شان انتفاع کلام و حسن نظام ہر ہر فقرہ سے آشکارا تھی اس کے ساتھ ہی شوخی فقرہ بندی سونے پر سہاگہ کا مصداق تھی سیر و مغازی حضرات اصحاب کرام کے بعض حصص کا وہ نفیس اور پر لطف ترجمہ کیا کہ جان فصاحت قربان ہونے لگی تحفۂ حنفیہ جو صرف آپ کی تحریکات سے زیر اہتمام مولوی قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم رئیس پٹنہ جاری ہو کر کئی سال تک نکلتا رہا۔ ہمیں آپ کے علمی مضامین جو دیکھئے شان استدلال اور شوخی عبارت دیکھ کر بے ساختہ دل تڑپ جاتا ہے۔ آپ کی تصنیفات سے رسالہ بیان شفاعت رسالہ فضائل الشہود۔ رسالہ بیان علم عروض۔ رسالہ بیان غربت اسلام۔ سطوۃ فی رد ہفوات ارباب دارالندوہ۔ رسالہ سماع موتی۔ رسالہ مبسوط احکام داسار صلوات جو بفرمائش امام مسجد جامع سکندر آباد ایام سفر حیدر آباد میں لکھا گیا۔ آپ کی یادگار ہیں طب میں رسالہ تدابیر معالجات مرضی اس خوبی سے تحریر فرمایا کہ فہرست ہی میں کل علم طب کے اسرار دقیقہ و رموز خفیہ حل کر دئے۔ یہ رسالہ صرف مسودہ ہی کی حالت میں تھا کہ پیغام اجل آ گیا۔ اسی طرح سیر و مغازی کا اغاز بطرز ناول اسلامی شروع کیا تھا صرف چند اوراق مطبوع ہو پائے تھے کہ پیمانہ حیات لبریز ہو گیا۔ . .

. . . .

. . . . ارہاصات التمتع کا نہایت مبسوط تحقیقی و الزامی جواب لکھنا شروع کیا تھا جو ناتمام رہا۔ ادب میں سبعہ معلقہ کی شرح تحریر فرمائی جو پانچ قصیدہ تک صاف ہو کر رہ گئی۔ اس کے سوا بکثرت مضامین نافعہ تحفۂ حنفیہ میں شائع ہوئے اگر عمر وفا کرتی تو خدا معلوم کیا کیا کارنمایاں ظہور میں آتے۔ نظم میں بھی ماشاءاللہ عجب لطیف و نازک طبیعت پائی تھی اردو فارسی کے علاوہ عربی قصائد بھی انشاء فرماتے مگر کم اتفاق ہوتا۔ علوم ظاہریہ و پابندی ظاہر شریعت و تقوی کے ساتھ علوم باطن و سلوک طریقت سے بھی بہرہ وافر رکھتے اجازت و خلافت طریقہ عالیہ قادریہ

ودیگر سلاسل چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ کی آپ کو حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ اور حضرت
مولانا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ۔ اور حضرت مولانا الحاج شاہ
حکیم عبد العزیز مکی قدس سرہٗ سے حاصل تھی۔ دماغ جان خوشبوئے معرفت سے معطر
دل جلوہ برق جمال سے منور حضور پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ
شان فنائیت و محویت جلوہ گر تھی۔ آپ کے ذکر جمیل رنگ کے عاشق زار تھے سولہ برس کی
عمر میں ہمرکابی حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ فریضۂ حج سے فارغ ہو کر حاضر دربار سراپا انوار
حضور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ دن خدمت و نفع رسانی خلق اللہ میں
وقف تھا یا درس کتب طب ہوتا یا مریضوں کے معالجہ میں وقت گزرتا غربا کو مفت دوا
دیجاتیں۔ بلکہ غریب مریضوں کے جو زیر علاج ہوتے گھر پر تشریف لیجاتے دامے درمے
مدد فرماتے۔ امیر و غریب کسی سے کبھی بسلسلہ طب و حکمت ایک پیسہ نہیں لیا بلکہ وہ
آنکھیں آپ کو یاد کرکے اور آجکل کے اطبا کا طرز عمل دیکھ دیکھ کر اشک ریز ہی ہو جاتی
ہیں۔ کبھی انجام حاجات غربا و مساکین میں داد و دہش ہوتی کبھی ہدایت و نفع رسانی
مسلمین کے لئے تصنیف رسائل مفید و مضامین نافعہ کا شغل رہتا۔ شب کو ذکر و فکر یاد الٰہی
میں استغراق کامل رہتا۔ غرض عجب لیل و نہار تھے۔ آپ نے اپنے حسن تدبیر و فکر رسا
سے احیائے سنت و اماتت بدعت کے متعلق ایسے ایسے اہم اور پیچیدہ و دشوار امور با
حسن وجوہ انجام دیئے جو قیامت تک بطور باقیات صالحات کام دیں گے خاص ایسے میں
بسبب اختلاط قرب و قرابت و کثرت مرافقت و موادت فرقۂ شیعہ بعض قلوب میں
اس قدر مداہنت نے اثر کر لیا تھا کہ ملاطفت ظاہری کے علاوہ یہ اختلاط ضعف ایمانی کا
سبب ہو چلا تھا۔ ماہ محرم الحرام کے عشرۂ اولیٰ میں مجالس ذکر شہادت حضرات سبطین نیر
ین علیہما السلام میں مراثی شعرائے شیعہ جن کے شعر شعر کی رگ و پے میں بوئے سب و تبرا اور
اتہام و افترا سازی ہوتی ہے خود انھیں کے سوز خوانوں یا کتاب خوانوں سے پڑھوائے
جاتے تھے۔ اس محی سنت یکتا نے ان عزاداران اہلسنت کو خواب غفلت سے چونکایا
اثر تقریر تو وہ خداداد تھا کہ جس سے دو باتیں کر لیں اپنا بنا لیا۔ فدائے حضرت محبوب اکرم

دستگیر عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ بڑا محبوبیت ڈالا تھا کہ سارا شہر شیدا تھا ان اور فدائی تھا۔ آپ نے ایک مجمع عام اہلسنت میں یہ رائے پیش کی مجالس شہادت کا یہ نامہذب طریقہ بدلنا چاہیئے اور طرز مرغوب جو عند اللہ اور عند الرسول مستحسن و محبوب ہو قائم کرنا چاہیئے۔ اگرچہ بادی النظر میں بسبب اختلاط و شدت ارتباط یہ طریقہ بدلنا دشوار معلوم ہوتا تھا مگر آپ کے خلوص قلبی نے رنگ دکھایا تمام اہلسنت نے متفقہ طور پر آپ کی اصابت رائے کو پسند کیا۔ تین سال تک آپ نے خود اہتمام کیا ایک ایک دن تین تین چار چار مقام پر ذکر شہادت و فضائل اہلبیت اس خوبی و خوش اسلوبی سے بیان فرماتے۔ کہ ہر مجلس نمونہ میدان کربلا تھا۔ تا در و دیوار گریہ کناں معلوم ہوتے۔ بعض وقت خود بھی روتے روتے بیہوش ہو جاتے۔ واقعات شہادت کا بیان کرنا ورد اصل آپ کا حصہ ہو گیا تھا۔ التزام صحت روایات اس قدر تھا کہ کیا ممکن کبھی ایک لفظ خلاف طریقہ اہلسنت نکل جاتا۔ واقعات شہادت کے متعلق ایک رسالہ بھی صحت روایات کے ساتھ آپ نے ترتیب دینا شروع کیا تھا۔ جو پورا نہ ہو سکا تحفظ عقائد کے لئے آپ نے جامع شمسی کے قدیم مدرسہ کو جو عرف نمکدان نا ہو چکا تھا از سر نو حیات تازہ بخشی اپنے پر زور مواعظ سے شہر والوں کے قلوب کو ہلا ڈالا۔ ۱۱ صفر ۱۳۱۷ھ کو مدرسہ کا افتتاحی جلسہ نہایت عظیم الشان پیمانہ پر منعقد کیا گیا علما و مشایخ شرکت کے لئے تشریف لائے۔

الحمد للہ کہ وہ مدرسہ ابتک جاری ہے اور آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد عبد الماجد صاحب کے زیر اہتمام جو ترقی کر رہا ہے وہ کوئی پوشیدہ راز نہیں ہر سال کے عظیم الشان جلسے مدرسہ کی ترقی کی شہادت دیتے ہیں۔

شہید مرحوم کے احسانات بدایوں اور اہل بدایوں کبھی فراموش نہیں کر سکتے باوجود کثرت مشاغل حفظ کلام مجید کا شوق یکبارگی پیدا ہوا رمضان المبارک میں دن کو تھوڑا تھوڑا یاد کر کے شب کو محراب میں سناتے لیکن نوبت اتمام نہ پہنچی۔ اس طرح آپ نے زمرہ حفاظ کلام ربانی میں بھی اپنا چہرہ لکھا لیا۔ جہاں آپ کا حسن اخلاق حسن سیرت حسن عادات ایک عالم کو گرویدہ بنائے ہوئے تھا وہاں آپ کے حسن صورت نے بھی

شانِ محبوبیت حضور محبوبِ اکرم دستگیرِ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا جلوہ تھا۔ والد بزرگوار اور
جدِ امجد کی طرح قسامِ ازل کی بارگاہ سے تھوڑی سی عمر لکھا کر لائے تھے۔ جمادی الاخریٰ ایام
عرس شریف حضرت سیف اللہ المسلول میں حسبِ معمول ششم جمادی الاخریٰ کو فضائل اہلبیت
اطہار و ائمہ کبار اور ذکر شہادت بیان کیا جاتا تھا۔ ۱۳۱۱ھ ماہِ مبارک کو مزار فائض الانوار
کے مواجہہ میں بیٹھ کر آپ نے بیان شہادت کچھ اس رنگ اور جوشیلے انداز سے پڑھا کہ
ساری محفل نمونۂ محشر بن گئی۔ در و دیوار سے برکات و انوار کربلائے معلّٰی کی بارش ہوتی
معلوم ہوتی تھی۔ ہزارہا اہل اسلام سادات کرام مشائخ عظام علمائے اعلام جو
بتقریب عرس سراپا قدس شریک محفل تھے۔ بیخودانہ اضطراب کے ساتھ اشکبار تھے۔ ختم
بیان کے وقت جب دعا کو ہاتھ اوٹھائے عروس قبول باب اجابت کے جھروکوں سے
لبیک گویاں برآمد ہوئی۔ حضارِ محفل ہر دعائیہ فقرہ پر پکار پکار آمین کہتے جاتے تھے۔ دفعتہً
بکمال جذبۂ حقانی و کشش غیبی یہ دعا بھی مانگی کہ الٰہی بہ برکت شہادت اہلبیت رسالت
و عترت خاندان نبوت اپنے اس بندہ گنہگار کو بھی مخانۂ شہادت سے ایک جام عطا ہو
اگرچہ آپ کا بکمال الحاح و تضرع حضرت رب العزت میں یہ عرض کرنا سب احباب کے
دل میں ایک عجب طرح کا ولولہ انگیز اثر کر گیا۔ مگر چونکہ حجاب غفلت درمیان تھا اس وقت
کوئی یہ نہ سمجھا کہ یہ دعا تیر بہدف بن چکی۔ اور اس سچے خلوص والے کے پاک قلب سے
نکل کر سیدھی دربار قبول تک پہونچی اور اجابت کے گہوارہ میں اپنا بستر استراحت بچھالیا
لو اقسم علی اللہ لابرہ کی شان تجلی ریز ہوئی جس وقت اس مشتاق قلب کی مچلی ہوئی
تمناؤں کا سچے جذبہ کے ساتھ دعا کرنا اور ہزاروں اہل اسلام کا آمین کہنا ایسا مؤثر ہوا
کہ چالیس روز کے اندر ہی اندر عروس شہادت سے خلوت قرب و اتصال میں ہمکنار
ہوئے۔ من طلب الشهادة صادقا اعطیها ولو لم تصبه یعنی جو شخص خدا سے درجۂ
شہادت مانگے گا اور صدق و خلوص سے یہ دعا کرے گا وہ اگرچہ ظاہر میں شہید نہ ہو لیکن
اس مرتبہ کی سرفرازی اس کو حاصل ہوگی۔ اس درد انگیز سانحہ ہوشربا اور حادثۂ جانگزا کی
مختصر کیفیت یہ ہے کہ پٹنہ میں قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم کے مدرسہ اہلسنت کا سالانہ جلسہ

اخوان تھا فاضل صاحب مرحوم کو آپ کے ساتھ ایک خاص عقیدت آمیز محبت تھی
اس وجہ سے جلسہ کا سارا دارومدار آپ پر موقوف کر دیا تھا چنانچہ آپ نے تمام علمائے
اہلسنت کو شرکت کے لئے مدعو کیا اطراف و جوانب میں خود چل پھر کر مشائخ کو زیادہ تر شرکت
کیا یہاں تک کہ آپ کی سعی اور شان اثر کی بدولت تمام ہندوستان کے مشاہیر اہلسنت پٹنہ پہنچ گئے ٹھیک
وقت پر خود بھی بہمراہی حضرت تاج الفحول قدس سرہ ایک پر رونق قافلہ کی برات کے
دولہا بنکر بدایوں سے روانہ ہوئے ریل کے سفر میں اوقات مستحبہ صلوٰۃ خمسہ کا اہتمام
جس قدر دشوار ہے وہ ظاہر ہے لیکن آپ کی ہمت قویہ کے سامنے رب العزت نے
اس کو بھی آسان کر دیا تھا۔ اثنائے راہ میں ایک اسٹیشن پر نماز فجر کے اہتمام کے واسطے
بقصد طہارت اُترے جب پھر چڑھنے کا قصد کیا تقدیر ازلی نے اپنی طرف ہاتھ کھینچا
پاؤں پھسلا ریل چل نکلی گر کر ریل کے نیچے قریب پہیہ کے پہنچ گئے حتیٰ کہ دامن اس کے
ساتھ الجھکر گردش کھانے لگا جس کے باعث کئی مرتبہ یہ نوبت آئی کہ خود بھی پہیہ کے
نیچے آکر دب جائیں۔ اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ لیکن خود فرماتے تھے
کہ اس حالت میں میرے ہوش و حواس بالکل بجا تھے اور ذرا بھی ہراس و وسواس پاس
نہ تھا توجہ کامل اور اخلاص دل و روح پر فتوح حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مائل
اور مستمد و متوسل تھا۔ ہر گردش میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص بار بار اُس جانب سے
ہٹا کر باہر کی طرف کر دیتا ہے۔ اس حالت میں اگرچہ جسم نازک گرنے کے باعث چوٹوں سے
چور تھا لیکن کرامت قویہ کا کس قدر کھلا ہوا ظہور تھا کہ جس وقت ریل رک گئی ہے یہ
مرد خدا اپنی قوت ہمت سے اسم پڑھتا ہوا۔ ریل کے نیچے سے خود نکل آیا۔ تمام دیکھنے والے
متحیر تھے سب کو موت کا یقین تھا۔ یہ تحیر اور بھی ترقی پذیر ہوا جب بغور دیکھنے سے معلوم
ہوا کہ کوئی زخم کاری نہیں ہے نہ کسی مقام پر کوئی ضرب شدید آئی ہے۔ ہاتھ پیر ٹوٹنا تو
درکنار مسافرین میں شور خرق عادت کا غلغلہ بلند ہو گیا۔ ہمراہیان پریشان خاطر نے ہاتھوں
ہاتھ لیا۔ جب ذرا آپ کی طبیعت کو افاقہ معلوم ہوا تو مکان واپسی کا اصرار کیا لیکن
آپ نے یہی فرمایا کہ اب مکان پلٹنا منظور نہیں جس نیت سے گھر چھوڑا ہے وہ کام

دینی ہے اور امر اہم ہے۔ اس کی شرکت جان سے مقدم ہے اللہ اکبر ما صادق جن لیے ہوتے ہیں کن کن تکالیف کا سامنا اور کیسی ہمت۔ بیشک اہل اللہ میدان محبت کے سچے ثابت قدم جان کو جان نہ سمجھ کر رضائے جاناں میں مٹا دینے والے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے کامل مصداق اللھم اجعلنا منھم۔ آپ کے اصرار سے آپ کو عظیم آباد لے گئے راہ میں چھپرہ اسٹیشن پر ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا کہ وہاں پلیگ ڈیوٹی کے ڈاکٹر نے قرنطینہ میں رکھ لیا بدقت تمام یہاں سے نجات حاصل ہوئی پٹنہ پہونچے وہاں آپ آٹھ روز تک صاحب فراش رہے پھر عارضہ سہال شروع ہوا اسی اثنا میں درد ذات الجنب کے دورہ کی شدت ہوئی لیکن ان سب مصائب میں جن کو سنکر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس جان نثار نبی اسلام نے کبھی زبان سے اُف نہ کیا۔ کبھی کوئی کلمہ شکایت یا محبت دنیا یا یاد وطن کا لب تک نہ آیا۔ ہر وقت ذکر و فکر و یاد خدا و رسول کا وظیفہ تھا۔ ذکر رسول اللہ جو کہ تاریخ ولادت تھی اسی کا کرشمہ وقت وفات تک اظہار ہوتا رہا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اشرار ندوہ کی خلاف انسانیت شرمناک سازش بذریعہ کسی دوائے ہلاک کے آپ کی شہادت کا باعث ہوئی۔ کیونکہ ندوہ کو اس فاضل نوجوان کی ذات والاصفات سے بڑی بڑی مذہبی خفتیں اٹھانا پڑی تھیں اور اس وقت دونوں جلسہ عظیم الشان پیمانوں پر وہاں ہو رہے تھے۔ ادھر تیرھویں تاریخ ماہ رجب المرجب کو جلسہ اہل سنت کا اختتام ہوا۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام نے جو اُس روز تھے حسب معمول بعد ختم جلسہ آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور ختم جلسہ کی خبر آپ کو پہنچائی۔ اور وہاں آپ نے شکریہ الہی ادا فرمایا اور نہایت مردانہ وار نماز عشا مع وتر ادا فرمائی اس کے بعد قریب آدھ گھنٹہ یاد الہی میں مصروف و مستغرق رہ کر شب پنجشنبہ میں جس کی صبح کو چودھویں تاریخ ہونے کو تھی نہایت سرور و انبساط کے ساتھ ۳۵ سال کی عمر میں واصل بحضرت ذوالجلال ہو گئے

صورت از بے صورتی آمد بروں

عاقبت انا الیہ راجعون

جہان اسلام میں کہرام مچ گیا۔ اہل سنت کی سچی سچائی ہدایت کا ولولہ غربت و بیکسی میں

عروس شہادت سے ہمکنار رہوا۔ باغ قادری کا نوشگفتہ پھول یکایک مرجھا گیا چمنستان علم کا تازہ و شاداب گل نوبہار یک بیک کملایا ہندوستان بھر میں اس سانحہ عظیم سے قلق و ملال کی ایک لہر دوڑ گئی۔ بکثرت اکابر علما و مشائخ صلحا و اتقیا سے اہل ہند کا اجتماع اُس وقت بسبب جلسہ اہلسنت وندوۃ العلما پٹنہ میں ہو رہا تھا تھوڑی دیر میں سارے شہر میں آپ کی خبر رحلت مشہور ہو گئی حضرت سیدی تاج الفحول نے حضرت مولانا حافظ شاہ عبدالصمد صاحب مودودی چشتی سہسوانی کو یہ فرماکر کہ سید صاحب آپ شہید مرحوم کے بہت زیادہ نازبردار اور اُن کی آرایش کا ہر وقت خیال رکھنے والے تھے آج آپ ہی ان کو غسل میت بھی دیجیے غسل کے لئے منتخب کیا چنانچہ حضرت سید صاحب اور حضرت اقدس مولانا شاہ مطیع الرسول قبلہ مدظلہم العالی بشرکت مولانا فضل مجید صاحب مرحوم اور مولوی منشی کرم احمد صاحب مولانا عبدالواحد خانصاحب رامپوری غسل دیا مولوی ستار بخش صاحب قادری جو ذرا دیر کو بھی جدا نہ ہوتے تھے بانکی پور پولیس کے بنگلہ پر بھیجے گئے تاکہ شب ہی میں جنازہ کی روانگی کا سارٹیفکیٹ لکھوا لیا جائے۔ بعد تجہیز و تکفین نماز جنازہ شب ہی میں ادا ہوئی تمام علما و مشائخ موافق مخالف بجز قاضی علی احمد یا الدین جو باوجود اطلاع یابی اور موجودگی

نماز میں شریک ہوئے جنازہ کی معیت میں حصہ لیا۔ اور باقی اکثر شریک تھے حسین بفرمائش حضرت تاج الفحول قدس سرہ حضرت مولانا شاہ امین احمد صاحب بہاری سجادہ آستانہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی شاہ صاحب صوبہ بہار کے جلیل القدر مشائخ اور اپنے وقت کے فرد الافراد تھے جلسہ اہل سنت میں حضرت تاج الفحول نے آپ کو ہی صدر بنایا تھا نماز جنازہ کے بعد حضرت تاج الفحول قدس سرہ

حضرت مولانا صاحب ... یہ فرماکر کہ میں دہلی جاتا ہوں اور وہاں سے شہید مرحوم کی اہلیہ محترمہ کو ہمراہ لاکر خالی [illegible] ریلوے اسٹیشن پر شامل جنازہ ہو جاؤنگا چار گھنٹہ قبل فرودگاہ سے رخصت ہو کر اسٹیشن تشریف لائے ٹکٹ لیلئے لیکن اسی اثنا میں مولوی محمد فاروق صاحب

چریا کوٹی اسٹیشن پر آگئے بجائے اس کے کہ آپ کے لخت جگر کی تعزیت کرتے سلسلہ کلام اس طرح شروع کردیا کہ میں مولانا عنایت رسول صاحب چریاکوٹی کا چھوٹا بھائی اور شاگرد ہوں جو آپ کے والد ماجد کے تلامذہ میں سے تھے اس اعتبار سے آپ میرے اُستاذ زادے اور واجب التعظیم بزرگ ہیں میں ندوہ میں بغرض اصلاح شریک ہوا ہوں اور مدرسی کو بھی اسی نیت سے قبول کیا ہے۔ اس کے بعد ندوہ کی خرافات کا اقرار کرتے ہوئے اس کی اصلاح کے متعلق مکالمہ شروع کردیا جس کا مکمل تذکرہ دربارِ حق و ہدایت میں موجود ہے۔ یہاں صرف حضرت تاج الفحول کی حقانیت و حق گوئی قابلِ دید ہے کہ باوجود اس شدید صدمے اور اس سخت پریشانی کے اظہارِ حقانیت میں کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ یہانتک کہ دو ٹرینیں دہلی جانے والی روانہ ہوگئیں۔ اور جنازہ بھی اسٹیشن پر آگیا۔ مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی نے جب یہ سنا کہ حضرت تاج الفحول ہنوز اسٹیشن پر موجود ہیں اور ایک بے موقعہ اور فضول گو سے مکالمہ فرما رہے ہیں۔ فوراً حضرت تاج الفحول کے قریب حاضر ہوئے مولوی فاروق صاحب کی اس حرکت پر سخت غضب ناک ہوئے آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئیں حضرت فاضل بریلوی کا یہ غصہ اگرچہ صرف اس اظہار افسوس کے لئے تھا کہ باوجود علم کے مولوی فاروق صاحب نے ایک پاک دکھے ہوئے دل پر بیکار نمک افشانی کی ہے اور ایسے سخت ضروری وقت میں بیکار بحث چھیڑ کر وقت ضائع کیا ہے تاہم حضرت تاج الفحول نے فاضل بریلوی کے غصہ کو یہ کہکر فرو فرمایا کہ مولانا اگرچہ مولوی عبدالقیوم میرے ایک بچہ کا انتقال ہوچکا اب میرا دوسرا حقیقی بیٹا مولوی عبدالمقتدر صاحب بھی (خدانخواستہ) اگر فوت ہوجائے تو بھی مجھے کچھ پروا نہ ہو اور میں مولوی فاروق ہوں یا اور کوئی مولوی صاحب ہوں اظہارِ حق میں ذرا دریغ نہ کروں حضرت فاضل بریلوی فرطِ ادب سے حضور بجا و درست کہکر خاموش تو ہوگئے مگر مولوی فاروق صاحب کی اس بے محل گفتگو اور بے وقت وعدہ وعید سے سخت ناراض تھے اور بار بار سورۃ منافقون کی بلند آواز سے تلاوت فرماتے تھے غرض حضرت تاج الفحول دہلی روانہ ہوئے

اور جنازہ اسپیشل گاڑی میں بدایوں کو براہ آنولہ روانہ ہوا جس وقت سے شہر میں اس
نونہال قادری کی شہادت کی خبر متعدد تاروں سے معلوم ہوئی اسی وقت سے سارا
شہر ماتم کدہ بنا ہوا تھا وقت وقت اور ... کا انتظار ہو رہا تھا۔ بریلی۔ شاہجہانپور
کاسگنج تک لوگ پہنچ چکے تھے آنولہ پر جم غفیر متوسلین کا ایک روز قبل سے ہجوم تھا۔
۱۷ رجب المرجب شب کے وقت گاڑی آنولہ ریلوے اسٹیشن پر پہونچی اور [illegible]
رجب کو علی الصباح آنولہ سے چلکر حوالی بدایوں میں جنازہ آگیا سارا شہر گریہ کناں مصیبت
میں در و دیوار سے گریہ و بکا کی آوازیں آتی تھیں۔ اسی دن اس نونہال گلشن قادری
کو آستانہ قادریہ میں اپنے جد عبدالمجید کے پاس مزار میں استراحت کر دیا گیا۔ یہاں یہ بات
بھی قابل تذکرہ ہے کہ حضرت تاج الفحول نے جب قصیدہ مبارکہ مہربان مجیب ہے
اللہ تعالیٰ کے پیارے غوث اعظم کو کیا فضل ہے آقا میرا) شعر پڑھایا تو حضرت شہید مرحوم
نے عرض کیا کہ حضور یہ شعر (نام والا جو لکھا جائے کفن پر میرے تو وہ ہم پڑھ جائے
حیدر نکلے جنازہ میرا) جیسے ہی حضرت نے پڑھا تو حضرت اقدس نے بچشم پرنم
کہکر سکوت فرمایا نتیجہ و فال شعر ہو کر ظاہر ہوا کہ شہید مرحوم نے دو صاحبزادہ ایک مولانا
عبدالماجد صاحب اور ایک عبدالحامد صاحب اور ایک صاحبزادی جو مولوی ظہور الحق
نواسہ حضرت مولانا سراج الحق صاحب قدس سرہ کے عقد میں ہیں اپنی یادگار
چھوڑیں اس سانحہ جانکاہ پر بے حد تاریخیں عربی فارسی اردو میں اہل فن نے لکھیں
تعزیت کے خطوط اشعار نظم قطعے مسدس۔ مثنویاں سب ہی کچھ موصول ہوئے۔ کیا یہ
جن میں سے چند یہاں بھی تحریر کی جاتی ہیں۔ باقی بخوف طوالت آئندہ کسی موقعہ کیلئے
ملتوی کی جاتی ہیں۔

قطعہ

عالم کامل طبیب نامدار ... قیوم آل رشید روزگار
از شہادت منصب اعلیٰ گرفت روح پاکش رفت در دار القرار
ماتمی از فرقت او اہل جہاں نوحہ خواں ... فراقش روزگار
تا کے ابن گریہ بالہ تا ... کے تا ... ہاتفی حسرت اشکبار
صبر کن تاریخ رحلت خوش نویسد شد کنہت عالم عالی وقار
۱ ۱۳۶ ۱۲۰ھ

مخدومی و مطاعی جناب مولانا شاہ حکیم محمد عبد الماجد صاحب قادری دامت برکاتہم

آپ کی ولادت شعبان ۱۳۰۳ھ میں ہوئی منظور حق تاریخی نام ہے تحصیل و تکمیل مدرسہ قادریہ میں ہوئی حضرت شہید مرحوم اور حضرت تاج الفحول قدس سرہ سے بھی علمی فیض و برکت حاصل کی ابتدائی تعلیم مولانا محب احمد صاحب قبلہ کے پاس تکمیل حضرت قبلہ عالم ظلہم الاقدس سے کی فن طب کی تکمیل حکیم غلام رضا خاں صاحب دہلوی سے حاصل کی اور انہی سے سند طب حاصل کرنے کے بعد بدایوں آکر جو علمی خدمات انجام دیں وہ عالم آشکارا ہیں مدرسہ شمس العلوم کو زندگی تازہ بخشی شہر بدایوں کی چہل پہل کو از سر نو فروغ دیا۔ وعظ کی ابتدا حضرت تاج الفحول قدس سرہ کے سامنے ہی ہو چکی تھی لیکن اب تو زور تقریر کے اعتبار سے ملک میں فرد و یکتا مانے جاتے ہیں ہندوستان کے مشاہیر واعظین میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی شہرت محتاج تحریر ہونے سے بے نیاز ہے بڑی بڑی انجمنیں چھوٹی چھوٹی تحریکیں آپ کی شرکت سے فروغ پاتی ہیں جس کام میں ہاتھ ڈالا اس کو معراج ترقی پر پہنچا کر چھوڑا۔ زور تقریر کے علاوہ زور تحریر بھی اپنی ہی شان کے ساتھ موجود ہے۔ نظم و نثر میں نکات قلم برداشتہ لکھنا ایک معمولی سی بات ہے باوجود اس عظمت و وقار کے جو تمام ملک میں کیا جاتا ہے مزاج میں خودی و خود نمائی نہیں ہر شخص سے بے تکلفی ہر بات میں سادگی۔ آنے والوں کے ساتھ اہل صحبت والوں کے ساتھ بے حد خوش اخلاق ہیں تمام شہر گرویدہ ہے مدرسہ شمس العلوم کے سالانہ جلسوں میں آپ کی سعی مشکور ہوتی ہے وعظ کا ملکہ چھوٹے چھوٹے بچوں میں پیدا کر دیا ہے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں چھوٹے چھوٹے بچے نہایت بیباکی کے ساتھ تقریر کرتے ہیں جو ہر سال ہزاروں لوگ دیکھتے ہیں۔ عزیزم مولوی جمیل احمد صاحب قادری اور مولوی عبد الواحد صاحب (مولوی فاضل) مولانا سید عیسیٰ علی صاحب و مولوی حکیم حبیب الرحمان صاحب مارہروی جو اپنی خوش بیانی اور زور دار تقریروں کے باعث واعظین کے زمرہ میں آچکے ہیں صرف آپ کی ہی کوشش کے ثمرات ہیں۔ تصنیف کا شغل بھی ہے خلاصۃ العقائد۔ خلاصۃ المنطق۔ خلاصۃ فلسفہ و رسالہ جواز عرس قول السدید وغیرہ تصنیفات مقبول و مشہور کتابیں آپ کی تصنیف سے مطبوع ہو چکی ہیں شادی جناب مولوی ابرار الحق صاحب

کیف مرحوم کی دختر سے ہوئی ہے دو لڑکے عبد الواحد اور عبد الواحد صغیر سن موجود ہیں
خداوند کریم عمر و درجات میں ترقی عطا فرمائے۔
صاحبزادہ مولوی عبد الحامد صاحب سلمہ۔ یہ چھوٹے صاحبزادہ حضرت شہید مرحوم
کے ہیں بجانب والدہ آپ کا سلسلہ نسب حضور غوث اعظم تک پہنچتا ہے حکیم صاحب
کے سامنے ہی بتاریخ ۱۳۱۸ھ دہلی میں پیدا ہوئے چونکہ ایام حمل پورے ہونے سے
پہلے ساتویں مہینے پیدا ہوئے اس لئے بالکل مضغہ گوشت تھے بڑی اللہ آمین سے
پالے گئے خدا نے زندگی عطا کی ایام رضاعت ہی میں والد کا سایہ سر سے اوٹھ گیا
والدہ نے پالا پرورش کیا اس وقت خدا کے فضل سے پندھویں سال میں ہیں حضرت
صاحبزادہ گرامیقدر مولانا عبد القدیر صاحب سے تعلیم پاتے ہیں محمد ذوالفقار حق تاریخی ۱۳۱۸
نام ہے۔ خداوند کریم علم و عمر میں برکت دے۔

قبلۂ ارباب قبول حضرت تاج الفحول شیخ الاسلام فی الہند مولانا شاہ مظہر حق عبد القادر محب الرسول قدس سرہ

آپ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ کے صاحبزادہ صغیر ہیں۔ ولادت باسعادت
۱۷ رجب المرجب ۱۲۵۳ھ کو ہوئی۔ بالہام بالملہم شیخ الاسلام فی الہند یوم ولادت سے
بطور اسم تاریخی آپ کا لقب قرار دیا گیا جد امجد حضرت سیدی عین الحق قدس سرہ ۱۲۵۳ھ
نے مظہر حق تاریخی نام مقرر فرمایا۔ اور بروز عقیقہ باشارۂ حضور غوثیت مآب دستگیر عالم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا اسم شریف عبد القادر رکھا گیا والد بزرگوار نے محب الرسول ۱۲۵۳ھ
جزو نام قرار دیا۔ آپ کے ایام طفولیت کے دیکھنے والے متواتر بیان کرتے ہیں کہ اس
زمانہ میں جبکہ عام بچوں کو بات کرنے تک کا ہوش نہیں ہوتا سوائے لہو و لعب کچھ
سمجھ بھی نہیں سکتے آپ کو ایسا حیائے و ین متین اور اتباع شرع مبین ملحوظ خاطر تھا کہ

بلا کسی کی تعلیم کے بدعات مروجہ زمانہ حال یعنی تعزیہ وغیرہ دیکھنے تک سے روادار نہ ہوتے تھے۔ نہ کسی امر خلاف شریعت کی طرف کبھی طبع اقدس متوجہ ہوتی تھی۔ تقریب بسم اللہ خوانی آپ کے جد امجد حضرت قدس سرہٗ المجید نے ادا فرمائی اس کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا حضرت استاذ الاساتذہ نور مجسم مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے جو آپ کے عم مکرم تھے کمالات علمیہ میں آپ کو معراج کمال تک پہنچایا۔ اس کے بعد آپ نے معقول کو حضرت استاذ مطلق علامہ عصر جناب مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ سے بکمال تحقیق اخذ فرمایا حضرت استاذ مطلق اپنے تلامذہ میں سے آپ پر ناز کرتے آپ کی تعلیم مائیہ اعزاز جانتے اور آپ پر ہمیشہ فخر کرتے۔ اکثر فرمایا کرتے کہ صاحب قوت قدسیہ ہر زمانہ میں ظاہر نہیں ہوتے وقتاً بعد وقت اور عصراً بعد عصر پیدا ہوتے ہیں اگر اس زمانہ میں کسی کا وجود مانا جائے تو آپ کی طرف اشارہ کرکے فرماتے کہ یہ ہیں یہ ہی بار بار کہا کرتے کہ ان کے ذہن کی جودت وسلاست ابوالفضل و فیضی کے اذہان ثاقبہ کی جودت کو مات کرتی ہے۔ اسی طرح آپ کے والد ماجد آپ کے ذہن خداداد کی شان میں ارشاد فرماتے کہ مجھے مولانا فیض احمد صاحب قدس سرہٗ کی ذہانت و ذکاوت زیادہ ہے مگر یہ خورد عبد القادر کی ذہانت مجھ سے اور مولوی فیض احمد صاحب دونوں سے زیادہ ہے۔ مولانا فضل حق علیہ الرحمۃ کے صدہا شاگردوں میں چار بزرگ عناصر اربعہ سمجھے جاتے ہیں۔ ایک مولانا کے صاحبزادہ مولانا عبد الحق صاحب۔ دوسرے مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری۔ تیسرے مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رامپوری چوتھے حضرت تاج الفحول رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین لیکن بقول حضرت مولانا عبد الحق صاحب خیرآبادی ہر سہ اصحاب کسی خاص فن میں یکتائے عصر اور وحید روزگار ہیں مگر حضرت تاج الفحول کا تبحر اور جامعیت جملہ علوم وفنون میں ہے۔ اس بات کے آنکھوں سے دیکھنے والے صدہا موجود ہیں کہ جس زمانہ میں حضور اقدس تاج الفحول کافیہ پڑھتے تھے فوائد ضیائیہ کا اپنے طلبہ کو بلاتکلف خوب سمجھا کر درس دیا کرتے تھے۔ بعد فراغ علوم عقلیہ و نقلیہ سند اجازت حدیث اپنے والد ماجد سے لی اور شرف بیعت سے مشرف ہو

حرم اقدس میں جب پہلی بار حرمین شریفین کی حاضری کا قصد کیا بذریعہ والا نامہ خلافت نامہ و وراثت نامہ سے سرفرازی بخشی گئی۔ وہ وہ دولت جو سینہ بسینہ منتقل ہوتی چلی آتی تھی اپنے مقر پر آٹھہرے۔ اسی سفر میں حرم محترم میں حاضر ہو کر بارشاد والد بزرگوار امام المحدثین مقدام المفسرین حضرت سیدنا مولانا شیخ جمال عمر حنفی المکی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حدیث حاصل فرمائی علم حدیث میں امام بخاری فقہ میں حضرت امام اعظم امام الائمہ ابوحنیفہ کوفی اصول میں امام علی بزدوی فخر الاسلام تصوف سلوک میں امام غزالی تصوف حقائق میں حضرت شیخ ابن عربی سے اگر آپ کو تشبیہ دی جائے تو اہل حق تسلیم کرنے کے لئے گردن جھکا دیں۔ اسی طرح نسبت قویہ قادریہ کے اعتبار پر اگر آپ کو مظہر اتم حضور غوث اعظم قرار دیا جائے تو اہل بصیرت عبد القادر ثانی آپ کو کہنے کیلئے آمادہ نظر آئیں معقولات باوجود بے تعلقی کے اور قصداً اور عمداً اعتنا نہ کرنے کے [illegible] چھوڑ دیتے ہیں جب آپ کے سامنے معمولی دماغ والے طلبہ کوئی مسئلہ پیش کرتے تو کیسا ہی مشکل سے مشکل مقام ہوتا ادنیٰ سے ادنیٰ توجہ میں اس فصاحت و وضاحت سے سمجھا دیا جاتا کہ بڑے بڑے مناظرین فلسفیین ششدر دیکھتے رہ جاتے عرفانی فلسفہ کی چمک اور حقائق تصوف کی جھلک نے وہ جلوہ ریزی کی کہ فلسفہ یونانیاں بالکل نگاہوں سے گر گیا۔ روحانیات کا عالم تجلیات سے ہر وقت پیش نظر تھا [illegible] ان کی کیا وقعت آپ کے نزدیک ہو سکتی تھی ایک مقام پر خود ارشاد فرماتے ہیں۔

پڑھا تھا یا لکھا تھا [illegible]
کیا وہ شکر حق سے [illegible]

باطن بینی کی لذت آشنا نگاہیں جب عرفان الٰہی کی پر لطف مناظر کی سیریں کرنے لگتی ہیں تو ظاہری علوم سے اس طرح اظہار بیزاری کیا جاتا ہے جیسا کہ ارباب بصیرت و اصحاب طریقت کے اقوال سے ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

آنکہ چاشنی ذوق عرفاں یافتہ سوئے قیل و قالہا کے رو کند	[illegible] [illegible]

او ز اسرار قدم آگاہ شد — باقی باللہ و فانی اللہ شد
علم ظاہر پیش او یک ذرہ — جوش طوفان خرد یک قطرہ
بو علی پس خوردہ یونانیاں — ہیچ باشد پیش علم روح شاں
صد شکایت زو بسے در سوز فلسفہ — بار تر از صد جہل پیش معرفہ
عارفا دانندہ اسرار کن — نوحہ خوان محفل علم لدن
شغل دل در علم یونان کے کند — دل سوئے ایں ہرزہ گو یا کے نہد

بایں ہمہ اگر طلبہ کا اشتیاق و اصرار حد سے گزرتا تو سرسری طور سے قاضی صدرا وغیرہ جو عام علما کی نظر غائر سے کہیں اعلیٰ ہے پڑھا دیا کرتے ورنہ اکثر توجیہ تلامذہ کے سپرد معقول کے اسباق کر دیئے گئے تھے۔ سفر حرمین شریفین جو متعدد بار آپ نے فرمائے وہاں بھی متواتر ایام قیام میں بحکم مرشد یہ پارہ بخاری شریف کے بالترتیب ورد بالاتصال بطور وظیفہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ سوائے حاجات ضروریہ بشریہ کے اکثر اوقات بخاری شریف کے ورد میں مشغول رہتے تھے یہی سبب تھا کہ پاک صفروں کی برکت اور قوت حافظہ کی جودت سے بخاری شریف حرفاً حرفاً آپ کو قریب حفظ تھی اور آپ کی فضیلت سب سے اعلیٰ و بالا تھی کیونکہ جس طرح آپ کلام الٰہی کے حافظ تھے اسی طرح احادیث نبوی کے بھی حافظ تھے۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کی صحبت سراپا برکت کے اثر سے بخصوصی شرف مولانا حافظ شاہ عبدالصمد صاحب مفتی صدودی سہسوانی کو بھی حاصل تھا کہ وہ بھی اکثر پارے بخاری شریف کے حافظ تھے اور حافظ بخاری شریف کہے جاتے تھے اکثر مفتیان زمانہ حال میں یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ فتویٰ لکھ دیکھ کر یا لے بے سند لکھ دیتے ہیں یا اگر سند لکھتے بھی ہیں تو جواب سے بیگانہ ہوتی ہے لیکن آپ کا خاص ارشاد و تعلیم ہے کہ فتوے لکھنے میں نہایت احتیاط سے کام لو خصوصاً جبکہ قلم اٹھاؤ محض یادداشت سے مستند کتب سے حوالہ ضروری سمجھو۔ کچھ مدت تک طلبہ سے بالالتزام فتاوی جمع کرنے کا اہتمام کیا، تین جلد اس کی مرتب کیے گئے۔ اس کے بعد کثرت فتاوی اور قلت وقت

کے باعث یہ التزام ترک ہو گیا۔ اگر ترتیب و تصحیح کا خیال اور کوشش ہوتی تو آج
اہلسنت کو فتاوے نویسوں کا منت کش احسان نہ ہونا پڑتا کاش موجودہ ذخیرہ ہی
اگر طبع ہو جائے تو لمبے لمبے دعوے والے ساری لن ترانیاں بھول جائیں۔ یہ خاص
شان آپ کے ہی دارالافتا کی ہے کہ فتاوی میں مطلب سے زیادہ طویل تمہیدیں اور
مقدمے کاغذ سیاہ کرنے اور نمائشی خانہ پری کرنے کے لئے نہیں بنائے جاتے
بلکہ فقط نفس جواب اور صحیح سند ایسی واضح طور سے کہ مفید عامۂ اہل اسلام ہو
لکھ دی جاتی ہے۔ اگر علماء زمانہ کی طرح نام آوری ملحوظ ہوتی تو خدا معلوم کتنے حواشی
کتب درسیہ اور دفاتر مطولہ و اسفار مبسوطہ تصنیف ہو جاتے۔ مگر نہیں یہاں تو
ہمیشہ سے نور عرفاں کے جلوے اور فقر و فنا کے سراپا عجز و انکسار پر تو نے علم
جیسے بلند بالا مرتبہ اور آپے سے چل نکلنے والی اور غرور ناز و انداز والی چیز کو اتنا دبایا
کہ برائے نام بھی حرف تفاخر زبان تک نہ آیا۔ جبتک شرعی ضرورت شدیدہ نے
مجبور نہ کیا قلم نہ اٹھایا۔ فتنۂ نجد کی دہکتی آگ بھڑکتے شعلے جب حد سے زیادہ آتش فشانیاں
دکھانے لگے۔ قلم حق رقم نے گردش کی وہابیہ اسماعیلیہ و اسحاقیہ و قاسمیہ اور فرق
روافض و تفضیلیہ کے الحادی و دہری خیالات کی بیخ کنی فرمائی مگر تصانیف میں وہی
حقانیت کا رنگ وہی تہذیب و متانت کی شان جو علماء اہل حق کے شایان شان
ہے رونما رہی۔ آج کل کے خود نما مولویوں کی طرح طومار سیکاری کا انبار نہ لگایا نہ دوسرے
نامہذب مصنفوں کا طریقہ لیا کہ ہر ہر حرف ہر ہر لفظ سے ضلع و جگت کے ایجادی ہتھرائی
اصطلاحات سے زنان بازاری کی زباندرازیوں کو شرما دیا ہے۔ حضرت تاج الفحول رح کی
تصانیف ایک انوکھا انداز اور نرالا پہلو لئے ہوئے ہیں تحقیق کا گویا اختتام کر دیا ہے آپ کو
تصنیف کا بے حد شوق تھا لیکن زیادہ تر تصانیف تلامذہ کے نام سے شائع ہوئی ہیں
مدرسہ عالیہ قادریہ کے عظیم الشان کتب خانہ میں صدہا مسودات مختلف علوم و فنون علم
کلام و مناظرہ میں دست اقدس کے لکھے ہوئے خود اس خطا سراپا کی آنکھوں نے دیکھے
ہزارہا کتب کا ذخیرہ الحمد للہ کہ کتب خانہ میں موجود ہے مگر آپ کے زمانہ کی کوئی کتاب

ایسی نہیں کہ جس کے حاشیہ پر آپ کے قلم کی تحریرات موجود نہ ہوں ۱۳۳۲ھ میں جب
حضرت صاحبزادہ گرامیقدر مولانا عاشق الرسول محمد عبد القدیر صاحب قبلہ مدظلہم العالی
نے ترتیب کتب خانہ کا قصد فرمایا۔ اس خادم کو بھی حکم ہوا کہ ایام تعطیل اور فرصت
کے وقت ترتیب وتحریر اسمار کتب کی خدمت انجام دے۔ اُس وقت حضرت تاج الفحول
کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا تھا کہ جس کتاب کو اٹھا کر دیکھئے سرورق پر کتاب کا لب لباب
اور اس کے ضروری مسائل کا اندراج آپ کے قلم کا لکھا ہوا موجود ملتا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ آپ
فارق حق وباطل تھے جملہ فرق مبتدعہ وباطلہ کی آپ نے اور آپ کے تلامذہ نے اور
تلامذہ کے تلامذہ نے اس قدر خبر لی کہ انتہا ہوگئی اعلیٰ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ
راد اول تھے حضرت تاج الفحول خاتم وہ موحد تھے یہ مکمل انھوں نے ایک پودا لگایا
انھوں نے سینچکر اور پرورش کر کے یہ نوبت پہنچائی کہ بروبار لایا تمام جہان نے فیض پایا۔
واعظین شیریں گفتار مقررین تیز وطراران نگاہوں نے ہزاروں دیکھے اور میں تو دعوے
کرتا ہوں کہ موجودہ واعظین ومقررین ہند میں شاید ہی کوئی ذات ایسی ہوگی جس کی
لذت تقریر سے ضیا رہے نوا کے کان نا آشنا ہوں۔ مگر وہ سادگی وہ سلاست وہ زور تقریر وہ
قوت استدلال جب یاد آتی ہے بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے چہ نسبت خاک را
با عالم پاک۔ احادیث صحیحہ کا نفس ترجمہ سلسلہ وار مع حوالہ کتب اس پر اثر انداز سے
بیان کیا جاتا تھا کہ اہل نظر یہ سمجھتے تھے کہ مسند حرم پر حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ جلوہ افروز
ہو کر درس حدیث دے رہے ہیں۔ خدا جانتا ہے وہ مقدس صورت وہ نورانی چہرہ وہ
سفید چادر وہ چھوٹی سی تاج کرامت دستار کس قیامت کی دلکش ادائیں۔ نظر فریب
سج دھج رکھتی تھیں کہ منظر حق کو دیکھ کر من رانی فقد رأی الحق کا جلوہ پیش نظر ہو جاتا تھا مجلس
آراستہ ہے۔ تخت پر سفید چادر کا دو شالہ مارے حضور رونق افروز ہیں نگاہیں حیا کی پتلیاں
نیچے سے اوپر نہیں اٹھتی ہیں زبان مبارک سے آیہ شریفہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء
علی الکفار رحماء بینہم کی ایک عجیب سادگی بھرے انداز کے ساتھ تلاوت فرما کر سلسلہ بیان
شروع فرما دیا ہے۔ اس وقت دیکھئے تقریر کی وضاحت فصاحت صفائی شستگی تاثیر

روز مرہ، سادہ سادہ بلا تکلف معمولی الفاظ ادا ہوتے ہیں جن میں رنگ آمیزی کا ذرا بھی نام نہیں لیکن سامعین کے قلوب کھنچے جاتے ہیں سننے والوں کے سینہ نور ایمان سے چھلکے جا رہے ہیں دل خود بخود دہل جاتے ہیں۔ ہائے۔

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانئے کیا یاد آیا

اب تو ہزاروں وعظ سنے ہزاروں تقریریں کانوں میں پڑیں مگر کوئی لفظ میں نہیں جس میں غضب و فنا کی شان تصوف و عرفان کا رنگ۔ اگرچہ صبغۃ اللہ کی جو ملکی رنگت میں آپ رنگے گئے تھا منزل قرب میں اس درجہ اتصال اور ذوق وصال آپ کو حاصل تھا کہ نظروں سے حجابات اٹھا کر بے پردہ جلوہ گری کا نظارہ آنکھوں میں ہر لحظہ کیف انگیز تھا۔ اس رویت بے حجابی کا تذکرہ مولانا الحاج احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنے قصیدہ چراغ انس کی ایک شعر میں کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے	روز سعی صفا صحب رسول
صفا مروہ پہ تو نے جو دیکھا	وہ مجھے بھی دکھا صحب رسول
ہاں یہ سچ ہے کہ یاں وہ آنکھ کہاں	آنکھ پہلے دلا صحب رسول

باوجود اس فروغ منزلت اور اوج اتصال کے کیا مجال کہ اپنے فضل و کمال کا کچھ تذکرہ بھی کبھی زبان تک آجاتا۔ یہ تو بڑی بات تھی ایسی باتوں کا سننا تک ناگوار خاطر تھا چنانچہ یہی قصیدہ چراغ انس جب فاضل بریلوی نے نیازمندانہ عشق عقیدت کے ساتھ لکھ کر خدمت اقدس میں پیش کیا آپ نے بکمال تواضع و انکسار اپنی زندگی میں اس کی اشاعت کی حضرت مولانا بریلوی کو ممانعت فرمائی۔ اگرچہ مولوی قاضی عبد الوحید صاحب مرحوم نے کسی صورت سے قصیدہ حاصل کر کے تحفہ حنفیہ پٹنہ میں شائع کر کے اپنی کمال عقیدت کا (جو حضرت تاج الفحول کے ساتھ قاضی صاحب مرحوم کو تھی) ثبوت دیا۔ باکمال فقر کی پردہ داری اس درجہ ملحوظ خاطر تھی اور اس قدر اخفاء راز منظور تھا کہ باوجودیکہ ہزاروں کرامتیں انجام حاجات تحصیل مرادات

اشیار سفیبات وغیرہ رات دن ظاہر ہوتی تھیں مگر اُن کو اس پیرایہ میں ادا کیا جاتا تھا کہ سوائے
واقفان حال کے کوئی کچھ نہ سمجھ سکتا تھا اگر شمائل وعادات پر نظر دوڑانا منظور ہے تو شمائل
ترمذی وغیرہ کتب صحاح حدیث کھولکر بیٹھ جائیے۔ اور حدیث کی مطابقت کرتے چلے جائیے
قوت القلوب و احیار العلوم لائیے اور ورق ورق لوٹیئے اور ربط دیجیے۔ انشار اللہ
ایک ملکہ ایک عادت بھی سنت سنیہ اور طریقہ صوفیہ علیہ سے مخالف اور احاطہ شریعت
سے باہر نہ ملے گی۔ اتنی پابندی شریعت و اتباع سنت حرکات وسکنات اقوال افعال
عادات میں بالکل سلف صالحین کا ظہور تھا۔ اتباع سنت اختیاری و اضطراری کا خاتمہ
خداوند عالم نے آپ کی ذات پر کر دیا یہانتک کہ جس طرح حضور سید عالم روحی لہ الفدا
کے دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت کا شانہ نبوت میں روغن چراغ موجود نہ تھا
اور رداے مبارک رہن ہو کر روغن فراہم کیا گیا تھا۔ اس سنت سنیہ حضور سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اضطراری حیثیت سے اس طرح ظہور پذیر ہو کر رہا کہ جس وقت
آپ کا جسد اطہر روح سے مفارقت اختیار کر چکا اور جنازہ مقدسہ مدرسہ عالیہ سے
دولت خانہ کے اندر پہونچایا گیا تو مکان میں چراغ گل ہو چکا تھا اور اُس وقت روغن موجود
نہ تھا یہانتک کہ اودھار منگایا گیا۔ عام مخلوق پر رافت و رحمت خاص تھی لیکن مذہبی
امور میں پوری حمیت جو جوہر ایمان ہے اور الحب اللہ والبغض للہ کی شان
ہے ہر وقت مثل آفتاب آپ میں نمایاں تھا۔ حقانیت کا کمال شان جلال کا پہلو
لئے ہوئے ہر وقت آپ کی جبین روشن سے آشکار تھا جس کا اظہار ندوۃ العلمار
کی مخالفت میں علی الاعلان ہو گیا۔ ایک جہان اسلام نے بخوبی دیکھ لیا کہ اہل حق
اس آن بان کے ہوتے ہیں۔ صرف آپ کی ایک ذات تھی جس نے جماعت حقہ اہلسنت
کو اس تذبذب سانہ معجون مرکب کے فساد سے بچا لیا۔ مخالفین نے انتہائی قوتیں صرف کردیں
کہ آپ کے دشمنوں کو نقصان پہونچے اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے ندوہ مخذولہ
کے معائب ومکائد کا اظہار نہ ہو لیکن یہ زور حقانیت تھا کہ جہاں ندوہ کے سالانہ جلسے
ہوئے ڈنکے کی چوٹ علمار ندوہ کو مخاطب بنا بنا کر دینی نقائص جو ندوہ کے اعتزال آمیز

اثر سے عقاید پر پہونچنے کا اندیشہ تھا ظاہر کئے ۔ مگر علماء دین فواس جرأت کا کوس تھا ہی نہیں یا جو علمی مرد میدان بنکر آپ کے سامنے آتا یا مذہبی حیثیت سے ندوہ کا استحسان بدلائل علمی ثابت کر سکتا البتہ ناحق کوش بہ شرمناک حرکات کرنے کی ہر جگہ کوشش کرتے کہ کچھ وکیل کچھ بیرسٹر کچھ زردار کچھ تونگر کچھ عمال کچھ ڈپٹی کلکٹر اپنے مساعی اور کافی سے درپئے ایذا رسانی ہو جاتے ۔ مگر لاخوف علیہم ولاہم یحزنون کی شان جلوہ نما ہو کر دنیا داروں کی امیدوں پر بھی پانی پھیر دیتی وہی مخالف جس وقت آپ کے سامنے آتے اور آپ کے ارشادات طیبات سنتے بند ہو کر گرویدہ اخلاق ہو جاتے ۔ بریلی کے جلسہ میں تو ایک مجمع میں علماء ندوہ کی جماعت کی جماعت بالخصوص جناب مفتی لطف اللہ صاحب علی گڈھی وغیرہ سب ہی موجود تھے اور جس وقت ان بزرگواروں کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت تاج الفحول بھی تشریف فرما ہیں اور اظہار حقانیت پر آمادہ ہیں تو فرض جمعہ پڑھنے کے بعد ہی ایک ایک دو دو آنکھ بچا کر چلتے بنے ۔ خود مفتی صاحب کا ایک بے سروپا انداز سے مسجد سے تشریف لیجانا مشہور واقعات ہیں ۔ یہ سب مذکور حضور کے علم و فضل و اخلاق کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا برکات باطنیہ اور فیوض روحیہ کا ذکر ایک مشکل کام ہے اس کے کنہ کا ادراک محال عادی ہے ہم کیا جانیں جاننے والوں سے سُنا ہے اور اہل بصیرت و باطن شناس اکابر کا کہا ہوا معلوم ہے کہ آپ کا وجود محمود دنیا اسلام کے لئے باعث فخر و مباہات تھا بغداد کی تجلی نے بدایوں میں جلوہ ریز ہو کر دنیا کو نور باطن و ظاہر سے جگمگا دیا ۔ مدرسہ قادریہ کی فیض بخش چہار دیواری کے اندر چاروں طرف سے متلاشی حق اکر شاد مرام ہوتے اپنی نگاہوں سے دیکھے ہیں ۔ کوئی ایسا ہی منحوس دن ہوتا ہوگا کہ دو چار مسافر علماء ۔ فضلاء ۔ مشائخ ۔ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دریائے علم ۔ فضل ۔ برکات ۔ انوار سے مشرف نہ ہوتے ہوں ۔ اس ابر کرم و سحاب رحمت کی بارش انوار و برکات سے عالم فیضیاب ہوا اگرچہ مرشد برحق سے سلاسل قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ ۔ مداریہ وغیرہ میں اجازت مطلقہ حاصل تھی اور ہر سلسلہ کے نکات ۔ رموز منازل موافق اسرار انوار وغیرہ سے واقفیت کاملہ

حاصل تھی مگر نسبت قادری کا ایسا غلبہ تھا کہ جب تک کوئی دوسرے سلسلہ میں داخل ہونے کا اصرار نہیں کرتا اُس میں داخل نہ فرماتے۔ چنانچہ یہی طریقہ حضرات مارہرہ مقدسہ کا تھا۔ مشائخ زمانہ کی طرح ہمارے حضرات میں بہ عموم کبھی نہیں ہوا کہ ادھر کوئی مرید ہوا ادھر خلیفہ بنا دیا گیا بلکہ مخصوص و مستحق حضرات کو یہ امانت سپرد کی جاتی ہے حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ کے خلفا میں بجز حضرت اقدس صاحب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ دامت برکاتہم اس نواح میں کوئی مستقل صاحب مجاز بھی راقم کے علم میں نہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی توجہ خاص جو آپ پر تھی اس کا کہنا ستشنا اظہر من الشمس ہے اسی طرح حضور غریب نواز کی کرم آمیز نگاہوں نے سنہری رنگ میں آپ کو ایسا رنگا کہ حاضری بغداد شریف کے بعد ہر سال بلا کسی مانع خاص کے اجمیر شریف میں حاضر ہونا ایک معمول ہو گیا حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحؒ کے ساتھ بالخصوص علاقہ باطنیہ تھا جس کا اظہار ایک سرّ غیبی کا افشا ہے متعدد بار حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ دیگر اماکن متبرکہ عراق و شام بالخصوص نجف اشرف۔ کربلائے معلی۔ کاظمین مستطین۔ بغداد اشرف البلاد و بیت المقدس وغیرہ کے فیوض و برکات بھی حاصل فرمائے ہندوستان کی سیاحت دس بارہ برس تک برابر بعد وصال مرشد برحق اس طرح فرمائی کہ شاید ہی کوئی مزار ہندوستان کا ایسا ہوگا جہاں آپ رونق افروز نہ ہوئے ہوں اور جہاں آپ کا وعظ نہ ہوا ہو خصوصاً مزارات حضرات سلسلہ عالیہ قادریہ ہند و عرب و شام و عراق میں کوئی ایسا نہیں جہاں آپ تشریف نہ لیگئے ہوں اس سیاحت کا مفصل ذکر آپ کی مفصل سوانح عمری میں جس کا نام (گلستان قبول در احوال محب الرسول ہے) مذکور ہے جو عنقریب شائع ہونے والی ہے یہ مختصر حالات گویا مُشتے نمونہ از خروارے تحریر کر دیے گئے اصل سوانح عمری سے آپ کی شان کمال آپ کے مراتب رفیعہ آپ کے تبحر علم کا اظہار ہوگا فی الحقیقت آپ اپنے زمانہ میں امام الائمہ و شیخ الاسلام تھے عرب و عجم شام عراق ہند و سندھ جمیع بلاد اسلامیہ میں آپ کی بزرگی و فضل و کمال مسلم ہے علماء مشائخ عصر نے متفقہ طور پر اپنی اپنی جماعت میں آپ کو تاج الفحول کے مبارک خطاب سے سراہا۔ آپ کے مناقب

نظم و نثر میں تحریر کیے گئے۔ رسالوں میں کتابوں میں آپ کے محامد و محاسن کے نغمے گائے گئے۔ آج کوئی علمی درسگاہ کوئی باطنی خانقاہ ایسی نہیں جہاں آپکا احترام کے ساتھ نام نہ لیا جاتا ہو۔

چھیاسٹھ ۶۶ سال تک جہان اسلام پر آپ کے دامان حیات کا سایہ رہا۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ ہجری کو اتوار کا دن گزار کر شب دوشنبہ میں بعد ادائے نماز مغرب ایک ہفتہ کی علالت کے بعد اس آفتاب فضل و کمال نے ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے پردہ فرمایا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) جہاں تاریک ہوگیا سارا شہر ماتمکدہ بن گیا۔ ہزارہا مخلوق الہی مجتمع ہونا شروع ہوئی بعد نماز ظہر تجہیز و تکفین کی گئی عیدگاہ شمسی میں کثرت اجتماع کی وجہ سے اور معمولات خاندانی کے موافق نماز جنازہ ادا ہوئی حضرت قبلۃ الاولیا مولانا شاہ مطیع الرسول محمد عبد المقتدر صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس نے امامت فرمائی مرشد برحق اور والد بزرگوار کے پہلو میں سمت قبلہ جسد اطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔ صدہا تواریخ وصال علما و مشائخ معاصرین و متوسلین نے تحریر کیں جو ایک مجلد میں قلمبند کرا لی گئیں ہیں۔ صرف جناب اسیر مدظلہ کی تاریخیں جو مختلف صنائع و بدائع میں ہیں نہاوت گاہ انوار میں مطبوع ہو چکی ہیں۔ ہزاروں مادہ ہائے تاریخ مورخ بے عدیل قاضی شمس الدین قادری نے تحریر کی ہیں جن کا مشاہدہ عرس شریف میں ہزاروں نگاہیں کرتی ہیں گلستان قبول کے ایک حدیقہ میں یہ گلہائے تاریخ بھی شگفتہ نظر آئیں گے۔

پہلی شادی آپ کی خاندان میں مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم کی لڑکی سے ہوئی جو عم بزرگوار حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے تھے ان کے بطن سے حضرت مرشدی و ملجائی حضرت مولانا شاہ مطیع الرسول محبوب حق قبلہ دامت برکاتہم اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں صاحبزادی صاحبہ کی شادی مولوی خواجہ عبد اللہ صاحب دہلوی کے ساتھ ہوئی اُن سے دو صاحبزادہ خواجہ رضی الدین اور خواجہ نظام الدین موجود ہیں۔ ان دونوں لڑکوں میں خواجہ نظام الدین وہ بچے ہیں جو ایک عالم میں روشناس ہو چکے ہیں اس وقت مولوی فاضل کی خواندگی پڑھتے ہیں لیکن مولانا حکیم عبد الماجد صاحب

حسن تربیت سے وعظ و تقریر میں وہ ملکہ حاصل کیا ہے کہ ہزارہا اشخاص کے مجمع میں اس آزادی کے ساتھ تقریر ہوتی ہے کہ سننے والے محو حیرت ہو جاتے ہیں علاوہ بدایوں کے بیرونجات میں مولانا ماجد میاں کی ہمراہی میں رہکر بڑی شہرت حاصل کر لی ہے خدا نظر بد سے بچائے تھوڑی سی عمر میں سیکڑوں دلوں میں گھر کر لیا ہے حضرت صاحبزادہ مولانا عبدالقدیر صاحب کے حلقہ درس میں زیر تعلیم ہیں خداوند کریم علم و فضل عطا فرمائے بڑے لڑکے خواجہ رضی الدین علوم عربیہ کی تعلیم پاتے ہیں۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی یہ صاحبزادی صاحبہ نہایت عابدہ و صالحہ تھیں اپنے والد بزرگوار سے دینیات کی تعلیم بھی پائی تھی خصوصاً فقہ نہایت اہتمام سے پڑھائی گئی تھی۔ اپنے والد سے بے انتہا محبت تھی اور ہر وقت والد کی یاد وظیفہ تھی چنانچہ جب حضرت تاج الفحول کا وصال ہوا صدمہ مفارقت برداشت نہ ہو سکا جنازہ مقدسہ سے شب بھر جدا نہ ہوئیں اور حالت غشی کی طاری رہی اسی صدمہ میں دو ہفتہ کے بعد ہی خود بھی راہی ملک بقا ہوئیں۔ دوسری شادی آپ کی دہلی میں خواجہ ضیاء الدین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی خواجہ صاحب کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے حضرت شہاب الاولیا شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ کی طرف سے حضرت سلطان نقشبند خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبندی رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے خواجہ صاحب بفضلہ ابھی تک بقید حیات ہیں ضیا تخلص کرتے ہیں غالب و ذوق و مومن کے زمانہ کی شاعرانہ مجلسیں دیکھے ہوئے ہیں کلام میں ایک عجیب کشش اور شستگی ہوتی ہے حضرت مولانا شرف الدین شہید دہلوی قدس سرہ کی صحبت سراپا برکت میں رہکر تربیت و تلمذ حاصل کیا ہے حضرت سیف اللہ المسلول کے مریدوں میں ہیں عجیب خوش قسمت ہیں پوتے اور نواسے کو اپنی آنکھوں دیکھکر پرنواسے کی صورت تک دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ان بی بی صاحبہ کے بطن سے حضرت صاحبزادہ مولانا عبدالقدیر صاحب اور دو صاحبزادیاں موجود ہیں جو الحمد للہ صاحب اولاد ہیں۔

حضرت تاج الفحول کی تصانیف ردّ وہابیہ میں اکثر مطبوع اکثر غیر مطبوعہ موجود ہیں منجملہ اُن کے

حقیقۃ الشفاعۃ علی طریق اہل السنۃ والجماعۃ مولوی نذیر حسین دہلوی کے ردّ میں ہے تنقار السائل بتحقیق المسائل ہے جس میں ایک سو مسائل فقیہ و اعتقادیہ کی تحقیق و تصحیح کی گئی ہے۔ رسالہ سیف الاسلام ہے جو مولوی بشیر قنوجی کے رسالہ تائید الکلام کا رد ہے جس کو قنوجی صاحب نے مولانا سلامت اللہ صاحب کشفی بدایونی کے رسالہ اشباع الکلام کے رد میں لکھکر دربار نبوت سے کمال گستاخی کا اظہار کیا تھا سیف الاسلام میں مولود شریف اور قیام کے متعلق بسیط تحقیق کی گئی ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے مخالفین محافل میلاد شریف کو ساکت کر دیا ہے۔ ایک رسالہ ہدایۃ الاسلام رد روافض میں ہے ایک رسالہ احسن الکلام فی عقائد الاسلام عربی میں عقائد میں ہے جس کی شرح مولانا عبد الماجد صاحب کا اُردو رسالہ خلاصۃ العقائد ہے۔ ایک رسالہ التقویۃ الایمان کا کامل رد ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ ایک رسالہ عربی میں مصافحہ کی تحقیق میں مطبوعہ ہے اسی طرح بہت سے رسائل غیر مطبوعہ مختلف علوم و فنون میں ہیں جن کا مفصل تذکرہ گلستان قبول میں ہے۔ علاوہ کتب دینیہ کے شاعرانہ دماغ کے ثمرات چار دیوان ہیں جو نعت و مناقب میں ہیں ایک عربی کا دیوان ہے ایک فارسی کا دو اُردو کے مناقب حضور غوث پاک میں ہیں ایک مجلد ضخیم تاریخ بدایوں ہے جو ۱۲۸۴ھ میں تاریخی نام کے اعتبار سے لکھی تھی اس تاریخ میں بظاہر بدایوں کے اولیاء اللہ کے حالات ہیں لیکن در اصل یہ مرقع ہندوستان کے اکثر مشاہیر مشایخ علماء فضلا کے حالات زندگی کا ہے۔ اس میں ابتدائی زمانہ سے لیکر اپنے وقت تک بدایوں کے اولیاء علماء شعراء الغرض باعتبار طبقات جدا جدا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اسی ضمن میں کہیں علماء کے طبقہ میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی تصانیف پر تنقید کی گئی ہے کہیں شعراء کے ذکر میں غالب کا اُن کے معاصرین کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے غرض ایک عجیب و غریب مجموعہ ہے در اصل سب سے زیادہ ہمدرد راقم الحروف کو اسی تاریخ بدایوں سے ملی ہے اس تاریخ کے بعض حصوں کا ترجمہ مولوی عبد الکریم خاں نے قلمبند کیا تھا جو سرکاری

دفتر میں موجود ہے یہ تاریخ آپ نے فارسی میں تحریر فرمائی تھی اور اصل مسودہ صاف ہونے کی نوبت نہ آئی جس کی وجہ سے اوراق بالکل منتشر حالت میں ہیں اس کا حرف بحرف ترجمہ مولانا انوار الحق صاحب عثمانی مرحوم نے اسی ترتیب کے ساتھ اردو میں کیا ہے۔ یہ دونوں مسودات راقم ہیچمدان کی ہمت افزائی کا باعث ہو رہے ہیں اگرچہ بدایوں میں بہت سے لوگ اس تاریخ نویسی کی خدمت کر رہے ہیں اور اکثر تاریخیں لکھی جا چکی ہیں لیکن جی چاہتا ہے کہ اگر وقت ملا اور ضرورت باقی رہی تو اس نیاز مند ضیا کے قلم سے بھی شاید کچھ اوراق رنگے جائیں۔ خیر زندہ ہی اگر بار تو صحبت باقی۔ آیندہ کا علم خدا کو ہے۔

حضرت تاج الفحول کے کثیر التعداد طلبہ ہیں بعض کے نام بغرض آگاہی ناظرین قلمبند کئے جاتے ہیں منجملہ تلامذہ شہر کے اصحاب ذیل شرفا و معززین سے ہیں۔

مولوی محب احمد صاحب۔ مولانا فضل احمد صاحب۔ مولانا فضل مجید صاحب مرحوم۔ مولانا فصیح الدین صاحب مرحوم عباسی۔ مولوی حافظ اعجاز احمد صاحب مرحوم۔ مولوی غلام غوث صاحب وحید عباسی مرحوم۔ مولوی سید مطیع احمد صاحب تقوی مرحوم مولوی حکیم ولی احمد صاحب مرحوم۔ مولوی ضیاء الحسن صاحب مرحوم۔ مولوی امتیاز احمد صاحب تاثیر مرحوم۔ مولوی علی احمد خاں صاحب اسیر مدظلہ عربی پروفیسر سینٹ جانس کالج۔ مولوی امتیاز الدین مرحوم غزنوی۔ مولوی منصب علی مرحوم نادر شاہی۔ مولوی رضا احمد وکیل مرحوم۔ مولوی غفور بخش صاحب قادری وکیل۔ قاضی عبد السلام صاحب قاضی ظہور الاسلام مرحوم عباسی مولوی سید عرفان علی صاحب مرحوم۔ مولوی محمد عظیم الدین صاحب مرحوم وکیل اعظم گڈھ۔ منشی حمید الدین احمد صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر۔ مولوی سدید الدین صاحب مرحوم شائق عباسی۔ مولوی جمیل الدین صاحب خطیب جامع مولوی خان بہادر رضی الدین صاحب وکیل۔ مولوی خورشید حسین مرحوم صدیقی۔ مولوی حکیم نثار احمد صاحب مرحوم۔ قاضی شمس الدین صاحب قادری۔ مولوی مفتی کرم احمد صاحب۔ مولوی غلام شبر صاحب۔ حافظ علی احمد محمود اللہ شاہ مذاقی

مولوی ابرار الحق صاحب کیف مرحوم۔

تلامذہ بیرونجات

مولانا عبد الرزاق مکی۔ مولانا سید مصطفےٰ صاحب قدس سرہٗ تا مدارِ سند غوثیہ پیر حضرت بغداد۔ حضرت سیدی شاہ ابو الحسن احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ حضرت حافظ شاہ اسمٰعیل حسن صاحب۔ جناب سید شاہ حسین حیدر صاحب۔ صاحبزادگان مارہرہ شریفہ۔ مولانا سید شاہ عبد الصمد صاحب مودودی چشتی۔ مولوی امیر احمد صاحب غیر مقلد۔ مولوی سلطان بخش صاحب۔ مولوی سید پروش علی صاحب ساکنان سہسوان۔ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم اسرائیلی۔ مولانا نجم الدین صاحب مولوی حکیم غلام حسین صاحب ساکنان سنبھل۔ مولوی حکیم مبارک حسن خاں صاحب اکبرآبادی۔ مولوی قاضی معین الدین صاحب کیفی میرٹھی۔ مولوی عبد الاحد ساکن الدن ضلع میرٹھ۔ مولوی مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی۔ مولوی فضل احمد صاحب جلیسری مولوی رحمت حسین صاحب عظیم آبادی۔ مولوی نیاز احمد خاں صاحب دہلوی۔ مولوی تفضل حسین صاحب سیدنی پوری۔ مولوی حافظ بخش صاحب ساکن آنولہ اخوند عبد الرزاق صاحب قندھاری۔ مولانا شاہ محمد عمر صاحب جبلی قادری حیدرآبادی مولوی فقیر اللہ صاحب پنجابی۔ ملاں محمد عارف ولایتی۔ مولوی محمد نعمان صاحب ولایتی۔ مولانا احمد الدین صاحب ولایتی مولنا عبد القیوم صاحب بادشاہ وغیرہم ضلع پشاور

خاتم مہر ولایت خاتم اہل معرفت تاجدار مسند ارشاد آئینہ کمال سلطان بغداد
غوث زمان قطب دوران سیدی وسندی شیخی ومرشدی سلطان مشائخ آفاق
حضرت مولانا شاہ غلام پیر محبوب حق مطیع رسول محمد عبد المقتدر صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس
صاحب سجادہ عالیہ قادریہ۔

صحابہ کرام اولیاء عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاک حالات اونکی طیب وطاہر زندگی کے واقعات بزرگوں سے سنے کتابوں میں دیکھے جان ایمان میں تازگی آئی جذبات اسلامی نے شگفتگی پائی لیکن وہ صورت نظر نہ آئی کہ ان خوبان جہاں کی یکجا جلوہ فرمائی دیدہ مشتاق کی عینک بینائی ہوتی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ دور آخر میں قرن اول کے جلوے ایک ذات جامع کمالات میں بے پردہ وبے حجاب دیکھے۔ تاجدار بغداد سلطان چشت کی عظمت وشوکت ایک آئینہ نے آئینہ کر دی۔ شیخ سہروردی کا تقدس اون مقدس آنکھوں کے شہابی سرخ ڈوروں نے رشتہ جان وایمان بنایا شہنشاہ نقشبند کا جادو وقار نقاش ازل کے ایک محبوب سراپا ناز کے نقش عارض نے ولی نقش کالحجر کر دیا۔ وہ ذات سراپا برکات مدینۃ الاولیاء بدایوں شریف کی زیب وزینت حضرت تاج الفحول فقیر قادری فقیر نواز رحمہ کے نور نظر کا وجود سراپا جود ہے جس نے یازدہم جمادی الاخریٰ بوقت صبح روز دوشنبہ ۱۲۸۲ھ میں پردۂ غیب سے عالم شہود میں جلوہ افروزی فرمائی چونکہ ایک روز اس بزرگ و برتر ذات کو سلطان مشائخ آفاق ۱۲۸۲ ہونا تھا اس لئے سال ولادت کی تاریخ بھی اسی فقرہ سے اخذ ہوئی۔ غلام پیر ۱۲۸۲ تاریخی نام ہیں شان قادریت کی جلوہ نمائی کا اہتمام ہے کیوں نہ ہو کہ گیارھویں شریف کے دن پیدا ہوئے وقت اور دن ولادت رحمت عالم کا وقت اور دن تھا۔ اسی لئے ہر وقت شان رحمت کا ظہور ہے۔ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ نے مطیع الرسول محمد عبد المقتدر آپ کا اسم گرامی تجویز فرمایا اور ساتھ ہی حضرت تاج الفحول کو دوسرے نور نظر کی خوشخبری دیکر ارشاد فرمایا کہ اون کا نام عبد القدیر رکھنا۔ پیدائش کے وقت سے شان ولایت آپ پر محیط تھی چھ برس تک

بزرگ دادا کی پاک نگاہوں نے ولایت و معرفت کے گہوارہ میں پالا پرورش کیا
تسمیہ خوانی کی تقریب میں حضرت مولانا حکیم سراج الحق صاحب علیہ الرحمۃ نے بسم اللہ
شروع کرائی حضرت تاج الفحول نے اکیاون روپیہ نذر کیے سلسلۂ تعلیم شروع ہوا۔

حضرت استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد صاحب اور حضرت تاج الفحول کے مکمل کن فیض
درس نے تھوڑی سی عمر میں جملہ علوم و فنون میں کامل و مکمل کر دیا۔ ابھی صدہا انفس
آپ کا بچپن و شباب دیکھنے والے موجود ہیں جو شان تقدس اب ہر کہیں جلوہ گر ہے وہی
رنگ پیشتر بھی تھا۔ ہوش سنبھالتے ہی عبادت و ریاضت کا شغل شروع کیا وہ آج تک
قائم ہے۔ زمانۂ حیات حضرت تاج الفحول تک جلال علم و طبیعت تھا۔ تقریر و تحریر میں
شان استدلال کا زبردست رنگ ہوتا تھا ایک ایک مسئلہ پر دو دو چار چار روز تک
بحث رہتی تھی اکثر مسائل میں خلاف پہلو اختیار فرما کر زور تقریر پر طبع آزمائی کیا کرتے تھے
جناب شہید مرحوم مولانا منیر الحق مرحوم ہم عمر و ہم درس تھے لیکن ساتھ [illegible] آپ کے
عہدہ برا ہو سکتے تھے۔ سلسلۂ درس شروع کیا کتنے آئے کتنے فارغ ہو کر چلے گئے۔ اس کا
کوئی پاس و خیال ہی نہیں ہے۔ والد ماجد کا اس قدر ادب و احترام کہ دوسروں سے
کبھی ممکن ہی نہیں۔ کبھی اپنی زبان سے ایک لفظ نہ فرمایا جیسا ملا ویسا کھایا جیسا پہنایا
وہ پہنا۔ آپ کی اس شان اتقا کی حضرت تاج الفحول قدس سرہ بھی ملاحظت فرماتے تھے وہ
دیکھنے والوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ بعد وصال حضرت تاج الفحول طبیعت اقدس بالکل
راغب الی اللہ ہو گئی۔ تمام علائق سے بے تعلقی شروع ہو گئی ہر لمحہ عبادت یاد الٰہی میں
صرف ہوتا ہے۔

حضرت تاج الفحول نے جب سے ارادت سے [illegible] عطا فرمائی آپ نے نہایت شان
تواضع و انکسار کے ساتھ پوری [illegible] والد ماجد کے حکم قطعی تک سلسلہ کو کسی عذر
پیش [illegible] کیا بعد [illegible] مولانا حکیم عبد الماجد صاحب [illegible] حضرت تاج الفحول آپ کے
مرید ہوئے [illegible] کے بعد اجرا [illegible] سلسلہ شروع ہوا [illegible] حضرت [illegible]
قدس سرہ [illegible] بعد وصال حضرت تاج الفحول قدس سرہ [illegible] الثانی [illegible] ہجری

برکاتی تبرک سے مخصوص عزت افزائی

آستانہ قادریہ میں بموجودگی علمائے کرام و مشائخ عظام رسم سجادہ نشینی ادا کی گئی حضرت شیخ الاولیا مولانا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہ نے خرقہ پہنایا۔ اور خود نفس نفیس سب سے پیشتر تبرک عطا کیا ہے۔ مولوی سید بدر الدین صاحب شایق عباسی مرحوم نے اس تقریب میں ایک قصیدہ پڑھا جس کا اقتباس خالی از لطف نہیں ہے

قصیدہ

بادۂ عرفاں سے کیا لبریز ہے پیمانہ آج
میکشی سے مست ہے خود ساقی میخانہ آج

جس کو دیکھو کر رہا ہے شورش مستانہ آج
زور پر ہے حضرت بغداد کا میخانہ آج

مست آنکھوں نے کیا کس کو سرِ الست
ہوش سے باہر ہوا ہے کیوں دل دیوانہ آج

کیف میں مستی کے پڑتے ہیں جو پیکر قدم
دیکھیں لے جائے کدھر کو لغزش مستانہ آج

ہیں غنی شاہان عالم سے فقیر قادری
ہے عیاں شان و عروج ہمت مردانہ آج

عین حق کا لال ہے مسند نشین قادری
دم قدم سے جس کے ہے پر نوریہ کاشانہ آج

دردۃ التاج سیادت شاہ عبد المقتدر
زینت سجادہ ہوا وہ گوہر یکدانہ آج

اپنے اچھوں نے پنھایا ہے فقیرانہ لباس
کیا رفیع المرتبت ہے صولت شاہانہ آج

ہے یداللہی جھنڈا آل رسولی ہے حملہ سا
آل احمد نے دیا ہے خلعت شاہانہ آج

بوالحسینی ہاتھ سے گستاخ و بالا ہو گئی
احمد نوری سے ہے پر نوریہ کاشانہ آج

آل احمد شاہ حمزہ حضرت آل رسول
خود بدولت دے رہے ہیں آج بھی نذرانہ آج

عین حق اور مظہر حق حضرت فضل رسول
سب کا مظہر ہو گئی یہ صورت جانانہ آج

ہاتھ میں شیشہ بغل میں جام سر پہ ہے سبو
کیجئے ساقی کی شایق خدمت مستانہ آج

بعد سجادہ نشینی اس مجمع البحرین کا بحر فیض متلاطم انگیز ہوا۔ ایک جہان سیراب ہو رہا ہے

آج دنیائے اسلام میں یہی ایک آفتاب علم و عرفاں ہے جس کی تجلی سے خیر شعاعیں دین و
ایمان اور دل و جان کو منور کر رہی ہیں۔ ہزار ہا بندگان خدا آتے ہیں اور راہ ہدایت
پاتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنھوں نے اس نبی قبا والے سرکار کے حشمت و کرامت
میں پناہ لی ہے۔ مبارک ہیں وہ اشخاص جو اپنا ہاتھ اس پاک ہاتھ میں دیکر ید اللہ
فوق ایدیہم کے جلوے دیکھنا چاہتے ہیں۔ دوست دشمن یگانے بیگانے سب اُن
صاحب کمالات کے تاج سر پائے جاتے ہیں۔ نگاہوں نے خدا جانے کتنوں کو دیکھا
کتنی صورتیں نظر سے گزریں لیکن خدا جانتا ہے کہ جو شان اس نورانی صورت میں دیکھی
آجتک دیکھنے میں نہ آئی متقدمین کے مجاہدہ و ریاضت تصرفات و کرامات و خوارق
عادات کانوں سے سنتے تھے یہاں روزمرہ اشاروں کنایوں میں اُن تصرفات و
خوارق عادات کی جلوہ نمائی دیکھتے ہیں اوقات شب و روز کو دیکھ کر نگاہیں پیشنگوئیں
تکبیر کہتی ہیں کہ اللہ اکبر اس گئے گزرے زمانہ میں بھی ایسے باخدا موجود ہیں جن کی
زندگی کا کوئی لمحہ کوئی ساعت کوئی آن یاد الٰہی سے خالی نہیں۔ اس عظمت و جلالت
خداداد پر شان تواضع اور رنگ انکسار ہی دیکھنے والے دیکھتے ہیں جاننے والے جانتے
ہیں۔ دو مرتبہ حرمین کی زیارت اور ایک مرتبہ اماکن مقدسہ بغداد و کاظمین نجف و کربلا کی
زیارت سے وہاں کے انوار و برکات حاصل کئے خصوصاً دربار بغداد سے جو دولت
لازوال پائی ہے وہ چھپی نہیں چھپتی عیاں ہیں نگاہیں صاف کہے دیتی ہیں۔ باوجود کمال
استغراق و محویت تا سرِ درس و تدریس کا سلسلہ بھی ہے اگرچہ کم تو ہو گیا لیکن ضرور ہے مگر
تکلف اور آن بالکل نہیں الف بے سے لیکر معقول و منقول کی انتہائی کتب تک
جو چاہے پڑھ لے۔ عربی ادب میں اب بھی یادگار ہے تعلق آپ کا تعلیم و تعلم سلسلہ جاری
ہندیں نے نگاہیان میں ایک خداداد روحانی اثر ہے جس سے قلب خود بخود کھنچے جاتے
ہیں روزمرہ کے سادہ سادہ الفاظ تصنع اور رنگینی سے بالکل معرا اور کھلی و عظی سے
بالکل جداگانہ دلوں میں نقش ہو جاتے ہیں کوئی دن خالی جاتا ہوگا کہ کہیں نہ کہیں
شہر میں آپ کا وعظ نہ ہو مگر جب سنئے دل کو ہمہ تن گوش پائیے قبض و بسط کا عالم بیان و

کبھی یہ انداز بھی ہوتا ہے کہ علمار کرام کی مجمع میں بلا تکلف سادہ تقریر فرمادی کبھی یہ رنگ بھی دیکھا کہ عامیوں کی محفل میں شان علم کی جلوہ نمائی کے ساتھ بیان ہو رہا ہے جس وقت کیفیت استغراق اور خمار محبوبیت سے جدا ہو کر بیان کردیا مجلس کی مجلس دم بخود ہو گئی کمال علم کے جوہر آشکار ہو گئے۔ ورنہ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ زبان محو تقریر ہے اور دل کسی دوسری دھن میں ہے۔ دنیا کی دولت و ثروت اگرچہ قدموں سے لگی ہے مگر کبھی روپیہ پیسہ کو ہاتھ میں رکھنا تو بڑی بات نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں۔ ہاں غربا، مساکین فقرا و مسافرین کے لئے جب تک اپنے ہاتھ سے کچھ دے نہیں دیا جاتا جب تک ایک خاص بے چینی و اضطراب رہتا ہے دنیا میں اگر کوئی مسرت کا موقع ملتا ہے تو بس سائلین کی خدمت سے۔ غنی ابن غنی ہیں فقیر نواز کے بیکس نواز نور نظر ہیں سائلین بھی خوب لا جھگڑ دامن مراد بھرتے ہیں۔ چونکہ سراپا شان رحمت وجود آپ کی پیدائش کی تاریخ مسعود ہے ہر وقت رحمت و جمال کی شان آشکار ہے۔ اس وقت عمر شریف پچاس کے قریب ہے لیکن قطع نظر روحانی قوت کے قوائے ظاہری بوجہ کثرت ریاضت ضعف و نقاہت کی طرف مائل ہیں حتیٰ کہ جمعہ کے دن حسب معمول جب آستانہ عالیہ کو تشریف لیجاتے ہیں تو راہ میں حضرت سیدنا علی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کے لئے رک کر ایک آدھ جگہ اور قدرے قیام فرماتے ہیں۔ آج مخلوق الٰہی کی جانوں کا سہارا ایمانوں کی تازگی آپ کی ذات قدسی صفات سے ہے۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کے قلزم محامد و مناقب کو کوزہ میں بند کروں مگر محال ہے۔ خداوند کریم آپ کا سایۂ رحمت آپ کا ظل عاطفت مسلمانوں کے سروں پر تا بہ ابد قائم رکھے اور آستانہ قادریہ کی رفعت و عظمت میں روز افزوں ترقی کرے۔ خداوندا ہم قادریوں کی آیندہ نسلوں کی حفاظت دین و ایمان کے لئے اس نائب غوث اعظم ابدال الیقینی کو ایک فرزند نرینہ عطا فرمائے ہم بیکسوں کی دعاؤں کو سن لے اور شرف اجابت سے سرفراز کر آمین آمین آمین

مدرسہ قادریہ میں رہ کر آپ کے قلزم فیض علم سے جو لوگ سیراب ہوئے ہیں

وہ حسب ذیل ہیں۔

مولوی سید ارتضا حسین صاحب۔ مولوی سید محمد عالم صاحب۔ مولوی حبیب الٰہی صاحب ساکنان مارہرہ شریف۔ مولوی حکیم عبد الشکور صاحب ساکن پٹنہ۔ مولوی عبد الحمید صاحب ساکن انگلپور بنگال۔ مولوی سید رشید احمد صاحب بہاری۔ مولوی حافظ حکیم عبد المجید صاحب قادری واعظ ساکن آنولہ۔ مولوی سید حسین احمد صاحب بیباک شاہجہان پوری مولوی حکیم فضل الٰہی صاحب گجراتی۔ مولوی بہاء الحق صاحب ہزاری مولوی حافظ محمد موسیٰ صاحب قادری بمبئی۔ مولوی منیر الدین صاحب حیدرآبادی۔ مولوی سید غلام عباس صاحب کاٹھیاواری۔ مولوی سید عبد الوہاب صاحب حیدرآباد دکن۔ مولوی فاقت اللہ صاحب مولوی قاضی محمد ابراہیم صاحب۔ مولوی حسین احمد صاحب۔ مولوی عبد الحیٔ صاحب مرحوم۔ حکیم فضیل احمد صاحب حکیم فضل الرحمٰن صاحب مولوی جمیل احمد صاحب سوختہ قادری۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب قادری۔ مولوی عبد الستار صاحب قادری۔ مولوی روشن علی صاحب۔ مولوی سراج الدین صاحب مولوی عبد الحمید صاحب بریلوی مولانا سید عیسیٰ علی صاحب قادری آنولہ

---

۵ حضرت سیدنا میر ناصر الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ پانچویں صدی ہجری کے ابتدا میں تشریف لائے حضرت پیر علم میرانجی صاحب کے ہمراہیان میں قیاس کئے جاتے ہیں سادات کرام اور شہدائے جلیل القدر سے ہیں آپ کا فیض جاری و ساری ہے۔ زیر فصیل قلعہ شہید ہوئے قریبا مزار چیند تعویذ اور ہیں جن پر ان کے ہمراہیان شہدا کا گمان ہوتا ہے۔ آستانہ قادریہ کے جانیوالے شہر سے نکلکر اوّل آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں مزار شریف بابِ ہتھ ستہ اہالہ کے اندر ہے صاحب طبقات الاولیا نے تاریخ احمدی مولفہ علامہ پیری نینتا پوری سے آپ کی تاریخ شہادت کا جو قطعہ نقل کیا ہے وہ یہ ہے قطعہ ناصر دین علی عالی جاہ ٭ سید ال رفتہ زین خرگاہ ٭ سال ترحیل آن شہ صفات ٭ غازی وشاہ ونشان آگاہ ٭ نیشود گر زمر داحیار ٭ از علی شہید در گلشن جاہ

۴۰۶ ۴۰۶ ۱۰۱۰۰ ۲۹۶ ۳۰

نوشاہ جملہ ارشاد و نونہال گلشن بغداد حضرت صاحبزادہ گرامیقدر مولانا عاشق الرسول محمد عبدالقدیر صاحب قبلہ دامت برکاتہم

حضرت تاج الفحول فقیر قادری فقیر نواز قدس سرہ کی چلتی پھرتی تصویر کا نظارہ آپ کے آئینہ جمال میں بے پردہ ہوتا ہے آپ کی ولادت سے تیس سال پیشتر جبکہ شاید آپ کی والدہ ماجدہ بھی پیدا نہ ہوئی ہوں آپ کے مقدس دادا نے آپ کے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی آپ سے پیشتر آپ کے ایک اور بھائی پیدا ہوئے ان کا نام عبدالعزیز رکھا گیا مگر وہ تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال کر گئے جب آپ بماہ شوال بروز بتاریخ ۱۱ ۱۳۲۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت اقدس تاج الفحول قدس سرہ بمبئی رونق افروز تھے مکان سے اس مضمون کا خط پہنچا کہ مولوی عبدالقدیر پیدا ہوئے بشارت کا ظہور ہوا محمد ظہور حق تو تاریخی نام تھا ہی مگر جب حضرت تاج الفحول قدس سرہ نے پورا نام عاشق الرسول محمد عبدالقدیر تجویز فرمایا تو اس سے بھی تاریخ ولادت کا اظہار ہوا نہایت ناز و نعم سے پرورش پائی بزرگ بھائی اور مقدس والد کی نگاہوں سے کبھی جدا نہ ہوئے آٹھ برس کی عمر تھی جب حضرت تاج الفحول نے وصال فرمایا سیوم کے روز جبکہ مدرسہ قادریہ میں ہزارہا اشخاص کا مجمع تھا ہر شخص گریہ کناں اور محو اضطراب تھا آپ آیات شریفہ کل نفس ذائقۃ الموت کل من علیہا فان پڑھ پڑھ کر لوگوں کی تسلی و تشفی فرماتے تھے

اس کے بعد سے حضرت اقدس مولانا صاحب قبلہ مدظلہم العالی کی محبت آمیز آغوش میں تعلیم و تربیت پائی درسیات سے فارغ ہو کر ۱۳۴۳ھ میں جب آپ کو متوا تر کا بس کے دورے پڑنا شروع ہوئے اور تندرستی پر اثر پڑنے لگا حضرت قبلہ مدظلہم الاقدس نے تبدیل آب و ہوا کے خیال سے اور آپ کے معقول و منطق کے شوق کو پیش نظر رکھ کر بمقام ٹونک مولانا برکات احمد صاحب کے پاس روانہ فرما دیا وہاں تین ماہ تک کتب معقول کا مطالعہ فرمایا اس کے بعد مولانا

سید عبد العزیز صاحب سے جو حضرت مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی کی
یادگار ہیں بعض کتب معقول اخذ فرمائیں سید صاحب نے نہایت فخر و مباہات
کے ساتھ آپ کو تعلیم دی اور چند ماہ بعد ہی اجازت درس عطا فرمائی الحمد للہ
کہ آپ آجکل درس و تدریس کی طرف متوجہ ہیں بہت سے طلبہ روزانہ آپ سے
سبق پڑھتے ہیں ایک جماعت پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل کا کورس
پڑھتی ہے۔ وعظ میں معقولی استدلال کا خاص رنگ ہے۔ ۱۷ رجمادی الاولیٰ
سنہ ۱۳۳۱ھ کو جو حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی تاریخ وصال ہے حضرت مولانا
سید شاہ اسمٰعیل حسن صاحب قبلہ مارہروی کی فرمائش سے آپ کو اور مولانا حکیم
عبد الماجد صاحب کو اجازت و خلافت حضرت قبلہ مدظلہم الاقدس نے زبانی و تحریری
عطا فرمادی ہے آپ کی شادی مولوی غلام شبیر صاحب صدیقی کی دختر سے
رجب سنہ ۱۳۳۲ھ میں ہوئی علماء کرام و مشائخ عظام اور تمام عمائد و روسائے شہر بدایون
شریک شادی تھے خاکسار راقم الحروف نے قصیدہ عروس نظم جس کو مولوی
ستار بخش صاحب قادری نے فوراً چھپوا کر تقسیم کرایا پیش کیا دیگر برادران
طریقت نے سہرے تحریر کئے۔

۱۴ رجب شب یکشنبہ سنہ ۱۳۳۳ھ کو حضرت صاحبزادہ محمد میاں پیدا ہوئے۔
نیاز مند ضیاء نے تاریخی نام شہزادۂ دستگیر قادری عرض کیا بروز عقیقہ حضرت
سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدس کے غلاف
شریف کا کرتہ ٹوپی خدام کرام آستانہ غریب نواز نے اپنے ہاتھوں سے پہنایا
صرف محمد نام رکھا گیا اس کے بعد عبد الہادی کا اضافہ ہوا نام تاریخی کے اعتبار
سے پورا نام فضل رب محمد عبد الہادی مشتہر ہوا خداوند کریم حضرت صاحبزادہ صاحب
کو اپنے اسلاف کا سچا جانشین کرے عزت و عظمت مزید فراواں ہو عمر خضر عطا ہو

آمین

تواریخ وصال

تواریخ عربی۔ از تالیف شریف اعلحضرت تاج الفحول سیدی ومولائی قبلۃ الاولیا شیخ الاسلام فی الہند مولانا شاہ مظہر حق عبد القادر الثانی العثمانی فقیر قادری قدس سرہٗ

اہم التواریخ سنہ ۱۲۸۹ ہجری	یسطو بہا کل حابر وصح سنہ ۱۲۸۹ھ
بسم اللہ الرحمن الرحیم القادر المجید الماجد سنہ ۱۲۸۹ھ	ونصلی علی حبیبہ نبینا وسیدنا ومولانا محمد والہ وصحابہ الاکابر
اما بعد فقد سافر الی فردوس قطب الاقطاب سنہ ۱۲۸۹ھ	والاماجد سنہ ۱۲۸۹ھ
ہو امام الانام شیخ الاسلام سنہ ۱۲۸۹ھ	واد خلہ فی جوار کمال عزہ العزیز الوہاب سنہ ۱۲۸۹ھ
الا انہ کاشف الحقایق الفروع والاصول سنہ ۱۲۸۹ھ	وقطب الدہر بین الخاص والعام سنہ ۱۲۸۹ھ
ہو واللہ فضل رسول سنہ ۱۲۸۹ھ	وہو علی اعدار الرسول الوجیہ الطیب المقبول
وجہہ تجلی فضلہ شاہد سنہ ۱۲۸۹ھ	لسیف اللہ المسلول سنہ ۱۲۸۹ھ
الملقب بمعین الحق القادری قدس سرہٗ سنہ ۱۲۸۹ھ سنہ ۱۲۸۹ھ	وانہ لفاضل حمید ولی مقبول سنہ ۱۲۸۹ھ
انہ ہو معین الحق والشرع صدقا وعدلاً	لایجحد بفضلہ الا حاسد بلید معاند سنہ ۱۲۸۹ھ
الا ان کراماتہ لاتحصی سنہ ۱۲۸۹ھ	وعم لنا وانما ابدا خیرہ وبرہ سنہ ۱۲۸۹ھ
اقر اہل الکمال بوقارہ وجلالہ کانہم عبیدہ	ان اللہ ما خلق فی زمانہ لہ مثلاً وبدلاً سنہ ۱۲۸۹ھ
وہو من الملوک سنہ ۱۲۸۹ھ	ووجوہ کمال احوالہ لاتخفی سنہ ۱۲۸۹ھ
ان مرشدہ واباہ عین الحق عبد المجید	وکان حنفیا فی فنون الفقہ وقادریا فی
ہو المجید الکاملین سنہ ۱۲۸۹ھ	ابواب السلوک سنہ ۱۲۸۹ھ

اظہر الحق بجد وکدہ سنہ ۱۲۸۹ھ
اما تصانیفہ فہی بحار انواع العلوم سنہ ۱۲۸۹ھ
اما مجد نسبہ فکان ابوہ من اولاد سیدنا
عثمان رض سنہ ۱۲۸۹ھ
کانت امہ من بنی سیدنا العباس الکریم سنہ ۱۲۸۹ھ
انہ ہو واللہ اکمل العارفین فی المعارف والحکم سنہ ۱۲۸۹ھ
کم راح الحرمین الشریفین سنہ ۱۲۸۹ھ
وہو قد وصل البغداد سنہ ۱۲۸۹ھ
ہو عابد حیاً وفنی عمرہ فی عبادات المعبود سنہ ۱۲۸۹ھ
رزق حیا فضلاً وطولاً سنہ ۱۲۸۹ھ
فی حد تسع وثمانین سنہ ۱۲۸۹ھ
فات ہو یوم الخمیس سنہ ۱۲۸۹ھ
کیف لا فانہ واللہ نبیل العلوق للرسول علیہ السلام سنہ ۱۲۸۹ھ
لقد کان اخیر قولہ اللہ اللہ سنہ ۱۲۸۹ھ
ان قبرہ الاقدس الانور ہو مطلع نور سنہ ۱۲۸۹ھ
وروحہ الاشرف الاطیب لزایرہ یقول سنہ ۱۲۸۹ھ
بفضل الرسول الاوحد سنہ ۱۲۸۹ھ
ان ہم عد مناقبہ لکل الکاتب والمقری سنہ ۱۲۸۹ھ
وعلی ہذا توقفت القلم سنہ ۱۲۸۹ھ
المورخ عبد القادر سنہ ۱۲۸۹ھ

الاان شان الامجد ارفع من مدیح الواصفین سنہ ۱۲۸۹ھ
وورثنا اتفاق سبیل الحق من ابیہ وجدہ سنہ ۱۲۸۹ھ
فیما بین الکائنات کالشمس بین النجوم سنہ ۱۲۸۹ھ
وہو خلق حبیب الجلیل الدیان سنہ ۱۲۸۹ھ
وہو علم لحبیب اللہ الحبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سنہ ۱۲۸۹ھ
وان وصف کمالہ العرف فی بلاد العرب والعجم سنہ ۱۲۸۹ھ
وکم تشرف بسید الکونین سنہ ۱۲۸۹ھ
فنال ہنالک من جناب محبوب رب الارباب سنہ ۱۲۸۹ھ
بجمیع ما اراد سنہ ۱۲۸۹ھ
ان عمرہ المکرم لقد کان ہو سبعاً وسبعین حولاً سنہ ۱۲۸۹ھ
وشرفہ رسولہ السعید الحمید المحمود سنہ ۱۲۸۹ھ
بعد الف ومائتین امسی ہو باللہ الوکیل من الواصلین سنہ ۱۲۸۹ھ
ودفن فی مرقدہ فی لیل ہو جمیع لیالی الکیس سنہ ۱۲۸۹ھ
ومن اجلہ لقد رجح جاہہ علی جاہ لیالی القدر لدی
جم الاعلام سنہ ۱۲۸۹ھ
ونور قبرہ طاب ثراہ سنہ ۱۲۸۹ھ
وہو لیکفی کل زاہد فی مہمات الامور سنہ ۱۲۸۹ھ
انا فضل الرسول سنہ ۱۲۸۹ھ
قدس سرہ الشریف اللطیف الامجد سنہ ۱۲۸۹ھ
ولا یستطیع بحد وصفہ اکو اصف المطری سنہ ۱۲۸۹ھ
وبا تخییر تم سنہ ۱۲۸۹ھ
نور اللہ العلی روحہ وقلبہ بالنور الباہر سنہ ۱۲۸۹ھ

ایضاً از تالیف حضرت مولانا صاحب قبلہ

مالی سہرت وفی لیلی اری طولا ۔۔۔ والقلب صار بقید الہم مکبولا
فکرت نزا نلاع نعی وو حا ۔۔۔ ویلا لہ صار قلبی منہ مبتولا
الی بلیت بما لو جاء ذرتہ ۔۔۔ فوق بعیر لخبط صار مہزولا
ہیہات قد مات راس العارفین ومن ۔۔۔ فی العلم قد حاز معقولا ومنقولا
یا قلب اصبح ویا لسانی استمع ۔۔۔ فی مدح اوصافہ ما شئتما قولا
فضل الرسول ہو الذی قد کان فی ۔۔۔ احیاء دین رسول اللہ مشغولا
والفضل کلا یراہ العاقل الفطن ۔۔۔ فی حسب فضل رسول اللہ مفضولا
بالفضل قد عم اہل العصر نعمتہ ۔۔۔ فی کل مر کان مشمولا
کم حج بیت الہنا من بینہ ۔۔۔ کم زار من للکل کان رسولا
کالبحر فی فیض اہل الحق کان وفی ۔۔۔ تبکیت اعداءہ کالسیف مسلولا
افہم سیف المقال فی مقابلتہ ۔۔۔ ما عاد الاعداء مقتولا
اللہ ناصرہ فی کل معرکتہ ۔۔۔ اعدی الاعادی لدیہ صار مخذولا
کم فاسق غایص فی بحر معصیتہ ۔۔۔ قد زارہ فغدا اللہ مقبولا
بالزہد قد طلق الدنیا وزخرفہا ۔۔۔ کان بالورع والتقوی مشمولا
ارخت عاما توفی قیہ سیدنا ۔۔۔ بالزہد قد راح فی جنتہ موصولا ۱۲۸۹ھ

از جناب مستطاب مجمع البرکات منبع الحسنات مولانا سید شاہ
ابو الحسین عرف میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

فضل رسول طیب حمید ۱۲۸۹ھ ۔۔۔ رضی عنہ اللہ المجید ۱۲۸۹ھ
عاش ہو عابد لربہ ومات وہو شہود ۱۲۸۹ھ ۔۔۔ علیہ رضوان اللہ الودود ۱۲۸۹ھ

دخل جنات النعیم سنہ ۱۲۸۹ھ
ار اللہ الیہ مقبلہ سنہ ۱۲۸۹ھ
خلدہ اللہ الیہ بحبوحۃ جنانہ سنہ ۱۲۸۹ھ

لہ لغفار لغفور علیم سنہ ۱۲۸۹ھ
وجعل بجاوہ جنات شرعیہ سنہ ۱۲۸۹ھ
وروحہ برضوانہ سنہ ۱۲۸۹ھ

از حضرت اقدس غوثی وغیاثی مرشدی وملجائی امام المسلمین السید الصلحا تاج الاولیا سلطان مشائخ آفاق مولانا الحاج شاہ عبد السلام پیر محبوب حق عبد المقتدر مطیع الرسول القادری رضی اللہ عنہ

انہ ادخل جنات وعیون سنہ ۱۲۸۹ھ
فضل الرسول الطیب سنہ ۱۲۸۹ھ
بل جودہ علا فیوض البحار سنہ ۱۲۸۹ھ
نور اللہ قبرہ الکریم بجلال انوارہ سنہ ۱۲۸۹ھ
انہ لفاز فوزاً عظیماً سنہ ۱۲۸۹ھ
حل ہو محل صدق عند ملیک مقتدر سنہ ۱۲۸۹ھ
شرفنی اللہ الوہاب بعنایتہ سنہ ۱۲۸۹ھ

کریم وحید ما بہر مثلہ عیون سنہ ۱۲۸۹ھ
ہو فیاض لقد زاد جودہ من الصیب سنہ ۱۲۸۹ھ
ونور ہدایتہ لساطع فی الاقطار سنہ ۱۲۸۹ھ
وان نزول الانوار لیتوالی علی مزارہ سنہ ۱۲۸۹ھ
فانہ معین الحق ومعان دیناً مستقیماً سنہ ۱۲۸۹ھ
انہ للحق والدین ابداً معین ومنتصر سنہ ۱۲۸۹ھ
وادام اللہ الاحد آثار ہدایتہ سنہ ۱۲۸۹ھ

از جناب مولوی منیر الحق صاحب خلف الرشید جناب مولانا حکیم سراج الحق صاحب

ان شیخ الاسلام واجل الانام سنہ ۱۲۸۹ھ
طاب بالہ بفضل الرسول سنہ ۱۲۸۹ھ
انہ صاحب الفضل العمیم سنہ ۱۲۸۹ھ
انہ ہو معاذ لفقراء سنہ ۱۲۸۹ھ
نعت جلالہ لدی الکل ابین واشہر سنہ ۱۲۸۹ھ
لقد جعلہ اللہ الواحد بجودہ للحق معیناً وسراجاً منیراً سنہ ۱۲۸۹ھ

ادخلہ الالہ العزیز فی دار السلام سنہ ۱۲۸۹ھ
وتشرف حالہ باحسن قبول سنہ ۱۲۸۹ھ
وانہ لصاحب القدر الفخیم سنہ ۱۲۸۹ھ
ومحب لغربا سنہ ۱۲۸۹ھ
ووصف کمالہ ہو اکبر وارفع من ان یذکر سنہ ۱۲۸۹ھ
ووہبہ اللہ الوہاب لہ فیضاً کبیراً سنہ ۱۲۸۹ھ

رزقنی اللہ الواحد المجید من برکاتہ ۱۲۸۹ھ … وادام اللہ القادر الوہاب انوار حنایتہ ۱۲۸۹ھ

ازجناب مولانا سید عماد الدین صاحب رفاعی متوطن بندر بمبئی

توفی سیدی فضل الرسول حباہ ربہ حسن القبول لعام وصالہ قل یا عماد اہل سجاہ فضل الرسول ۱۲۸۹ھ

ازجناب مولوی ابرار الحق نذر الرسول صاحب بدایونی

قدمات ولی ہو جامع الکمال منبع الانوار ۱۲۸۹ھ … عزین الخلد امام الابرار ۱۲۸۹ھ

انہ سیدنا و مولانا ملاذ کل الانام ۱۲۸۹ھ … اسکنہ اللہ الحمید المتعال باولیائہ فی دار السلام ۱۲۸۹ھ

جاو کمالہ لازید جدا من ان یذکر و یبین ۱۲۸۹ھ … و نور اللہ الصمد قبرہ بانوار جمالہ الاحسن ۱۲۸۹ھ

ازجناب مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی اسرائیلی

کان فضل اللہ فی فضل الرسول … نال حظا من فدا فضل الرسول

ارتقی علما الی اعلے الکمال … واصلا جہدا الی اوج القبول

بعد ما احیی رسوم المصطفیٰ … اصطفاہ اللہ فی دار الوصول

غاب عنا بعد تقویم الاور … قد اجاب العم جمہور العقول

رحلۃ قد شتت فہما ستلہم … بعد ما انجار وا باجیاز شمول

اذ کمال الجاہ کان الاتصال … غایۃ الاکمال جا حسب فی الحصول

قلت فی نفسی لتاریخ الرحیل

حاز او زاجا بہ فضل الرسول

۱۲ ھ ۸۹

چند تواریخ فارسی و اردو

از جناب مولانا مرید جیلانی صاحب قادری بدایونی

امام جہاں شاہ فضل رسول ۔۔۔ بخلد بریں نزد خلاق رفت
چو خواہی سن رحلت پاک او ۔۔۔ بگو وثوق دیں ز آفاق رفت
۸۹ ھ ۱۲

از جناب مولانا محب احمد عبد الرسول صاحب قبلہ بدایونی

قبلۂ اہل طریقت کعبۂ دنیا و دیں ۔۔۔ واقف سر حقیقت بادشاہ عارفیں
مرشد ما قطب عالم حضرت فضل رسول ۔۔۔ کرد رحلت چوں ز دنیا جانب خلد بریں
سال وصلش آمدہ صرفاً از حروف معجمہ ۔۔۔ زبدۂ اخیار وقت عمدۂ اہل یقیں
(زبدۂ اخیار وقت عمدۂ اہل یقین ۱۲)
در حروف غیر منقوطہ فقط ایدل بخواں ۔۔۔ اکرم احرار و اورع ناصرین متین
رازدار سر سرمد بحر ہمت اہل فضل ۔۔۔ شد دو تاریخ از حروف ہر دو قسمش ای ذہین
(زبدۂ ... ۱۲۸۹ ھ)
اکرم و سردار اہل دل امام عصر ہم ۔۔۔ سال وصلش در حروف غیر منقوطہ ببیں

از جناب حافظ غلام جیلانی صاحب قادری بدایونی

معین الحق آں شاہ فضل رسول ۔۔۔ شد از آب کوثر دلش پر سرور
چو شد رحلتش گفت ہاتف بسال ۔۔۔ زہی مست جام شراب طہور
۸۹ ھ ۱۲

از جناب مولوی ولدار علی صاحب مذاق بدایونی

وصل مولیٰ شد مولانا ۔۔۔ فضل رسول آں للّٰہ
گفت مذاق سنین وصالش ۔۔۔ بودہ فضل رسول اللّٰہ

دیگر

عالم و فضل جناب حضرت فضل رسول — جامع فضل و ہنر صاحب فخر جلیل

صورت و سیرت میں وہ بے مثل و بے مثال — خُلق میں وہ بے مثل خلق میں وہ بے مثیل

خلد میں رضوان مذاق دیکھ کے انکا جمال

کہتا ہے سال وصال فضل رسول جمیل

۱۲ ھ ۸۹

از جناب مولوی محمد عظیم اللہ خاں صاحب بدایونی متخلص مسکین

علامہ دین فضل رسول آں شہ والا — گشتند ازیں دار فنا چوں ارم آرا

از رحلت خود سرور دیں بے سرو پا کرد — تفضل و کرم و لطف و خرد علم و ہنر را

۹۱۰ ۲۶۰ ۱۱۹ ۸۰۲ ۱۱۴ سنہ ۲۵

از جناب مولوی محمد انوار حسین صاحب سہسوانی متخلص بہ تسلیم

فضل رسول اکرم مقبول رب عزت — دریای علم و تقوی سردار دین و ملت

در خلد چوں قدم زد آں پیشوائے امت — بطرز نو رقم زد تسلیم سال رحلت

شد جاہ از شفقت ہم حال از طریقت ۱۲۸۹ھ

۶۱۹ ۴۹ ۶۱۸

از فیض شد بلندی ہم وصف از کرامت ۱۲۸۹ھ

۷۶۱ ۱۶۷ ۹۶ ۸۹۰

از جناب سید فیاض علی صاحب ساکن گلاوٹھی مرحوم فیاضی تخلص

عالم دیں جناب فضل رسول — بود از اہل کشف و اہل یقیں

سال وصلش نوشت فیاضی — قطب اقطاب شیخ کامل دیں

۱۲ ھ ۸۹

از جناب شیخ محمد صادق علی صاحب گڈھ مکٹیسری متخلص بہ ندیم

یکتائے عصر فضل رسول آں شہ زماں — از جان گذشت و رخت سفر بست زیں جہاں

مداح سال وصل بطرز دعا نوشت … با احمد نبی خدا باد حشر آں
۱۲۹۶ ھ

از جناب مولانا عبد السلام صاحب سنبھلی

معدن فضل الٰہی حضرت فضل رسول … پیشوائے اہل عرفاں سرور اہل قبول

واقف اسرار شرع و کاشف دستار دیں … ماہر کامل بہر فن از فروعش تا اصول

سطوت تقریر او بگداخت جان منکران … ہیبت تحریر او انداخت در کنج خمول

جامع علم و ولایت دافع آثار جہل … قامع بنیاد کفر و رافع اوج قبول

رفت از دنیا و دنیا از غم او تیرہ شد … کرد روشن منزل اول با نوار نزول

اینچناں را سنگ ماتم بر جبین عالمست … آنچناں را گوہر مقصود در دست حصول

خواستم تاریخ وصل وے نویسم ناگہاں
شد مبین الہام از روحش انا فضل الرسول

از جناب مولانا عبد الرحیم صاحب رزاقی متوطن بابا ور دولی شریف

آہ گذرے مولوی فضل رسول … سیر جنت کی انھیں آئی پسند

ہے یہ مصرعہ سال تاریخ وفات … یافت در قصر جناں جائے بلند
۱۲۸۹ ھ

از جناب مولانا سید شمس الضحیٰ صاحب بخاری حیدر آبادی

چوں جناب شاہ دیں فضل رسول … پشت دنیا را شب آدینہ داد

جملہ عالم یک بیک از رحلتش … تیرہ و تاریک در چشمم فتاد

گفت ہاتف سال وصل آنجناب
گل شدہ وے شمع عرفاں حیف باد
۱۲۸۹ ھ

از جناب مولانا علی احمد خاں صاحب اسیر مدظلہم بدایونی

رباعی در صنعت اظہار المضمر مشتمل بر سہ تاریخ کہ از مصرعہ اول بتخرجہ دہ عدد کہ لفظ عقول است تا زد چگما تاریخ پیدا است
وہم بصنعت توشیح از سر ہر چہار مصرعہ رباعی ۱۲۹۹ برآید بیز از مصرعہ چہارم بتخرجہ مذکورہ رباعی از لفظ بگذشت رو نما است

رحمد عقل ریح و غم گذشتہ

غرب دار البقا از جہاں سر بر گشت	خیاض داغ و بدل صفا ورد و بگذشت
فر آگہ نشستہ بعقلم خیال سال اسیر	طبیب من نعیم جست و گفتہ کہ بگذشت

۱۲۹۹ — ۱۱۳ — ۱۳۰۹

وله ایضاً قصیدہ منقبت

بہار باغ جناں نوبہار فضل رسول — گل ریاض علی گلعذار فضل رسول
چراغ بزم حقیقت ضیائے نور یقین — تجلی رخ شمع مزار فضل رسول
بہار آئینہ حسن کعبہ و بغداد — نقاب روئے عروس مزار فضل رسول
بیاض صبح تجلی و دیدۂ خورشید — سواد سرمہ غبار مزار فضل رسول
شمیم گیسوئے شام وصال شاہ قدس — نسیم صبح بہار مزار فضل رسول
سواد خال لب شاہدان حسن قبول — خیال بوسہ سنگ مزار فضل رسول
سحاب عین حق و ابر دامن برکات — غلاف کعبہ روا ہے مزار فضل رسول
گل سپید مہر و ماہ و غنچہ نور — ستارہ قبہ قصر مزار فضل رسول
نشان رفعت قصر مبارک بغداد — لوائے شاہی بانی مزار فضل رسول
حباب آب بقا مہر و شش بزم حضور — نجوم نور فیوض مزار فضل رسول
قمر گہر در و انجم گل شگفتہ ہزار — متاع نقد دل و جان نثار فضل رسول
حساب حصر گہر ہائے سلک لا احصی — شمار سبحہ عز و وقار فضل رسول
بچہرہ رنگ اجابت بفرق تاج وقار — بدیدہ کحل جواہر غبار فضل رسول
نہ کیوں ہو دورے جام ساقی کوثر — ہے آج بزم میں اردو ہے فضل رسول
سمی حضرت محبوب پاک سبحانی — وہی ہو وارث الاقتدار فضل رسول
دعا کو ہاتھ اٹھاؤ در قبول کھلا — اٹھا وہ پردہ نور مزار فضل رسول
الٰہی دونوں جہاں میں نہ کچھ ہو لے کچھ بھی — ہر ایک گلبن باغ و بہار فضل رسول
غم و الم کے سلاسل سے جلد ہو آزاد — اسیر سلسلہ تا بد ار فضل رسول

اس صنعت کے موجد حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب دیار ہیں فانی لکھنوی کے بعد یہ رباعی نقش ثانی ہے بقیہ بکثرت تواریخ وصال ایسی مطبوعہ بدایوں میں پائیں۔

از جناب حافظ ڈاکٹر حکیم مجاہد الدین صاحب متولی ایوبی مرحوم

قطب کہ بین شاہ فضل رسول را شدے وصل حق تعالیٰ مست شد چو وصل رب بگو ذاکر ہو در ازل بود ست جالیم

۱۲۹۹

صحتنامہ اکمل التاریخ جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱	اور		۳۳	۳	دانشمند	دانشمند یعنی عبد الرحمانی
۴	۱۱	چہرہ تفکرات	چہرہ کا رنگ تفکرات	〃	۴	کسی پیشنوں دانشمند	[illegible]
۵	۶	خوب	جب			کہا جاتا ہے	دانشمند سے مقصد
〃	۹	سے		۴۰	۲۱	سمجھے	سمجھے
〃	۱۸	انتہا سے	انتہا سے	۴۱	۲۳	ہوسکے	ہوا
۹	۱۹	جب		۴۲	۳	وہیں	آپ بھی وہیں
۱۲	۵	ازفنا فی الشیخ تا بہ	بادہ الفقر فخری کے نشہ	۴۶	۶	مرصد	مقصد
		بیہوشش	مست و مدہوش فنا	۵۱	۱۱	اور	ادھر
			فی الشیخ کی منزل کو پہنچا	۵۲	۱	کو	
			عشق نے کچھ کچھ [illegible]	۵۳	۱۲	دور افتادگان	دور افتادگان
۱۵	۲۰	ہم	ہم	〃	۱۴	سے	کے
۱۶	۱۲	دستنا و	سناو	۵۶	۱۸	تو	اگر
۱۸	۱۰	رنگ لایا	بیدار ہوا	۵۶	۱۵	سکس	سکین
〃	۱۳	قبول دیا	قبول کیا	۵۷	۵	والاقدس	والاقدس
〃	۲۲	بعد	بعد خواب	۶۲	۳	سے	کے
۲۲	۱۹	حرت		۶۳	۲	جمال	جمال الدین
۲۳	۲۰	بالکلکہ	بالکل	〃	۱۸	والدہ سے	والدہ نے
۲۹	۳	جب	آپ	〃	۲۰	عورت سے	عورت میں
〃	۱۰	وو سر	دوسر	۶۴	۱۴	عورت نے	عورت سے
۳۱	۵	ناستش	ناستش				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
	۳	محنت	محبت
	۸	یہانتک	یہانتک کہ
	۱۵	رحمتوں سے	رحمتوں نے
۵۸	۱۶	منہ	منہ
۶۰	۲	شکوک	سلوک
۶۱	۱	کھروں	گھروں
〃	۱۷	رہتے	رہتے ہیں
۶۲	۱	اسی طرح	اس طرح
۶۴	۸	طریقہ	بہ طریقہ
۶۵	۸	صاحب	صاحبہ
〃	۱۱	اُن کے	اونہیں
۶۷	۵	انکے	آپکے
۶۹	۱	کرتا	کہتا
〃	۳	ہوئی	ہوتی
۸۰	۱۷	کرتے	حاصل کرتے
۸۱	۱۳	چادون	چار دن
۸۲	۱۱	اپنی	آپنے اپنی
〃	۱۶	دختر ہوئی	دختر پیدا ہوئی
〃	۲۰	انکے	آپکے
۸۴	۱۰	سنہ ہیں	۲۹ ذیقعدہ ۱۲۴۳ھ میں
۸۶	۸	بتحریک	بصرف و بتحریک
۸۶	۱۴	قرب	قریب
۸۹	۲۲	۱۲۵۹ھ	۱۲۹۰ھ
۹۰	۵	یہ زمیندار صاحب	زمیندار احمد یار کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۳	۱۱	کہکر	کہکر کہ
〃	۱۴	لیکن	
۹۴	۱۹	امثال	اشتغال
〃	۲۲	نصیحت	نعمت
۹۶	۱۸	ہوگے	ہوگی
۹۹	۱۹	صاحبان	خاصان
۱۰۰	۱۳	دعاؤں کو	دعاؤں کا
۱۰۲	۲۰	پانی بھرگیا	پانی پھر گیا
۱۰۷	۹	گردش	گردش
۱۱۳	۷	صاحب نے تمام صاحب سے یاد سے	صاحب کے نام یاد کیے
۱۱۵	۹	وجاہت	وجاہت
۱۱۶	۱۵	مدرسہ قادریہ زیر	مدرسہ قادریہ میں تبہ
۱۲۷	۳	ترشح زیرہ	ترشح ریز
۱۲۹	۵	مخلصت	مخلف
۱۳۰	۱۳	زبارک	مبارک
۱۳۱	۱۵	یا اس سے قبل	حالت باوبیابی و اعتکاف ہیں
〃	۱۴	سگے	سے
〃	۲۰	اجزار	اجزا
۱۳۲	۱	سے	
〃	۲	مشتغورنہ	مشتہرتہ
〃	۵	حدیث کے ارشاد	حدیث کی اجابہ
〃	۶	سرا	سراپا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۲	۱۸	المتفرع	المتشرع
۱۴۵	۱۴	براہ	برراہ
۱۴۸	۱	منتقد	متنقد
″	۱۷	بڑھ	پڑھ
۱۴۹	۱۷	تبشیت	تثبیت
۱۵۲	۳	ما	امام
۱۵۴	۱۱	متندین	مستندین
″	۱۲	الہدا	الہدایہ
۱۵۹	۸	مشتور	منشور
۱۶۲	۷	قفیہ	قضیہ
″	۱۱	مقبرہ	معتبرہ
۶۳	۱۷	ہیکوند	ہیکوبد
۱۶۹	۲۱	عظمیہ	عقیمہ
۱۷۰	۵	روسش	اوستس
۱۷۳	۱۷	رلالت	ضلالت
۱۷۷	۱۴	نبفات	ممتعات
۱۷۸	۱۱	اورشتراط	واشتراط
۱۷۹	۹	واو	داو
″	۲۳	آثا	آثار
۱۸۴	۱۳	خمسہ	ہفتہ
۱۸۶	۱۶	مفسبان	مقتبسان
۱۸۹	۷	لز	از
″	″	درلوارین	دررو ارین
۱۹۰	۲۱	بیدرک	پیترک
۱۹۵	۱۱	عنا ید	عقاید
″	۱۵	مرمشہ	فرمشہ
۱۹۶	۱۹	امہات المومنین	امہات الامہ
″	۲۳	سالک	سلوک
۱۹۷	۱۱	محورشک	محواشک
″	۱۴	مسکین	مسلمین
۱۹۷	۱۵	امانت بدعت	امانت بدعت
″	۱۶	باقیات مہاطات	باقیات صالحات
″	۱۸	مذاہنت	مداہنت
″	۱۹	سبطین تبرترین	سبطین نیرین
″	۲۰	سب و نیز اور اتہام	سب و تبرا اور ان
		دافترا سازی	افترا سازی
۱۹۹	۱۲	جزبہ	جذبہ
″	۲۱	اگرچہ	اگرچہ
۲۰۰	۱۸	اسم	اسم اعظم
۲۰۱	۱	حاصیاں	خاصان
۲۰۳	۶	مصیبت تیر کھا	مصیبت میں کھا
″	۱۰	پاس	پائیں
″	۱۳	نتیجہ وقال	نتیجہ و مآل
۲۰۶	۵	بتاریخ	بتاریخ
۲۰۷	۱۰	یہ ہی	یہ بھی
″	۱۱	سلامت	سلاست
۲۰۸	۸	توحید	توحید
″	۱۰	بہار	جاز
″	۲۱	یادوشت	یادداشت سے کام
″	۲۲	صیحہ	صحیحہ
۲۱۳	۲۳	مصائب	مصائب
۲۱۴	۲۱	اگرچہ	اگرچہ
″	۲۲	سائل	سلاسل
۲۱۶	۹	طلبہ میں	طلبہ میں
۲۲۰	۳	سر مصطفےٰ	ببر مصطفےٰ
۲۲۱	۱۱	سہرورد	سہروردی
۲۲۳	۳	نذر پیش کی	تبرک عطا کیا
۲۲۶	۱۶	بیر ملہم	میر ملہم
″	۲۰	نیشاپوری نے	نیشاپوری سے
۲۲۷	۱	جملہ ارشاد	جملہ ارشاد

مطبوعہ ۶ مارچ ۱۹۱۶ء

حادثہ جانکاہ

ابھی اکمل التاریخ نے مطبع سے مکمل ہو کر شرف اشاعت نہ پایا تھا کہ
میں انقلاب عظیم واقع ہوا مسلمانوں کی قسمت نے پلٹا کھایا یعنی آنکہ بغداد میں بے رونقی رونما
دربار رشد کی ساری سج دھج تہ و بالا ہوئی یعنی اعلیحضرت امام المسلمین محی الملت والدین تاج الاولیاء
سید العلماء سند الاتقیاء سراپا شان رحمت و دود سلطان مشائخ آفاق سیدی و مولائی غوثی و
حضرت مولانا شاہ غلام پیر مطیع الرسول محبوب حق محمد عبد المقتدر القادری العثمانی البدایونی رضی اللہ
نے بروز شنبہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ بوقت فجر بحالت نماز عین سجدہ میں تفسیر و اسجد و اقترب کو عملی
کیا اور اپنے رب سے قرب حقیقی حاصل فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضور اقدس رضی کے وصال سے جو صدمہ عظیم اہل اسلام کو پہنچا اُس کا اظہار دشوار ہے صدہا خطوط
جانب ہند سے تعزیت کے چلے آرہے ہیں۔ اس رنج و الم میں اگرچہ دل بالکل اختیار سے باہر
بالکل پژمردہ ہو چکا ہے لیکن ہم نے کچھ اپنے تقاضائے جوش عقیدت اور کچھ اپنے برادران طریقت
سے حضور اقدس رضی کی سوانح عمری لکھنا شروع کر دی ہے جو عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائقین
پیش نظر ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آخر میں ناظرین سے باادب گذارش ہے کہ اکمل التاریخ میں قطع نظر کتابت کی غلطیوں
لغزش یا سہو راقم الحروف سے ظہور پذیر ہوا ہو اُس کو بنظر ترحم معاف فرمائیں گے
کرام الناس مقبول۔

نیازمند

بیکس و بے ریا محمد یعقوب ضیا قادری بدایونی عفی عنہ